قصص الانبیاء

(ہمارے پیغمبر)

احمد مصطفٰی صدیقی

Marfat.com

قصص الانبیاء
(ہمارے پیغمبر)

مصطفیٰ احمد صدیقی

زاویہ پبلشرز
6- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون 042-7248657 موبائل 0300-9467047
Email : zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

111383

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2012ء

باراول..........1100،

ہدیہ..........150

زیرِ اہتمام..........نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی 0213-4219324

مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی 0213-4926110

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی 0213-2216464

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاهد بھیرہ شریف 048-6691763

رانل بک کمپنی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی 051-5541452

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	۹	افتخارِ نبی	۲۹
حضرت آدم علیہ السلام	۱۱	قصہ ہود علیہ السلام	۳۰
حرفِ آدم	۱۲	خصوصیاتِ جسمانی	۳۳
حضرت شیث علیہ السلام	۱۵	مطلب و معنی	۳۴
حضرت ادریس علیہ السلام	۱۶	ملخصات آیات قرآن حکیم	۳۵
حضرت نوح علیہ السلام	۱۷	حضرت لقمان	۳۶
شجرہ	۱۸	وصایائے لقمان	۳۸
منصب نبوت و رسالت	۱۸	حضرت صالح علیہ السلام	۴۱
دعوت حق	۱۹	قوم ثمود	۴۱
تین پہلو	۱۹	تعلیم	۴۲
مہر قلوب	۲۱	تخلیق ناقہ	۴۳
صنعتِ کشتی	۲۲	قتل ناقہ	۴۴
نوعیت عذاب	۲۲	اسبابِ قتل	۴۴

Marfat.com

مفہوم آل	۲۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۹
نوح بحیثیت ابوالبشر ثانی	۲۳	ولادت	۵۱
نوعِ طوفان	۲۵	وجہ تسمیہ	۵۱
طوفانِ عالم گیر	۲۵	معرفت حق	۵۴
ملخصات	۲۶	دعوت حق	۵۵
واقعہ نوح کی افادیت	۲۷	فریضہ نبوت	۵۵
حضرت ہود علیہ السلام	۲۹	مکالمہ	۵۷
آزمائش	۵۸	وجہ مخاصمت	۸۹
نقل مکانی	۵۸	فروختگی	۹۰
قربانی	۶۱	جذبات زلیخا	۹۰
توضیحاتِ تشکیک	۶۲	برأت یوسفی	۹۱
کذب	۶۲	آتشِ انتقام	۹۱
علم نجوم	۶۳	تعبیر	۹۲
گلزارِ ابراہیم	۶۶	آمد برادرانِ یوسف	۹۳
احیاء	۶۷	سلوک یوسفی	۹۵
ملخصات آیات قرآن حکیم	۷۳	وفات	۹۶
اسلاف پرستی	۷۴	اولاد	۹۷

Marfat.com

آزمائش	۷۵	ملخصات آیات قرآن حکیم	۹۷
درس حیات	۷۷	حضرت ایوب علیہ السلام	۹۹
لوط علیہ السلام	۷۷	حضرت شیث علیہ السلام	۱۰۱
ہم جنس پرستی	۷۹	نسب	۱۰۱
حضرت اسماعیل علیہ السلام	۷۹	بعثت	۱۰۱
اسمائے مکہ	۸۰	وعظ و تلقین	۱۰۲
وفات	۸۴	عذاب الٰہی	۱۰۴
حضرت اسحاق علیہ السلام	۸۵	ملخصات آیات قرآن حکیم	۱۰۴
حضرت یعقوب علیہ السلام	۸۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۰۶
اسباط کا مطلب	۸۶	نسب	۱۰۶
حضرت یوسف علیہ السلام	۸۸	فرعون	۱۰۶
احسن القصص	۸۸	ولادت	۱۰۶
ہجرت	۱۰۹	ارتکاب زنا	۱۳۸
ملاقات شعیب علیہ السلام	۱۰۹	خدا سے کشتی	۱۳۸
موہبت نبوت	۱۱۰	حرفِ آخر	۱۳۹
مکالمہ	۱۱۰	حکم جہاد	۱۴۸
ساحرانِ فرعون	۱۱۲	حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۵۰

Marfat.com

بنی اسرائیل کی بے حسی	۱۱۵	حضرت الیاس علیہ السلام	۱۵۰
نصرت حق	۱۱۶	ذوالکفل	۱۵۱
آیت اللہ	۱۱۷	داؤد علیہ السلام	۱۵۲
قیام	۱۱۷	صحف سماوی پر ایک نظر	۱۵۴
داستان بنی اسرائیل	۱۱۸	مضامین زبور	۱۵۵
کفران نعمت	۱۱۹	بیان زبور	۱۵۶
جناب ہارون	۱۱۹	تورات کا بیان	۱۵۶
ضلالت سامری	۱۲۲	عہد حکومتِ داؤدی	۱۵۸
سلطنت یہود کے اسبابِ عروج وزوال	۱۲۲	مسند سلیمانی	۱۵۹
ہارون کا انتقال	۱۲۳	اسبابِ دعوت حق	۱۶۲
معجزات موسیٰ پر ایک نظر	۱۳۰	جنات وشیاطین	۱۶۲
مذہب یہود	۱۳۲	ہُد ہُد	۱۶۳
تورات سامریہ	۱۳۳	ملک سبا	۱۶۵
کذب وافتراء	۱۳۴	سحر بابل	۱۶۷
ابراہیم کا جھوٹ	۱۳۵	مذہب کتب سلیمانی	۱۶۷
نبوتِ یعقوب علیہ السلام	۱۳۶	اسمِ اعظم	۱۶۸
جھوٹ پکڑا گیا	۱۳۷	وفات	۱۶۹

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام	۱۷۳	حقیقتِ مسیحائی	۱۹۲
ولادت و بعثت	۱۷۳	مائدہ	۱۹۴
سرکشی	۱۷۴	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹۹
بطن ماہی	۱۷۴	ملک عرب	۱۹۹
بیانِ تورات	۱۷۶	قبائل عرب	۱۹۹
بیانِ قرآن	۱۷۶	اولاد اسماعیل علیہ السلام	۲۰۰
تبلیغ حق	۱۷۷	قصیٰ ابن کلاب	۲۰۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۷۹	اولاد قصیٰ	۲۰۱
حضرت عزیر علیہ السلام	۱۷۹	جناب ہاشم	۲۰۲
حضرت زکریا علیہ السلام	۱۷۹	عبدالمطلب	۲۰۳
جناب مریم علیہ السلام	۱۸۰	اولاد عبدالمطلب	۲۰۴
حضرت یحییٰ علیہ السلام	۱۸۰	جناب عبداللہ	۲۰۴
عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام	۱۸۱	واقعہ فیل	۲۰۵
وجہ تسمیہ	۱۸۱	ولادتِ رسول ہاشمی	۲۰۶
خاندان عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۲	مکہ بعثت نبوی سے پہلے	۲۰۷
جناب مریم علیہ السلام	۱۸۲	ایامِ طفولیتِ محمدیہ	۲۰۸
آمد مسیح	۱۸۴	الفتِ ابوطالبی	۲۰۸

Marfat.com

واقعۂ صلیب	۱۸۵	علاماتِ نبوت	۲۰۹
واقعۂ فرار	۱۸۶	حلف الفضول	۲۱۰
رودادِ عیسائیت	۱۹۰	جناب خدیجہ	۲۱۰
پیروانِ عیسیٰ علیہ السلام	۱۹۰	مسئلہ تعدادِ ازواج	۲۱۱
اناجیل اربعہ	۱۹۱	محرکاتِ رسمِ دخترکشی	۲۱۴
تعمیرِ کعبہ	۲۱۴	مدینہ بعثت سے پہلے	۲۲۵
منصبِ نبوت	۲۱۵	ہجرتِ نبوی	۲۲۶
فریضۂ نبوت	۲۱۵	جنگِ بدر	۲۲۷
اعلانِ رسالت	۲۱۶	جنگِ اُحد	۲۲۸
اعلان حق	۲۱۷	فتح مکہ	۲۲۸
مصائب	۲۱۸	اخلاق رحمتِ عالم	۲۳۰
آزمائش	۲۱۸	خطبہ	۲۳۱
ہجرت اولیٰ	۲۲۰	غرض وغائت جنگ	۲۳۱
دربارِ نجاشی	۲۲۱	تبلیغ اسلام	۲۳۶
حمایتِ ابوطالبی	۲۲۲	حجۃ الوداع	۲۳۶
مقاطع	۲۲۳	وفات نبوی ﷺ	۲۳۶

Marfat.com

ذخیرہ
میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی • لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اس عالم ناپائیدار کی کی موجودہ شکل روز آفرینش سے ہی راحتوں اور کلفتوں کا مجموعہ بنی رہی ہے۔ کلفتوں کی تاریکیوں کو چھانٹنے کے لئے جو اہم کردار منشائے ایزدی کے تحت نبیوں اور پیغمبروں نے ادا کئے ہیں ان کا مطالعہ ہر اس ذی نفس کے لئے لازم وملزوم ہے جسے اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے بنی نوع انسان کی خاطر راحت، عیش اور آسائش کے تمام لوازمات سے اس لئے منہ پھیر لیا تھا کہ دنیا میں امن وآشتی کا سنہرا گہوارا بن جائے۔ اور تمام مخلوق خدا سکون اور اطمینان سے زندگی بسر کر سکے۔

''ہمارے پیغمبر'' حضرت آدم سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کے مثالی سوانح کا ایسا گلدستہ ہے جس میں درجنوں پیغمبروں اور نبیوں کے حالات شامل ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان مقدس ہستیوں کے حالات پر وہی مضامین جمع کئے گئے ہیں جن کی صداقت پر اللہ کی کتاب معتبر ''قرآن حکیم'' کی مہر ثبت ہے۔

ان مضامین کی ترتیب وتدوین کے دوران محض ''اُم الکتاب'' سے انتہائی احتیاط اور اہتمام کے ساتھ خوشہ چینی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں تحقیق وتفتیش و، محنت ومشقت، تلاش اور جستجو کے جن مراحل سے گزرنا پڑا ہے اس کا اظہار صفحہ قرطاس پر ناممکن ہے پھر بھی اتنا کہہ دینا درست ہوگا کہ اس کتاب کا لفظ لفظ خون جگر کی روشنائی سے تحریر کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کا

Marfat.com

مطالعہ خدائے عزوجل کی ودیعت کی ہوئی تعلیم کو سمجھنے میں ان لوگوں کی بھی مدد کرے جو اسے کارِ مشکل قرار دیتے ہیں۔ اوران کے ذوق کی تسکین بھی کر سکے جو روح پیکر کے رشتہ مقدس کو دین کے سلک سے جوڑے ہوئے ہیں۔

طالب دعا

احمد مصطفےٰ صدیقی راہی

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام

جناب آدم:

دنیا کا وہ سب سے پہلا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بہ تمام و کمال پیدا کر کے دنیا کی تمام قوموں کا باپ بنایا۔ اور آدم کہلایا۔

حضرت آدم علیہ السلام بحیثیت انسان اول جہاں ابوالبشر ہیں۔ وہاں اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے برگزیدہ بندے اور پیغمبر بھی ہیں۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر پچیس بار آیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیہ قرآنی عَلَّمَ آدمَ الاسماءَ کلّها ۔ میں لفظ آدم کو تنہا آپ کی ذات مراد لیا ہے اور تمام صفات کو جن کا قرآن حکیم نے اشارہ کیا ہے۔ صرف آپ ہی کی ذات سے منسوب کر دیا ہے۔ لیکن جمہور علمائے اسلام اس سے انکار کرتے ہیں اور اس آیہ مبارکہ کو تمام بنی نوع آدم پر منطبق کرتے اور مراد لیتے ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام کی شریعت یہ تھی کہ آپ کے عہد نبوت میں آپ کی زوجہ محترمہ اماں حوا سے جوڑا جوڑا پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے پیٹ سے پیدا ہونے والے جوڑے سے کر دیا جاتا تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس وقت افزائش نسل کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔

جناب آدم کی یہ شریعت ابوالبشر ثانی جناب نوح علیہ السلام کے زمانے میں منسوخ ہوئی جس کی تفصیل اگلے باب میں پیش کی جائے گی۔ مختصراً جناب آدم کی تعلیمات کے باب میں اتنا جاننا بس ہے کہ معرفت الٰہی، معاشرت کاشتکاری اور خورد و نوش کے

Marfat.com

قاعدے کلیئے تسلیم کرانے تک آپ کی تبلیغ محدود تھی۔

جناب آدم علیہ السلام خود بھی کھیتی باڑی کیا کرتے اور کپڑا بنا کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ کم وبیش نو سو تیس برس تک اس دنیا میں رہے۔ اور اپنی اولاد کو تعلیمات الٰہی سے روشناس کراتے رہے۔ ممکن ہے آپ کی عمر کے بارے میں کوئی مغالطہ یا مبالغہ ہو جیسا کہ مورخین کے مختلف بیانات سے ظاہر ہے تاہم یہ ضرور طے ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے بڑی طویل عمر پائی۔

آپ کے زمانے کا سب سے مشہور واقعہ ہابیل ابن آدم کا قتل ہے جو قابیل ابن آدم کے ہاتھوں اس وقت ہوا کہ جب کوئی آدمی قتل کرنے کے فعل سے واقف نہیں تھا۔ اور نہ کسی آدمی نے کسی آدمی کو مرتے دیکھا تھا۔ گویا اس اعتبار سے قتل ہابیل روئے زمین پر سب سے پہلا انسانی قتل تھا۔

یہ قتل کیوں ہوا؟ ہر چند اس کے متعلق کہانیاں تو کئی طرح کی ہیں مگر ان سب پر بات یہیں پر آ کر ختم ہوتی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے ہابیل کی شادی اپنی بیٹی اقلمیہ سے کرنا چاہتے تھے مگر آدم علیہ السلام کا بڑا بیٹا آپ کے اس ارادے کے خلاف تھا اور خود شادی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہابیل کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے ایک روز موقع پا کر قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن حکیم میں سورۃ مائدہ میں بیان کیا ہے۔

اب رہی یہ بحث کہ لفظ آدم کس زبان کا لفظ ہے اور یہ کس سے بنا ہے اور کس سے نہیں؟ مفسرین کے حوالے سے ہم اس باب میں بھی ضرور تھوڑا بہت عرض کئے دیتے ہیں۔

حرف آدم: لفظ آدم کے اشتقاق سے متعلق مختلف روایات ہیں اور اسی اختلاف کی بنیاد پر بعض آدم کے لفظ کو عربی کہتے ہیں اور بعض عجمی قرار دیتے ہیں۔

اصحاب اللغہ نے لفظ آدم کی تحقیق میں اپنے بیان کی بنیاد معقول پر رکھی ہے کہ منقول پر؟ ظاہر ہے کہ قلم یا تحریر کے فن کو نکلے ہوئے پانچ ہزار برس سے زیادہ مدت نہیں

Marfat.com

گزری اور دنیا اس سے کہیں پہلے کی آباد ہے۔ یہ سربستہ راز کھلے تو کیونکر کھلے۔

اہل فرہنگ نے معقول کی روشنی میں جو داد تحقیق فرمائی ہے۔ اس کی جزائیات میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بنیادی خیال میں کلام نہیں۔ سب کے نزدیک آدم ہماری موجودہ دنیا کا سب سے پہلا انسان اور تمام اقوام عالم کا پدرِ گرامی قدر ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

تاج اللغات ص ۱۱

آدم۔ ع۔ مذکر۔ انسان۔ سب سے پہلا آدمی۔ باوا آدم جس سے دنیا میں نسل پھیلی۔

جامع اللغات ص ۲۲

آدم۔ ع۔ مذکر۔ سب سے پہلا انسان جس سے انسان کی نسل شروع ہوئی۔ یہودیوں کے حساب سے حضرت آدم کی پیدائش ۴۰۶۱ قبل مسیح میں صبح پانچ بجے ہوئی جسے ۱۹۶۲ میں ۵۷۲۲ سال ہوتے ہیں۔ لیکن مصر میں جو لاشیں برآمد ہوئیں ہیں وہ چھ ہزار سال قبل مسیح کی ہیں۔ اور دنیا اس سے پہلے بھی آباد تھی۔

فرہنگِ آصفیہ ص ۵۱

آدم۔ ع۔ اسم مذکر۔ مادہ۔ آدم۔ اُدمتْ۔ آدیم۔ جو لوگ اس کا مادہ آدمت قرار دیتے ہیں وہ اس کے معنی گندم گوں اور رہنما کے لئے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ آدم کا رنگ گندمی تھا اور نیز وہ ہمارے پیشوا تھے۔ اس لحاظ سے یہ نام رکھا گیا اور جو لوگ اس کا مادہ آدیم ٹھہراتے ہیں ان کا بیان ہے کہ حضرت ادیم زمین سے بنائے گئے تھے اس لئے آدم کہلائے۔

بعضوں کی رائے ہے کی گندم کے باعث جنت سے نکلے تھے۔ اس سبب سے آدم کے نام سے موسوم ہوئے۔ صاحب منتخب اللغات اس لفظ کو عجمی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک اتفاقی امر ہے کہ عجمی اور عربی الفاظ کے معنوں میں باہم مطابقت ہو جائے۔

فرہنگ عامرہ ص ۲۳

Marfat.com

ادم۔ اُدم۔ گندم گوں کا آدمی۔ جمع اُدْمان۔

آدم۔ ع۔ بعض کہتے ہیں کہ آدمت (سزاوار امامت) سے ماخوذ ہے۔ بعض کہتے ہیں ادیم (روئے زمین) سے بنا ہے۔ سنسکرت میں آد پہلا من۔ منش (آدمی) کا مخفف۔ مذکر۔ وہ پہلا انسان جس سے نسل انسانی شروع ہوئی۔ حضرت آدم کو بہشت میں گیہوں کھانے کی ممانعت تھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے شیطان کے اغوا سے کھالیا۔ حالانکہ نبی کبھی شیطان کے شکنجے میں نہیں آتا اور آدم علیہ السلام پر کیا عذاب ہوا کہیں سے بھی ثابت نہیں ہاں البتہ زمین پر بھیجا گیا۔ آپ کو تو زمین کے واسطے ہی پیدا فرمایا گیا تھا۔

القرآن: ترجمہ: میں زمین کے واسطے خلیفہ بنانے والا ہوں۔

آدم (مفتوح) دنیا کا سب سے پہلا انسان حضرت آدم صفی اللہؑ سب سے پہلا نبی۔ تفسیر جلالین میں اس نام کی وجہ تسمیہ ادیم الارض قرار دی ہے۔ اور وہی وجہ سمجھی گئی ہے جو ہم نے پہلے تحریر کی ہے۔ شرح نصاب وغیرہ میں بھی وہی وجہ لکھی ہے جو ہم نے سب سے اول بیان کی ہے یعنی گندم گوں ہونا۔ اگر ان لوگوں کی رائے کو ترجیح دیں تو یہ لفظ عربی ورنہ عجمی ہے۔ روضۃ الصفا میں ایک روایت صحف ادریس سے نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بسیط عالم میں نوع انسان کو ظاہر کرنا چاہا تو زمین پر ایک ایسا شخص پیدا کیا کہ اس کو سریانی زبان میں مایوس کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت آدم عربی زبان سلب ہونے کے بعد سریانی زبان میں متکلم ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے نام میں دونوں زبانوں کا احتمال ہے۔ اس لفظ کا استعمال ہر آدمی پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی دو وجہ بیان کرتے ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں اس کی اصل بنی آدم ہے۔ بنظر تخفیف لفظ بنی کو حذف کر کے آدم کہنے لگے۔ بعض کا قول ہے کہ نہیں یوں بھی جائز ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر بیضاوی سورۂ فجر کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔ کہ جس طرح اولاً عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح کے ہر شخص کے ساتھ لفظ عاد کا استعمال کیا جاتا ہے اور ہر بنی ہاشم کے ساتھ ہاشم، پس اسی طرح آدم کے لفظ کا اولاد آدم پر اطلاق جائز ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یہی زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ بعض ملکوں میں اب تک یہی دستور ہے کہ باپ دادا کے نام پر نام رکھے جاتے ہیں۔ صرف پہچان کیلئے نمبر یا کوئی حرف لگا دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیث علیہ السلام

جناب آدم علیہ السلام کے رحلت فرمانے کے بعد آپ کے بیٹے جناب شیث پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب اتاری اور تعلیمات سے نوازا تاکہ وہ اپنی قوم کو شریعت سکھائیں اور ایمان واعتقاد کی صحیح راہ دکھائیں۔ جناب شیث علیہ السلام کے اسم گرامی کی وجہ تسمیہ کے باب میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لفظ شیث کے لغوی معنی عطیہ خداوندی کے ہیں۔ آپ چونکہ ہابیل کے سانحہ المناک قتل کے بعد پیدا ہوئے۔ اس مناسبت سے آپ کا نام شیث رکھا گیا۔ جناب شیث کی عمر کے بارے میں بھی اکثر مورخین کا اختلاف ہے۔ کوئی نو سو پینسٹھ برس بتاتا ہے۔ کوئی نو سو پچاس برس شمار کرتا ہے۔ کوئی نو سو بارہ، سات سو یا چھ سو اور کوئی صرف دو سو تیس برس بتاتا ہے۔ بہرکیف آپ نے بھی ایک لمبی عمر پائی۔

جناب شیث علیہ السلام اپنے ماننے والوں میں بہت مقبول اور کامیاب رہے یہاں تک کہ لوگ آپ کے انتقال کے بعد بھی آپ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے اور آپ کی تلقین کی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے رہے۔ جب سلسلہ اولاد شیث بڑھتے بڑھتے کسی پشت میں مہلائیل پر پہنچا تو لوگ آپ کے دین سے پھر گئے۔ کہتے ہیں مہلائیل بہت خوبصورت اور حسن میں جمال ولاثانی تھے۔ ہر کوئی ان سے پیار کرتا اور محبت رکھتا تھا۔ قدرت نے انہیں حسن صورت اور حسنِ سیرت دونوں خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ مہلائیل کے انتقال کے بعد ان کی قوم نے اپنے جذبات کی تسکین کے لئے ان کا بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس اندھی محبت اور کورانہ تقلید نے تمام کی تمام قوم کو بت پرست بنا دیا۔

Marfat.com

حضرت ادریس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت دیرینہ کے مطابق بت پرستوں کی اصلاح کے لئے پھر انہی میں سے ایک پیغمبر پیدا کیا جن کا اصل نام تو اخنوع تھا لیکن درس وتدریس میں بہت زیادہ انہماک رکھنے کے سبب وہ ادریس کہلائے۔

جناب ادریس علیہ السلام نے بت پرستوں کو توحید کی تعلیم دی اور ان کے دلوں سے انسان کی شخصیت وعظمت کے اس بت کو باہر نکال پھینکنے کی سعی فرمائی جس نے قدم قدم پر عظمت آدم کو پامال کر کے مٹی کے بے حس وحرکت گھروندے اور پتھر کے بے جان مجسمے کھڑے کر دیتے تھے۔

لیکن زمانے کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جناب ادریس کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر قوم ادریس نے اندھی محبت اور کورانہ تقلید اختیار کر کے پھر بت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ اور خود جناب ادریس بت شکن ہی کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنے لگ گئے۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام

جب گمراہی وظلمت نے عظمت آدم کو ملیا میٹ کر دیا اور شرف انسانیت کو گناہوں کی سیاہ فام چادر میں لپیٹ لیا۔ اور عقل کا اندھا انسان اپنے شرف وعظمت کو بھول کر اپنے ہی ایسے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل مان کر پوجنے لگا تو قدرت الٰہی کو جنبش ہوئی اور اس نے شرف انسانی کو شخصیت پرستی سے نکالنے اور بت پرستی سے پاک کرنے کے لئے اپنا وہ الوالعزم پیغمبر بھیجا کہ جس کا نام صفحہ ہستی پر ابوالبشر ثانی جناب نوح علیہ السلام کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

جناب نوح کا ذکر قرآن حکیم میں بیالیس جگہوں پر آیا ہے۔ لیکن آپ کا تفصیلی تذکرہ ذیل کی سورتوں میں ہے۔ سورہ آل عمران۔ سورہ نساء۔ سورہ انعام۔ سورۂ اعراف۔ سورہ یونس۔ سورہ ہود۔ سورہ انبیاء۔ سورہ فرقان۔ سورہ شعرا۔ سورہ عنکبوت۔ سورہ صافات۔ سورہ نوح۔ سورہ قمر۔ سورہ مومنون۔ سورہ مومن۔

کسی واقعہ کے اعتبار سے جملہ انبیاء و مرسلین میں جن انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ ان میں جناب نوح پے در پے تکلیفیں اٹھانے اور خدا کو بھولے ہوئے انسانوں کو توحید کا سبق یاد دلانے کی سینکڑوں برس تک جدوجہد کرتے رہنے کے اعتبار سے ایک اولوالعزم نبی ورسول ہیں۔

تذکرہ نویسوں نے جناب نوح علیہ السلام کا اصل نام یشکر لکھا ہے مگر کثرت گریہ کے سبب آپ نوح کے نام سے مشہور ہو گئے۔ یہ سوال کہ گریہ کس بات پر تھا۔ اس کے متعلق

Marfat.com

مختلف روایات ہیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ قوم کی سخت گمراہی وسنگدلی پر آپ نوحہ کرتے رہنے کے سبب نوح کہلائے۔ کوئی کہتا ہے آپ اپنے بیٹے کی ہلاکت پر روتے رہنے کی وجہ سے نوح مشہور ہوئے۔ بہر کیف معنوی لحاظ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ برس ہا برس تک نوحہ کرتے رہنے سے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

اکثر مورخین ومفسرین نے اپنے مستند اخبار سے یہ ثبوت پیش کیا ہے۔ کہ حضرت نوح اپنی ماں اور باپ دونوں کے شجرہ آدم تک قطعی موحد تھے۔ آپ کی جد میں ایک بھی فرد بت پرست نہیں تھا۔

شجرہ: حضرت نوح کے والد کا نام لمک (بالفتح لام۔ وسکونِ میم) تھا۔ اور والدہ محترمہ سخانبت انوش تھیں۔ یہ انوش سوائے ان کے ہیں جو اجداد حضرت نوح میں تھے اور بعض روایات میں۔ مادر نوح فینوس بن کامل ابن مخرائیل ابن کیان ابن اخنوع (ادریس) تھیں۔ اور عطا مفسر نے بھی لکھا ہے کہ تمام آباؤ واجداد حضرت نوح آدم علیہ السلام تک مومن وموحد تھے اور ماں بھی مومنہ تھی۔

منصب نبوت ورسالت: حضرت آدم سے حضرت نوح تک آٹھ واسطے ہوتے ہیں۔ جس زمانے میں اولاد قابیل آتش و پرست بت پرست ہو کے مقابلہ پر آئی اور حضرت ادریس کی وفات کے بعد سے اس وقت تک کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول اولوالعزم کو تمام اہل ارض کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تفریح الاذکیا فی احوال انبیاء۔ معالم التنزیل۔ مدارک التنزیل۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر کشاف۔ انوار التنزیل۔ جواہر القرآن۔ یاقوت التاویل۔ تفسیر سورہ یوسف از امام غزالی۔ در منثور۔ وغیرہ۔ مذکورہ بالا کتب میں اس کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ادریس کے پانچ حسین و جمیل اور عابد وصالح بیٹے تھے۔ خلق خدا کو ان سے قلبی اُنس تھا۔ وہ ان کی شخصیت سے بہت متاثر تھی۔ جب یہ انتقال کر گئے تو قوم نے پانچ قوی الجثہ۔ تصاویر مختلفہ پتھر کے بت بنائے اور ان کے نام حضرت ادریس کے بیٹوں کے نام پر تجویز کر لئے۔ پہلے کا نام ودّ تھا اسے خدا

Marfat.com

کی محبت کا مظہر اور ظہور عالم کا مبدء قرار دیا۔ دوسرے کا نام سواع تھا۔ اسے مظہر ثبات وقرار خداوندی ٹھہرایا۔ اسے برہما بھی کہتے ہیں۔ تیسرے کا نام یغوث تھا اسے مظہر دادارسی مشکل کشائی خیال کیا گیا۔ چوتھے کا نام یعوق تھا اسے کاشف الضر ودافع البلا سمجھا گیا۔ ہندو اسے شو کے نام سے پکارتے ہیں۔ پانچویں کا نام نسر تھا۔ اور اسے مظہر قوت خداوندی ٹھہرایا گیا۔ ہندو اسے ہنومان کہتے ہیں۔ پہلے بت کی صورت مرد کی تھی۔ دوسرے کی عورت پر۔ تیسرے بت کو گھوڑے کی صورت پر۔ چوتھا بت بصورت شیر اور پانچویں بت کو کرگس کی صورت پر تراشا گیا تھا۔

دعوت حق: حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا۔ اے لوگو۔ ود، سواع، یغوث، لیبوق اور نسر، انسانی شخصیتوں کے یہ مجسمے۔ یہ بت اس حاکم الحاکمین کی بارگاہ میں کچھ دخل رکھتے ہیں نہ سفارش جو ایک، اکیلا ہے واحد ہے۔ زمین آسمان کا خالق ہے موت وحیات اس کے قبضے میں ہے۔ مگر قوم نے آپ کی بات پر مطلق کان نہ دھرا۔ حضرت نوح ایک ایک شخص کے گھر پہنچ پہنچ کر اسے دعوت حق دیتے۔ اس کو سیدھی راہ دکھانے کی سعی کرتے۔ مگر لوگ اثر پذیر ہونے کی بجائے۔ بتوں پر ہاتھ اٹھانے کی جگہ آپ پر ہاتھ اٹھاتے، یہاں تک کہ مارتے مارتے بیہوش کر دیتے تھے۔ حضور محمد ﷺ سے روایت ہے کہ اپنی قوم سے کسی پیغمبر نے اتنی زحمت واذیت نہیں اٹھائی جتنی حضرت نوح نے اپنی قوم کے ہاتھوں اٹھائی ہے۔

تین پہلو: رشد وہدایت کے ضمن میں حضرت نوح کی تبلیغ کے تین پہلو ہیں۔ اول جلال خداوندی، دوم جمال الٰہی، سوم براہین ودلائل قدرت الٰہیہ۔ سورہ نوح میں ہے کہ نوح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس سے کہا کہ ڈرتے رہو اللہ کے عذاب سے جو بہت سخت ہے۔ اور تمہیں کوئی طاقت اس کی گرفت سے نہیں چھڑا سکتی۔ قوم نے کہا اے نوح! تم اب تک ہم سے بہت جھگڑتے رہے لیکن بس اب جھگڑ چکے۔ تم اگر سچے ہو تو جس عذاب سے تم اب تک ہمیں ڈراتے تھے۔ اب اسے لے ہی آؤ۔ حضرت نوح نے بڑی لجاہت سے کہا میں تو کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر اور اس کا رسول ہوں۔ تم

Marfat.com

سے صرف فقط اتنا کہتا ہوں کہ ان بتوں کو چھوڑ کر اسی ایک ذات پر ایمان لے آو۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ قوم نے کہا اگر اللہ کو کوئی رسول ہی بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیج دیا ہوتا۔ تم تو ہمیں لوگوں جیسے ایک انسان ہو۔ تمہیں کس لئے بھیج دیا گیا؟

مقصد یہ کہ حضرت نوح قوم کی طرح طرح کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے۔ مصیبتیں اٹھاتے اور دکھ پر دکھ سہتے چلے گئے۔ مگر قوم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ سخت نفرت اور تکبر کا ثبوت دیا۔

خدا کے عذاب سے ڈرانے دھمکانے سے جب کچھ کام نہ چلا تو قوم کو سیدھی راہ پر لانے کے لئے اب آپ نے جمال کا رنگ اختیار کیا۔ قوم کو ثواب و جزا کی ترغیب دینی شروع کی۔ مگر قوم کا حال یہ تھا یہ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں کہ گمراہ قوم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اوپر سے کپڑے اوڑھ لئے۔ ضد پکڑ لی اور اکڑے رہے۔ (ترجمہ آیہ قرآنی) اب آپ نے دلائل و براہین کا سہارا لیا۔ فہمایا۔ اے لوگو تم اپنے رب سے معافی چاہو وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر مینہ برسائے گا۔ مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم خدا پر ایمان اور اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح کی حالتوں سے پیدا کیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔ اور چاند کو اس میں زمین کا چراغ ٹھہرایا۔ اور خدا ہی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا۔ پھر اسی سے تمہیں نکال باہر کھڑا کرے گا۔ اور خدا ہی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے۔ تاکہ اس کے بڑے بڑے کھلے راستوں پر چل سکو۔ والمخلص سورہ نوح۔ سورہ ہود۔)

مگر ان بے رحموں کی شقاوت و گمراہی انتہا کو پہنچ چکی تھی حتیٰ کہ یہ لوگ مرنے لگتے تو اپنی اولاد کو وصیت کر جاتے کہ دیکھنا کہیں نوح کی باتوں میں نہ آ جانا۔ اپنے باپ دادا کے خداؤں کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ جس دین پر ہم قائم ہیں اسی دین پر تم قائم رہنا۔ قرآن حکیم میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے حضرت نوح کی عمر پچاس کم ایک ہزار کی بتائی ہے۔ مورخین کہتے ہیں حضرت نوح نے کامل چھ سو برس تک اپنی قوم کو صراط مستقیم دکھانے کی سعی کی۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ دکھ پہ دکھ اٹھا رہے ہیں۔ قوم آپ کی جان کی دشمن بلکہ خون کی پیاسی ہے لیکن آپ ہیں کہ صدیوں سے مصائب اٹھاتے چلے آنے کے باوجود ہدایت کی راہ دکھانے سے منہ نہیں موڑتے۔ اتنے عرصہ دراز میں کہتے ہیں کہ صرف اسی (۸۰) آدمیوں نے ہدایت قبول کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے۔

<u>مہر قلوب:</u> آخر الامر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے نوح جو ایمان لا چکے وہ ایمان لا چکے۔ اب ان کے علاوہ کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ آپ اس قوم کے اعمال پر ہرگز رنجیدہ نہ ہوں۔

جب قوم کی سنگدلی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے۔ اور تمام گمراہوں کو اپنے ساتھ سمیٹ لے جائے۔ یہاں تک کہ زمین کفر وظلمت سے یکسر پاک ہو جائے تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔

"اور کہا نوح نے اے رب سے نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک بھی گھر کہ نسل کافروں کی باقی نہ رہے۔" اے رب ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ان لوگوں کی فرماں برداری جو سوائے مال واولاد کے نقصان کے ان کے حق میں کچھ مفید نہیں۔ یہ لوگ مجھ سے بڑی بڑی چالیں چلتے رہے مجھ کو اور میرے مومنوں کو قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپس میں کہنے لگے کہ تم اپنے اپنے بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اے میرے رب ان لوگوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کر دیا تو انہیں گمراہ کر دے۔ پھر آپ نے یہ دعا کی اے میرے رب کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دے اگر تو انہیں رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور ان سے جو اولاد ہوگی۔ وہ گمراہ اور ناشکر گزار پیدا ہوگی۔ اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر، میرے گھر میں آئے اسے اور تمام ایمان والوں

Marfat.com

کو معاف کر دے۔ اور ظالموں کے لئے تباہی اور بربادی کو حرکت میں لا۔

صنعت کشتی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت نوح کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے نوح ایک کشتی بناؤ اور ظالموں سے اب کوئی بات نہ کرو۔ یقیناً یہ سب کے سب غرق ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ حکم پاتے ہی اپنے مومنوں کو اکٹھا کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے باخبر کیا۔ اس کے بعد آپ نے لکڑیاں اور دیگر سامان آبادی سے کئی دور دراز مقام پر لے جا کر جمع کیا اور کشتی بنانی شروع کی۔ مگر قوم نے اس وقت بھی آپ سے مذاق کیا۔ اور کہا واہ کیا کہنے تمہارے! پہلے تم اللہ کے رسول تھے۔ اب رسول سے بڑھئی بن گئے۔ مگر سنو تو یہاں دریا، سمندر تو کوئی ہے نہیں تم یہ کشتی چلاؤ گے تو کس پر، خشکی پر؟ یا ہوا پر؟

جب کشتی بن کر تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے نوحؑ آپ اور آپؑ کے اہل و عیال کشتی میں بیٹھ جائیں اور مخلوقات کی چیزوں میں سے جوڑا جوڑا لے لیں اور خدا کے حکم کا انتظار کریں۔

نوعیت عذاب: پھر خدا کا حکم آ گیا اور تنور سے پانی ابلنے لگا۔ اور آسمان سے پانی کے دھارے بہنے لگے یہاں تک کہ بے قیاس و گمان زمین زیر آب ہو گئی اور پانی مسلسل پانچ ماہ تک کھڑا رہا اس عالم میں حضرت نوح نے کشتی کے نیچے جو دیکھا تو اپنے گمراہ بیٹے کو پانی میں غوطے کھاتے پایا۔ باپ کی محبت جوش میں آ گئی چلائے بیٹے ادھر آ جا۔ دیکھنا کافروں میں شامل نہ ہونا۔ اس نے کہا یہ پہاڑ ہے مجھے اس پر پناہ مل جائے گی۔ ابھی دم کے دم میں اس اس پر آیا چاہتا ہوں۔ یہ مجھے اس طوفان سے بچا لے گا۔ حضرت نوح نے فرمایا۔ آج خدا کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ لیکن ہاں جس پر خدا رحم فرمائے۔ اتنے میں پانی کی ایک تند و تیز لہر آئی۔ اور اس نافرمان کو بحر فنا میں بہا کر اپنے ساتھ لے گئی۔

مفہوم آل: بیٹے کی موت سے بے تاب ہو کر پکارے اے میرے اللہ بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اور میرے اہل کو نجات دینے کا تیرا وعدہ سچا ہے۔ ارشاد ہوا۔ اے نوح اہل وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہوں اور نا اہل وہ ہے جس کے اعمال اچھے نہیں۔

111385

Marfat.com

اینوح جس شے کا تجھے علم ہی نہیں اس کا مجھ سے ذکر ہی نہ کر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اب تو کوئی نادانی نہ کر بیٹھنا۔ نوح نے عرض کیا اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز سے متعلق سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تو مجھے بخشے گا نہیں تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔

اہلِ کشتی شدتِ باد اور کثرتِ امواج سے بدحواس ہوئے جا رہے تھے۔ پانی پہاڑوں سے چالیس گز بلند تھا۔ اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا رہا تھا کہ خدا خدا کر کے ایک مدت کے بعد کشتی جبل جودی پر آ کر ٹھہری جسے تورات میں ارارات کہا گیا ہے۔ آپ کشتی سے اترے اور قریہ قروی میں آ کر قیام کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔ کیونکہ اس وقت یہ گاؤں انہی اسی (۸۰) گھروں سے آباد کیا گیا جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے۔ لوگ اسی مناسبت سے اس قریہ کو اب تک سوق ثمانین کے نام سے پکارتے ہیں۔

ابوالبشر ثانی: علامہ ابن خلدون کہتے ہیں۔ جب طوفان آیا تو اہل کشتی کے سوا کوئی متنفس جانبر نہ ہوا۔ چونکہ اہلِ سفینہ نے نہ تو کوئی اپنے پیچھے اولاد چھوڑی اور نہ ان کے توالد و تناسل ہی کا سلسلہ چلا بنا بریں اس وقت دنیا میں جتنی بھی قومیں آباد ہیں وہ سب کی سب حضرت نوح علیہ السلام کی ہی نسل سے ہے۔

نوح بحیثیت ابوالبشر ثانی: بعد از طوفان نوح کے تین بیٹے بیان کئے جاتے ہیں۔ بڑے کا نام یافث، چھوٹے کا نام حام اور منجھلے بیٹے کا نام سام تھا۔ جملہ تواریخ عالم میں یہ بیان متفقہ طور پر مذکور ہے کہ حضرت نوح ابوالبشر ثانی کے بعد آپ کے یہی تینوں بیٹے آج دنیا کی تمام قوموں کے مورثِ اعلیٰ ہین۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش یا نوح کے طوفان تک کیا اولاد آدم اطرافِ عالم میں پھیل چکی تھی؟ مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے مابین بُعد زمانی کتنا ہے یعنی کتنی مدت کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

Marfat.com

مورخین نے حضرت آدم اور حضرت نوح کے مابین مدت دو ہزار دو سو چالیس برس بیان کی ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت نوح جب چھ سو برس کے ہو کر اپنی عمر کے دوسرے ماہ کے سترھویں دن کو پہنچے تو آپ کی گمراہ قوم کی گرفت کے لئے اللہ تعالیٰ کا وہ مشہور عذاب آیا جسے آج تک دنیا نوح کے طوفان کے نام سے یاد کرتی ہے۔ گویا اس حساب سے حضرت نوح کی پیدائش حضرت آدم کی وفات کے ایک ہزار چھ سو بیالیس برس بعد ہوئی۔ نیز حضرت آدم کی عمر جو اکثر مورخین نو سو تیس برس کی بتاتے ہیں۔ اگر حضرت آدم کی یہ عمر بھی حضرت نوح کی پیدائش تک حساب میں لگالی جائے تو اس اعتبار سے آدم سے نوح تک دو ہزار پانچ سو بہتر برس کی عمر شمار ہوتی ہے۔ یہ تخمینہ جو ہم نے چند ایک تاریخوں کی اسناد سے پیش کیا ہے ممکن ہے کم بیش ہو لیکن اس سے ایک طول وطویل عرصہ تو ضرور سمجھ میں آتا ہے۔ بات ہزاروں میں نہیں سینکڑوں میں سہی۔ بہر کیف اس حد تک تو ضرور طے ہو جاتی ہے کہ آدم و نوح کے مابین ایک خاصا بُعدِ زمانی ہے۔ اب اتنے قلیل یا لمبے عرصہ میں ہم روئے زمین کا تمام آدمیوں سے آباد ہونا۔ مان لیں یا غیر آباد ہونا تسلیم کر لیں لیکن حضرت نوح کے پسران ہر سہ مذکورہ کو جملہ اقوام حاضرہ کا مورثِ اعلیٰ قرار دینے کی بنا پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیہ قرآنی لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ ۔ سے نوح کے طوفان کی عالمگیریت کا جو استدلال کیا گیا وہ غلط ہے۔

اس بیان کی تغلیط اس وقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک حام، سام اور یافث کے مورث اعلیٰ ہونے کا ابطال نہ کیا جائے۔ اس باب میں قرآن کریم سے کوئی نتیجہ نکالنے کی سعی کرنا بے کار ہے کیونکہ قرآن حکیم کوئی تاریخ یا جغرافیہ کی کتاب نہیں ہے۔ کلام الٰہی نسل انسانی کے فروغ سے متعلق ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا لنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ .

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور کنبے بنا دیئے۔ دراصل اَلارضَ کے معنی تمام روئے زمین کے ہیں یا کسی مخصوص خطہ

Marfat.com

زمین کے؟ معنی کا تعین کرنا دشوار ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مختلف المعانی الفاظ اپنے موقع ومحل کی مناسبت سے معنی دیتے اور استعمال میں آتے ہیں۔ الارض جہاں حضرت موسیٰ کے باب میں آتا ہے۔ ملک مصر کے معنی دیتا ہے۔ وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لعال فِی الۡاَرۡضِ اور جہاں حضرت آدم کی خلافت سے متعلق آتا ہے۔ وہاں تمام روئے زمین کے معنی میں آیا ہے۔ ''اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً'' (اَلۡاَرۡضِ) سے بفرض محال ایک مخصوص خطہ زمین مراد لے بھی لیا جائے تب بھی طوفان کی اس نوعیت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا جو اسے عالمگیر تسلیم کر کے قائم ہوتی ہے۔ حقیقت میں نوح کے طوفان کو عالمگیر کہنے سے روئے زمین کی ویرانی بیان کرنا ہے نہ کہ خود زمین کی تباہی؟ زمین کی ویرانی یہ ہے کہ اس پر کوئی چرند، پرند، انسان حیوان آباد نہ ہو۔ اور تباہی یہ ہے کہ زمین اپنی تمام صلاحیتوں سے محروم ہو جائے یا اس کا وجود مٹ جائے۔

ارباب تاریخ اس طوفان کے علاوہ دو طوفان اور بھی لکھتے ہیں ایک طوفان قبل آدم اور دوسرا طوفان عہد موسیٰ میں جو صرف مصر کے لئے تھا۔ مگر طوفانِ نوح سب کے لئے تھا۔

نوع طوفان: ہمارے خیال میں طوفان کو جو عالم گیر کہا گیا ہے غالباً استعارے کے طور پر ہے ورنہ جغرافیائی حیثیت سے دیکھا جائے تو بہ یک وقت تمام روئے زمین کا زیر آب آجانا بعید از فہم وقیاس ہے۔ رہی بات استعارے کی۔ سو اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

استدلال: اول یہ کہ آدم سے طوفان نوح کے آنے تک ممکن ہے انسانی آبادی محدود ہو۔ یعنی انسان پھیل کر قبیلوں اور کنبوں میں ابھی تقسیم نہ ہوئے ہوں اور جب یہ پھیلاؤ نہ ہوگا تو ممکن ہے دنیا کے تمام گوشے انسان کی نگاہوں کے سامنے ابھی آئے نہ ہوں گے۔ لہٰذا انسان نے اس وقت اپنے علم کے مطابق جتنا خطہ زمین دیکھا یا متصور کیا بس اسی کو تمام عالم قرار دے لیا۔

طوفان عالمگیر: آدم ونوح کے درمیان جو چند ایک ہزار کا فاصلہ ہے۔ اس فاصلے میں

Marfat.com

اس زمانے کے ذرائع کے لحاظ سے اور طوالت عمر کے اعتبار سے کوئی چنداں بعد نہیں دکھائی دیتا۔ پس ممکن ہے کہ نوح کے عہد رسالت تک ایک ہی ملت چلی آ رہی ہو اور اس وقت یہی لوگ دنیا میں آدم کی تمام اولاد خیال کئے گئے ہوں پس جب نوح کا طوفان آیا اہل سفینہ کے سوا سب کے سب غرق ہو گئے۔ غالباً اسی مناسبت سے طوفان کی شدت کو واضح کرنے کے لئے اسے عالمگیر قرار دیا گیا۔

نکتہ: قرآن حکیم طوفان کے عالمگیر ہونے یا نہ ہونے پر اگرچہ کوئی حکم نہیں لگاتا البتہ کیفیت ضرور بیان کرتا ہے، فرماتا ہے۔ فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَا مِنْهُمْ وَ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ وَحَمَلْنَٰهُ عَلٰى ذَاتِ انوح وستجری باعینا۔ پس ہم نے بکثرت پانی برسنے کے لئے آسمان کے دہانے کھول اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے۔ پھر تو پانی اس کام کے لئے جمع ہو گیا جو تجویز ہو چکا تھا۔ اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر لیا جو ہماری نگرانی میں جا رہی تھی۔ وَهِيَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں میں چلنے لگی۔ اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی گھٹ گیا اور قصہ بھی تمام ہو گیا۔ اور کشتی جودی پہاڑ آ پڑی۔ فانجینہ ومن معہ فی الفلک المشحون ثم اغرقنا بعد الباقین۔ ان فی ذلک لاٰیۃ وما کان اکثر ھم مومنین۔ تو ہم نے نوح کو اور ان کے ساتھیوں کو جو کشتی میں سوار تھے بچا لیا۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا۔ اس میں ایک نشانی ہے اور اکثریت تو انہی کی ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے۔ فانجینہ واصحب السفینۃ جعلنھا اٰیۃ للعلمین۔ سو ہم نے نوح کو اور جہاز والوں کو بچا لیا اور ہم نے انہیں ساری دنیاؤں کے لئے نشانی بنا دیا۔

ملخصات: نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندوں (آیات قرآن حکیم ہیں) "پرستش کرو اس کی جس کے سوا اور تمہارا سچا معبود نہیں۔ اس کی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تو سمجھتے ہیں تو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ نوح نے کہا اے قوم

Marfat.com

میں تو گمراہ نہیں۔ البتہ اس کا بھیجا ہوا ضرور ہوں۔ جو سارے جہان کا مالک ہے۔ تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے رب کا ارشاد تم میں ہی سے ایک مرد کی زبان پر تمہیں پہنچا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں (اس کے عذاب سے) ڈرائے اور اس لئے کہ تم (گناہوں سے) بچو۔ اور اس لئے کہ تم پر رحم ہو۔ آخر ان لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور انہیں جو اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھے تھے۔ بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ انہیں ڈبو دیا کیونکہ وہ لوگ اندھے تھے۔ (الاعراف)

<u>قرآن حکیم:</u> اور اے پیغمبر (محمد رسول ﷺ) نوح کا قصہ یاد کر جس کے بارے میں اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے دوسروں سے کہنے لگے یہ ہے کیا؟ ''تم جیسا ایک آدمی'' بس اس کا مطلب یہ ہے کسی طرح تمہارا بڑا بن جائے۔ اور اگر واقعی اللہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجنا چاہتا ہے تو فرشتہ اتارتا ہم نے ایسی بات اپنے اگلے باپ دادوں میں بھی کبھی ہوتی ہوئی نہیں سنی۔ اس مرد (نوح) کو اور کچھ نہیں ''دیوانگی ہوگئی ہے'' تو ایک وقت تک اس کی راہ دیکھو۔ نوح نے سینکڑوں برس سمجھانے کے بعد مایوس ہونے پر یہ دعا کی۔ اے میرے پروردگار میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھوٹا بنا دیا ہے (اب وہ راہ پر نہیں آنے والے) آخر ہم نے اسے حکم بھیجا کہ ہمارے روبرو جیسے ہم بتائیں ایک کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابلنے لگیں تو اس میں ہر جانور کا جوڑا اٹھالے۔ اور لوگوں کو بھی۔ مگر ان میں سے نہیں جن کے لئے پہلے ہی سے حکم آچکا ہے۔ اور ان ظالموں کے معاملے میں اب ہم سے کچھ نہ کہہ کہ وہ تو اب ضرور ڈوبیں گے۔ پھر جب تو اور تیرے مومن کشتی پر سوار ہو جائیں تو یوں کہہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے چھڑایا۔ اور یہ دعا کر میرے رب مجھے اس کشتی میں یا اس کشتی سے زمین پر برکت کا اتارنا اتاریو۔ اور تو سب اتارنے والوں میں اچھا اتارنے والا ہے۔''

<u>واقعہ نوح کی افادیت:</u> طوفان عالمگیر تھا کہ مقامی؟ یہ بحث فضول محض ہے۔

Marfat.com

دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ ہمیں قصہ نوح سے تعلیم کیا ملتی ہے؟ ہمیں یہ معلوم کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کہ طوفان کا پانی کتنا تھا اور کہاں کہاں تک طوفان کا اثر پہنچا؟

درحقیقت قصہ نوح میں استقلال کے ساتھ مسلسل کام کرنے اور ایک طویل مدت تک اپنے مقصد کی طرف بڑھے چلے جانے کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور حصول مرام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا سبق ملتا ہے۔

نیز اہل سے متعلق ایک تفصیل سامنے آتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جسمانی رشتہ کے باوجود اگر کوئی شخص مقصد سے دور جا پڑے تو نااہل کہلاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السّلام

افتخار نسبی: حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد بڑھ بڑھ کر اب دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہے۔ اور ان کے الگ الگ قبیلے اور علیحدہ علیحدہ شعوب قائم ہو چکے ہیں۔

مگر ان سب میں بنی سام کی نبوت و سلطنت کی موہبت روز ازل سے انہی کے حصے میں چلی آ رہی تھی۔ دنیا کی دیگر تمام قوموں سے خود کو برتر و اعلیٰ خیال کرتے تھے۔ پھر بنی سامیوں میں خاص کر عرب کے لوگ تو حسب و نسب اور فخر و مباہات کے معاملے میں سب سے آگے نکل گئے۔ جیسا کہ لفظ عرب بمعنی فصیح سے ظاہر ہے۔ اور اس حقیقت سے عیاں ہے کہ اہل عرب اپنے مقابلہ میں دنیا کی دیگر تمام قوموں کو گونگا اور کم تر سمجھتے ہیں۔

مسعودی کی روایت ہے کہ عرب کا سب سے پہلا بادشاہ عوض ابن ارم ابن سام تھا۔ جس نے کامل تین سو برس تک بادشاہت کی۔ اس کے بعد عوض کا بیٹا عاد بادشاہ بنا۔ بیہقی کا خیال ہے کہ تین سو برس کی عمر یا حکومت عوض نے ہرگز نہیں پائی، ہاں عاد نے پائی ہے۔ عرب کا پہلا بادشاہ عوض تھا کہ عاد؟ اس بات میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی عاد کو ٹھہراتا ہے کوئی عوض کو۔

بیہقی کے بیان کے مطابق عاد کے تین بیٹے تھے ایک شدّاد۔ یہ وہی شداد ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے زمین پر ایک جنت بنائی تھی جسے عالم روحانی یا جنت سماوی کا جواب ٹھہرایا گیا۔ خدا معلوم یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے

Marfat.com

حقیقت یہی ہے کہ مفسروں کی یہ خالی خولی من گھڑت اور دل بہلاوے کی ایک کہانی ہے۔
دوسرا شدید اور تیسرا امر تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ عاد کے ان تینوں بیٹوں نے ایک طویل عرصہ تک یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ شداد کے بارے میں کہتے ہیں کہ عاد کے مرنے کے بعد سب سے پہلے باپ کی حکومت اسی کے ہاتھ آئی۔ شداد نہایت بہادر اور جواں مرد بادشاہ تھا۔ اس نے شام و ہند اور عراق کے ملکوں کو فتح کر کے اپنی قلمرو کو بہت جلد وسیع کر لیا۔ بحیثیت مجموعی بنی لقمان ابن عاد نے ایک ہزار برس یا اس سے کچھ زیادہ عرصے تک حکمرانی کی۔

طوفان نوح کے بعد جب دنیا پھر سے آباد ہوئی ہے تو اس وقت کے اعتبار سے دنیا کی تمام قوموں میں قوم عاد ایک عظیم الشان ملت مانی گئی ہے جسے بڑی دولت وحشمت اور قوت وسطوت حاصل تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مبدء فیاض سے جسمانی برتری بھی میسر تھی۔ مگر افسوس انسان ضعیف البنیان جب دوسروں کی بہ نسبت کوئی دولت و قوت اور جاہ و عزت زیادہ پالیتا ہے چنانچہ یہی ہوا۔ قوم عاد کی دولت وحشمت نے انہیں گمراہ کر دیا وہ مالک ازلی کو بھول کر خود عالم کے مالک بننے لگے۔ توحید کا سبق بھلا کر خود کو منوانا شروع کر دیا۔ مختصراً یہ کہ شخصیت پرستی کے وہ دروازے جو بت خانے کہلاتے ہیں۔ خدا سے غافل انسان کے لئے پھر کھل گئے۔

قوم عاد صفحۂ ہستی پر قوم نوح کے تین چار برسوں کے بعد نمودار ہوئی۔ اس قوم کے تیرہ بڑے بڑے قبیلے تھے۔ اور سب کے سب گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بت پرستوں کو توحید کا بھولا ہوا سبق سکھانے کے لئے انہی میں سے پھر ایک نبی پیدا کیا۔ انبیاء و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ میں یہ برگزیدہ نبی حضرت ہود علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں۔
قصہ ہود: قرآن حکیم میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کئی ایک مقامات پر آیا ہے۔ لیکن سورہ اعراف ۔ سورہ الشعراء۔ اور سورہ ہود میں خاص کر زیادہ مذکور ہے۔
حضرت ہود نے قوم عاد کو پورے پچاس برس تک کامل استقلال کے ساتھ دعوت

Marfat.com

حق دی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے انہیں جان سے مار ڈالنے تک کی ٹھان لی۔ مگر آپ تھے کہ برابر میدان تبلیغ میں کمال استقامت کے ساتھ بڑھتے چلے گئے۔ مگر افسوس جو لوگ ہدایت قبول کرنا ہی نہیں چاہتے ان پر گمراہی کی مہر لگ جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق قوم عاد کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی اور اس نے کسی طور پر بھی دعوت حق قبول نہ کیا۔

قوم عاد نے کہا۔ اے ہود ہم تمہاری بات کیسے مان لیں؟ کیونکر اپنے خداؤں سے منہ پھیر لیں؟ تم جو کہتے ہو اس کے صحیح ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے؟ اصل میں تم ہمارے خداؤں کو مانتے نہیں۔ ہمارے خداؤں نے تم سے ناخوش ہو کر تمہیں پاگل بنا دیا ہے۔

جب حضرت ہود علیہ السلام اتمام حجت کے طور پر کوئی معجزہ دکھاتے تو قوم عاد کے لوگ بے تکلفی سے کہہ دیتے کہ یہ تو کوئی شعبدہ باز یا جادوگر ہے بالآخر جب آپ سمجھا بجھا کر تنگ آ گئے۔ اور کوئی سبیل ہدایت کے راستے پر لانے کی نظر نہ آئی تب ہاتھ اٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں آپ نے دعا کی۔ پورے تین برس زمین پر پانی کی ایک بوند تک نہ پڑی۔ سر سبز و شاداب کھیت اجڑ گئے۔ فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں۔ باغ ویران ہو گئے۔ غرض وہ قحط پڑا کہ سب کا حال پتلا ہو گیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم کے اس حال پر ترس آ گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ اے لوگو! توبہ کا دروازہ کھلا ہے ابھی بھی وقت ہے باز آ جاؤ۔ خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں جھک کر اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور آئندہ کیلئے توبہ کر لو اور سچے دل سے اقرار کرو کہ اس کے سوا کسی اور کی پرستش نہیں کرو گے۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ جنہیں تم اپنے نفع و نقصان کا مالک خیال کرتے ہو وقت آ پڑنے پر وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ مگر افسوس اس پر بھی انہوں نے کچھ اثر قبول نہ کیا۔ ہر چند قدرت الٰہی نے انہیں بہت ڈھیل دی لیکن انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور اس پر مطلق خبردار نہ ہوئے۔

بالآخر جب ڈھیل انتہا کو پہنچ گئی تو ایک کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف

Marfat.com

چھا گئی۔ وہ بارگاہ الٰہی سے بھاگی ہوئی قوم جس کا صفحہ ہستی سے نام ونشان تک مٹانے کے لئے قدرت کی جانب سے یہ سامان ہو رہا تھا۔ اسے اپنے لئے سحاب رحمت خیال کرنے لگی۔ ابرِ سیاہ کو مستانہ وار افق سے اٹھتے دیکھ کر عاد کے لوگ خوشی میں جھومنے لگے۔ دلوں میں فرط انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مرد وزن پیر و جوان سب گھروں سے باہر نکل آئے۔ حضرت ہود نے فرمایا اے عقل کے اندھوں تم سمجھتے ہو یہ کالی گھٹا! یہ ابر سیاہ! جو افق سے ہر طرف پھیلتا اور بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ تمہارے لئے مسرت و شادمانی کا پیغام لے کر آ رہا ہے۔ اے لوگو ڈرو اس سے یہ تمہارے لئے پیغام اجل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اس کی قدرت کی غضب ناکی ہے جو تمہیں پکڑنے کے لئے بڑی تیزی سے بڑھی چلی آ رہی ہے۔ یہ ابرِ سیاہ پانی سے خالی ہے۔ اس میں ہوا کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ تمہاری ہلاکت کا ایک ذریعہ ہے۔

بالآخر مہلت کی معیاد ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب قوم عاد ایسی زبردست شان و شوکت کی غرور زدہ قوم کو سزا دینے کے لئے طوفانِ باد کی صورت میں نمودار ہوا۔ ہوا کیا تھی قہر الٰہی تھا۔ انسان، حیوان تو کیا بڑی بڑی پتھر کی مضبوط چٹانیں اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکیں۔ شدت باد نے قوم عاد کو ایسے اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹخا کہ جسم ریزہ ریزہ اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں جو لوگ اس طوفان سے جان بچانے کے لئے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے۔ قہر الٰہی نے انہیں وہیں پر دبوچا یہاں تک کہ بڑی بڑی سنگین اور مستحکم عمارتیں دھم سے زمین پر آ رہیں۔ شہر کے گلی کوچے، بازار و شاہراہ پتھروں سے پٹ گئے۔ فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں۔ سرسبز و شاداب گلشن اور باغ ویران ہو گئے۔ یہ طوفان باد ہوا۔ مسلسل سات دن اور آٹھ راتیں سرگرم تباہی و ہلاکت رہا۔ حتیٰ کہ بعد از طوفان سوائے چٹیل میدان اور اونچے اونچے ریت کے ٹیلوں کے پھر کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

یہ طوفان باد ہزاروں مربع میل پر محیط تھا۔ آج بھی روئے زمین پر احقاف کا وہ حصہ جو کسی زمانے میں دنیا کا چمن مرغزارِ جنت نظیر تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ کی مساعی کے

Marfat.com

طفیل چشم عبرت کے لئے وا ہے۔ اور قعر گمنامی سے نکل کر خدا سے باغی انسانوں کی عظمت ماضی اور شوکتِ رفتہ کے دھندلے دھندلے سے نقوش دکھا رہا ہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عاد کا یہ مسکن کسی زمانے میں واقعی دنیا کی ایک جنت تھا۔

بر روایت طبری قوم عاد کا وہ گروہ جو ایام قحط سالی میں بہ سوئے مکہ دعائے بارش کی غرض سے قوم عاد کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ مرثد بن سعد اور لقمان بن لقیم کے سوا سب کا سب گمراہ تھا۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے اور معاویہ بن بکر کے ہاں ٹھہرے تو اپنے مقصد کو تو بھول گئے۔ البتہ لہو ولعب میں دنوں تو کیا مہینوں پڑے رہے۔ حتیٰ کہ اس عالم میں انہیں قوم عاد کے تباہ و برباد ہونے کی اطلاع ملی۔ خدا سے غافل انسان کی غفلت تو دیکھو کہ اس حال کو پہنچنے کے باوجود بھی ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ جب دنیا سے ہماری قوم ہی اٹھ گئی تو زندگی اب ہمارے کس کام کی۔ ابھی یہ باتیں تمام نہ ہونے پائیں تھیں کہ ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا آیا۔ اور پلک جھپکتے ہی سب کو پہاڑ کے نیچے گرا کر چلتا بنا۔

اگر چہ اس طوفانِ باد میں قریب قریب تمام عاد کی قوم تباہ و برباد ہوئی۔ تاہم اس قوم کے وہ تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لے آئے تھے۔ بحکم خدا حضرت ہود کے ہمراہ بچ رہے۔ یہ لوگ حضر موت کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان پر یعرب ابن قحطان کا غلبہ ہوا تو یہاں سے اٹھ کر عرب میں پھیل گئے۔

<u>خصوصیات جسمانی</u>: قرآن حکیم میں قوم عاد کی جسمانی برتری سے ایک ذکر یوں آتا ہے۔ **واذکر واذجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح و زاد کم فی الخلق بصطة** ۔ اور تم یاد کرو جب نوح کی قوم کے بعد تمہیں اس کا جانشین کیا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تمہیں زیادہ دیا۔ (سورۂ اعتراف) ایک مقام پر یوں بیان کیا ہے۔ **الم ترکیف فعل ربک بعادلا ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد** ۔ کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ تیرے مالک نے عاد ارم کے لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ جو بڑے قد آور تھے۔ ان کے برابر (دنیا میں) شہروں میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ (سورہ فجر)

Marfat.com

قرآن حکیم کے اس بیان کی روشنی میں یہ تو بالکل واضح ہے کہ عاد کی قوم کو جسمانی اعتبار سے غیر معمولی حیثیت حاصل تھی۔ یعنی قوم عاد کے لوگ قوی الجثہ اور طویل القامت تھے اور غالباً طویل العمر بھی ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ان کے قد و قامت، دراز قد، اوسط قد، اور پستہ قد علی الترتیب چار سو گز، دو سو گز اور ستر گز کے ضرور صحیح ہوں گے جیسا کہ قصص الانبیاء میں مذکور ہے۔

مطلب و معنی: لغت العرب میں ذات العماد کے معنی بقول امام راغب۔ وہ بلند اور منقش عمارتوں کے ستون کے ہیں جن میں قوم عاد رہا کرتی تھی۔ ارم ذات العماد سے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ العماد کے معنی بلند عمارت کے بھی ہیں۔ اس کا واحد ''عمادۃ'' ہے۔ عماد خیموں کے معنی میں بھی آتا ہے جس سے اس کے معنی خیموں میں رہنے والے لوگوں کے ہیں۔ یا ان لوگوں کے جن کے قد بہت لمبے ہیں۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ العماد وہ شے کہلاتی ہے جس پر ٹیک لگائی جائے یا بھروسہ کیا جائے۔ (غیاث اللغات ص ۲۲۸)

ذات العماد۔ بکسر عین۔ صاحب بناہائے بلند و صاحب ستونہا۔

(مصباح اللغات ص ۵۵۳)

العماد۔ جس کا سہارا لیا جائے۔ عَمَد و عُمُد اس کی جمع ہیں۔

بلند عمارتیں۔ واحد۔ العمادۃ اور عمد الولد سے اسم ہے لشکر کا پیغام بر اہل العماد بلند عمارتوں والے۔ کہا جاتا ہے فلان طویل العماد۔ فلاں کا مکان زائرین کے لئے علامت ہے۔ ھو رفیع العمادہ وہ شریف آدمی ہے۔ (منتھی الارب صفحہ ۲۵۱)

عِمَاد۔ سیل لشکر و آنکہ در جنگ موافقت او کنند و خانہ و بناہائے بلند۔ اھل العِمَاد۔ باشندگانِ خیمہ بلند یا عام است وارم ذات العماد۔

حضرت ہود علیہ السلام طوفانِ باد کے بعد اپنے متبعین کے ہمراہ عاد اولیٰ کے دیار و مسکن سے نکل کر حجاز میں آ رہے۔ یہیں ان کی نسل بڑھی اور پھیلی۔

Marfat.com

آپ نے کتنی عمر پائی ؟ آپ کو کس عمر میں نبوت ملی؟ اس سے متعلق کچھ حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ طوفان کے بعد اپنے ماننے والوں کے درمیان اس دنیا میں پچاس برس مزید رہے۔ رہا یہ خیال کہ آپ نے چار سو برس کی عمر پائی اس کی کوئی سند نہیں۔

آپ کے انتقال کے بعد ایک طویل عرصے تک آپ کے مومنین آپ ہی کے دین پر قائم رہے۔ لیکن قحطان ابن یعرب کے غلبہ کے بعد پھر بُت پرست ہو گئے۔ اب ان میں کوئی ستاروں کو پوجتا تھا۔ تو کوئی بتوں کا پجاری تھا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور ہم نے عاد کی قوم کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم ایک اللہ کی پرستش کرو۔ اس کے سوا اور کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے، کہنے لگے ہم تو بلاشبہ سمجھتے ہیں کہ تو بیوقوف ہے اور بے شک جھوٹا بھی ہے۔ ہود نے کہا اے لوگو! میں احمق نہیں ہوں۔ ہاں اس کا بھیجا ہوا ضرور ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ امانت دار دوست ہوں۔

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے رب کا حکم تم ہی سے ایک مرد کی زبان پر تمہیں پہنچا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں اس کے عذاب سے ڈرائے اور تم یاد کرو جب نوح کی قوم کے بعد تمہیں ان کا جانشین کیا۔ اور بدن کا پھیلاؤ بھی تمہیں زیادہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ انہوں نے کہا کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اکیلے خدا کو پوجیں اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے تھے انہیں چھوڑ بیٹھیں۔ اچھا اگر تو سچا ہے تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتا ہے اسے لے ہی آ۔ ہود علیہ السلام نے کہا تمہارے مالک کا عذاب اور غصہ اب تم پر ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک ان کی کوئی سند نہیں۔ بھلا ٹھہرے تو رہو میں بھی تمہارے ساتھ ٹھہرتا ہوں۔ آخر ہم نے ہود کو اور اس کے ساتھ

Marfat.com

ایمان والوں کو بچالیا۔اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ کبھی ایمان نہ لانے والے تھے۔(الاعراف قرآن حکیم)

حضرت لقمان: قوم عاد کے ذکر کے ضمن میں حضرت ہود، حضرت صالح علیہما السلام کے درمیان قرآن حکیم نے ایک ایسی شخصیت کا بھی ذکر کیا ہے جو اگرچہ پیغمبروں میں تو شمار نہیں تاہم علم وحکمت کا بہرہ وافر حاصل ہونے کے باعث اپنے وقت کی بہت بڑی دانشمند ہستی ضرور خیال کی جاتی ہے۔یہ حضرت لقمان کی ذات ہے۔

نسب: تذکرہ نگاروں نے آپ کے نام ونسب لقمان بن فاغور بن تارخ بیان کیا ہے۔ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب تھا یا نام۔اس سے خیال سے پیدا ہوتا ہے کہ حضرت لقمان سوڈان کے رہنے والے تھے۔بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت لقمان کے آباؤ واجداد کا نام عنقا بن مرون بتایا ہے۔اور کیا عجب کہ یہی صحیح ہو۔

علمائے اسلام لفظ لقمان کے اشتقاق سے متعلق بھی مختلف الرائے ہیں۔بعض اسے عربی قرار دیتے ہیں اور اس کا مادہ لقم ٹھہراتے ہیں اور بعض اسے عجمی سمجھتے ہیں۔ہمارے نزدیک موخر الذکر کی رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ جناب لقمان کا حبشی ہونا پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے۔نیز بنا بریں یہ خیال بھی غلط ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ہاں آپ کے شاگرد ہوں تو ہوں۔

تذکرہ نویس آپ کی معاش سے متعلق بھی مختلف خیال پیش کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے کوئی انہیں چرواہا بتاتا ہے، کسی کے نزدیک آپ درزی تھے۔لیکن ہوسکتا ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں یہ سبھی کام کیے ہوں۔

اذکار وآثار سے حضرت لقمان کے بارے میں یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے۔حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں عنان حکومت آنے سے قبل بنی اسرائیل کے مفتی تھے۔ہر چند کہ آپ حبشی تھے۔آپ نے صورت بھی کچھ اچھی نہیں پائی تھی۔لیکن خداداد علم حکمت نے ان کو بنی اسرائیل میں فتوے

Marfat.com

دینے کا منصب سونپ دیا تھا۔

بعض کے نزدیک حضرت لقمان اگرچہ بنی اسرائیل بالخصوص حضرت داؤد علیہ السلام کے معاصرین میں ہیں۔تاہم تورات میں ان کا کہیں ذکر نہیں اور نہ تورات کی تاریخ ہی سے ان کے حالات ملتے ہیں۔حق تو یہ ہے کہ دنیا اگر لقمان کے نام سے آشنا ہوئی ہے تو وہ قرآن حکیم ہی کے طفیل ہوئی ہے۔قرآن حکیم کی ایک سورۃ لقمان بھی ہے جو آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے رسول برحق محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو لقمان کی نصیحتوں کے اس حصہ سے مطلع فرمایا، جو توحید سے متعلق تھا۔

میٹن کی بیا گرفیکل ڈکشنری میں آپ کے حالات سے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ ایک حبشی نژاد فلسفی تھے اور کسی کمتر نسل کی یادگار تھے اور غلام تھے۔ان کے آزاد ہونے کا قصہ کہانی یوں کہتے ہیں کہ مالک نے کسی روز انہیں ایک کڑوا خربوزہ دیا اور کہا اسے کھاؤ۔آپ بے تامل کھا گئے۔مالک نے حیران ہو کر پوچھا۔ایسا کڑوا پھل تم سے کیونکر کھایا گیا؟ جواب دیا میرے حال پر حضور کی ایسی ایسی عنایات ہوتی رہی ہیں کہ حضور کے ہاتھ سے زندگی میں ایک مرتبہ اگر کڑوی شے مل گئی تو اس کا کھالینا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مالک اس جواب سے خوش ہوا اور آپ کو فوراً آزاد کر دیا۔

مورخین نے ایک واقعہ اور لکھا ہے جو نہایت قابل ذکر ہے۔مالک نے ایک دفعہ ایک بکری کی طرف اشارہ کر کے آپ سے کہا۔جاؤ اسے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ نکال کر لے آؤ۔یہ گئے بکری کو ذبح کیا اور اس کی زبان اور دل نکال کر لے آئے۔چند روز کے بعد مالک نے ایک اور دوسری بکری دی۔اور کہا کہ اس مرتبہ گوشت کا بد ترین حصہ لاؤ۔انہوں نے حسب الحکم بکری ذبح کی اور پھر وہی دونوں چیزیں زبان و دل نکال کر لے آئے۔مالک نے حیرت سے کہا۔بہترین حصہ طلب کیا گیا تب بھی تم دل و زبان لائے۔اب گوشت کا بدترین حصہ مانگا تھا تو بھی یہی دل و زبان لے کر آئے ہو۔ لقمان نے کہا حضور دل و زبان اگر پاک ہوں تو ان سے بہتر کوئی شے نہیں۔اور اگر یہی دل

Marfat.com

اور زبان ناپاک ہوں تو ان سے بری چیز بھی کوئی نہیں۔

الغرض حضرت لقمان اعلیٰ ترین حکیموں اور داناؤں میں سے تھے۔ اگرچہ ان کی تعلیم وتربیت کے حالات معلوم نہیں۔ تاہم اتنا ضرور علم ہے کہ وہ حضرت ایوب صابر علیہ السلام کی بارگاہِ نبوت سے یقیناً فیض یاب ہوئے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ انہوں نے اپنی فطری ذہانت وفطانت سے بھی خود کو حکیم بنایا۔ آپ کے متعلق جو قصے مشہور ہیں انہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوز اسف اور لقمان کے قصص کا مرتب ایک ہی شخص تھا کیونکہ دونوں کے قصوں میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لقمان کی کہانیوں کا ایک مجموعہ سن ۱۷۲۴ء میں کیلند نے پیرس میں شائع کیا تھا۔ عربی زبان میں بھی وصایائے لقمان کے نام سے آپ کی نصیحتوں کا ایک مجموعہ چھپا تھا۔ اس وقت وہ نسخے نہیں ملتے۔

حضرت لقمان کون تھے؟ کیا تھے؟ آپ کا حسب ونسب کیسا تھا آپ کہاں کے رہنے والے تھے؟ ہمیں ان باتوں میں ہرگز نہ پڑنا چاہئے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ذکر لقمان سے مقصود کیا ہے؟ درحقیقت ذکرِ لقمان سے مقصد کہنے کا یہ ہے کہ جب انسان کی عقل بارگاہِ نبوت سے فیض یاب ہو کر وحی کی روشنی میں فیصلے کرتی ہے تو وہ نہایت صاف واضح اور دین فطرت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وجہ فضیلت نسب نہیں تقویٰ ہوتا ہے۔

وصایائے لقمان: اے بیٹا جب کسی کی صحبت میں جاؤ تو لوگوں کو سلام کر کے بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ لوگ خدا کے ذکر میں مشغول ہوں تو ٹھہر جاؤ۔ اور اگر کسی اور کے ذکر میں مصروف ہوں تو ان کی صحبت چھوڑ دو۔ اور دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو۔

اے بیٹا بُرے لوگوں سے پناہ مانگتے رہو، اور جو اچھے ہیں ان سے بھی ڈرتے رہو۔ دنیا میں نہ پھنسو اور اپنے دل کو اس میں نہ لگاؤ کیونکہ تم دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔

اے بیٹا جب تک کسی بات پر مجبور نہ ہو جاؤ نہ سنو نہ بے مطلب کسی طرف قدم بڑھاؤ اور نہ اس بات کو پوچھو جس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔

اے بیٹا اپنا مال ضائع نہ کرو اور دوسروں کے مال کی اصلاح نہ کرو۔ تمہارا مال وہ

Marfat.com

ہے جوتم نے خدا کی راہ میں دیا۔ اور دوسروں کا وہ جسے تم نے اوروں کے لئے چھوڑ دیا۔

اے بیٹا جو کوئی دوسروں پر رحم کرتا ہے خود اس پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ جو خاموش رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جو اچھی بات کہتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے گنہگار ہوتا ہے۔ جو زبان اپنے قابو میں نہیں رکھتا ندامت اٹھاتا ہے۔

اے بیٹا علماء کی صحبت میں گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ۔ اور ان کی خدمت میں خاموش بیٹھ کر کان لگاؤ۔ اس لئے کہ علماء کے نور سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح مردہ زمین، آسمان کے مینہ سے زندہ ہو جاتی ہے۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور اے رسول (جناب محمد ﷺ) وہ وقت یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹا اللہ کا شریک کسی کو مت بنانا۔ کیونکہ شرک بڑا سخت گناہ ہے۔

اور اے رسول ﷺ اس روز کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹل نہیں سکتا۔ اپنا منہ صحیح دین پر قائم رکھنا۔ اس روز سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ (سورہ لقمان)

اور ہم آپ سے پہلے لقمان کو حکمت دے چکے ہیں اور ہم نے اس سے فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کر۔ جو کوئی شکر ادا کرے گا اپنے ہی بھلے کے لئے شکر ادا کرے گا۔ اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، خوبیوں والا ہے اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ماں نے تو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں اٹھایا۔ دو برس میں کہیں اس کا دودھ چھوٹا۔ ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا کہ میرا شکر کرتا رہ۔ اور اپنے ماں باپ اگر تجھ سے زبردستی یہ کہیں کہ اللہ کے ساتھ اسے شریک کر۔ جس کے شریک ہونے کی تیرے پاس کوئی سند نہیں۔ تو ان کا کہا مت ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق رہ۔ اور اس راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہے۔ پھر میرے پاس تجھے لوٹ کر آنا ہے۔ میں تمہیں جو تم دنیا میں کرتے رہے اس کا بدلہ دے کر جتلا دوں گا۔

Marfat.com

بیٹا نماز کو درستی سے ادا کرتا رہ اور اچھی بات کرنے کا حکم دیتا، اور بری بات سے منع کرتا رہ اور جو آفت تجھ پر آن پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ کام بڑے ضروری ہیں۔ اور لوگوں سے اپنے گال مت پھلا۔ اور زمین پر اترا کے نہ چل کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور بیچ کی چال چلا کر اپنی آواز آہستہ رکھ کیونکہ گدھوں کی آواز سب آوازوں سے بڑی ہے۔ (سورہ لقمان۔ قرآن حکیم)

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام: قوم ثمود!

تاریخ مراۃ الزمان میں لکھا ہے کہ قوم ثمود چو چاہ ثمود کے قریب رہنے کی مناسبت سے ثمود کے نام سے مشہور ہوئی۔ درحقیقت یہ قوم عاد ہی کا ایک بقیہ گروہ ہے اور اس اعتبار سے کہ جو خصوصیات قوم عاد میں پائی جاتی ہیں وہیں ان میں بھی موجود تھیں۔ یہ بیان قرین قیاس ہے۔ بہرکیف یہ تو مسلم ہے کہ قوم ثمود ام سامیہ میں عاد اولیٰ کے بعد سب سے بڑی صاحب حشمت و دولت اور قوی اور دلیر قوم تھی۔

قرآن حکیم میں ذکرِ ثمود یوں آتا ہے "اور یاد کرو اس وقت کو جب قوم عاد کے بعد خدا نے تمہیں اس کا جانشین بنایا اور اس سرزمین میں تمہیں اس طرح آباد کیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو۔ بس اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد کرو اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے فساد مت پھیلاؤ۔

قوم ثمود کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پھر انہی میں سے اپنے ایک بندے صالح علیہ ابن عبیل ابن اسف ابن کاثر ابن ثمود کو پیدا کیا۔ آپ ایک منکسر المزاج اور حلیم الطبع پیغمبر تھے۔ عمر بھر ننگے پاؤں پھرا کئے اور تمام زندگی مکان تعمیر نہیں کیا۔ اکثر کسی جائے عبادت پر اٹھتے بیٹھتے اور شب کو وہیں پڑ کر سو رہتے تھے۔

تورات میں حضرت ہود علیہ السلام کی طرح آپ کا بھی کہیں ذکر نہیں۔ تورات میں صرف انہی انبیاء کا ذکر ملتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں عمودِ نسب واقع ہوئے ہیں۔

Marfat.com

قرآن حکیم میں حضرت صالح کا ذکر۔ ہود۔ اعراف۔ شعرا۔ نحل۔ قمر اور شمس وغیرہ اہم سورتوں میں آتا ہے۔ آپ صرف قوم ثمود کی ہدایت کے لئے نبوت لے کر آئے تھے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ثمود کے لوگ طویل القامت اور کثیر الاعمار تھے۔ بدیں سب پہاڑوں میں بڑے بڑے عالی شان محلات بناتے رہتے تھے۔ اٹھارہ مربع میل میں یہ قوم پھیلی ہوئی تھی۔ دولت وثروت اور قوت وحکمت غرض سب کچھ اسے میسر تھا۔ لیکن اخبار الدول کا بیان ہے کہ قوم ثمود کے وہ محلات جن کے نشان پہاڑوں پر پائے گئے یا ہنوز موجود ہیں۔ ہمارے گھروں کے برابر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ثمود کے لوگوں کے قد وقامت ہمارے ایسے تھے نہ کہ عادیوں ایسے۔

بہرکیف قوم ثمود کے ایک طاقتور اور متمول قبیلہ ہونے میں کلام نہیں۔ یہ لوگ شام اور حجاز کے درمیان مقام حجر میں رہتے تھے۔ وادی القریٰ ان کا مسکن اور حجر دار الحکومت تھا۔

دیارِ ثمود میں پانی کی بڑی قلت تھی یہ لوگ دریا کے نہ ہونے کے باعث کنویں کھود کر پانی حاصل کرتے اور اسی سے زراعت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس صرف ایک چشمہ تھا جو ضرورت کے اعتبار سے ناکافی تھا۔

ثمود کے لوگ اعلیٰ اعلیٰ محلات بنوانے کے بڑے شائق تھے ان کا یہ شوق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ دور دور سے تجربہ کار اور ماہر معماروں اور کاریگروں کو بلواتے اور ان سے منقش عمارتیں تیار کرواتے تھے۔ مختصراً یہ کہ قوم ثمود کی دولت کا بیشتر حصہ انہی سنگتراشوں کی اجرت ہی میں اٹھ جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ ذوق انہیں اپنے خداؤں کی سنگین مورتیں گھڑنے پر بھی لے آیا۔ چنانچہ اب پتھر کے بت بننے لگے اور ان کی پرستش کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

تعلیم: آپ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے سوا کسی اور کو پوجنا چھوڑ دو۔ صرف اس کی پرستش

Marfat.com

کرو جو ہمارا تمہارا اور اس تمام کائنات کا واحد خالق ہے۔ اور یہ دنیا کی ساری نعمتیں جو تمہیں آج میسر ہیں۔ اسی کی عطا کی ہوئی ہیں اور اے لوگو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ سرکشی اور غرور سے باز آؤ۔ ورنہ ایک ایسی مصیبت میں دھر لئے جاؤ گے کہ اس سے کوئی طاقت بجز خدا تمہیں چھڑا نہ سکے گی۔ قوم ثمود نے کہا اے صالح ہمیں تجھ سے یہ امید نہ تھی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تو بڑا ہو کر ہونہار نکلے گا اور بتوں کی پرستش میں اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے گا۔ مگر افسوس تو اس کے بالکل برعکس نکلا۔ حضرت صالح نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہے کہ میں اس کے سوا کسی اور کی بندگی میں نہیں گیا۔ اور یہ اس کی موہبت ہے کہ اس نے مجھے تمہاری ہدایت کے لئے منتخب کر لیا۔ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے ان حکموں پر چلو جو میں بحیثیت ایک نبی کے تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔ نیز یہ باغ، یہ چشمے، درخت اور کھیتیاں اور منقش عمارتیں اور محلات سب کے سب مٹ جانے والی چیزیں ہیں۔ تم ان پہ دل مت لگاؤ۔

<u>تخلیق ناقہ:</u> مفسرین لکھتے ہیں قوم نے کہا۔ اے صالح معلوم ہوتا ہے تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ ورنہ تو ہمارے جیسا ہی تو آدمی ہے۔ بھلا اگر تو سچا ہے اور واقعی نبی ہے تو ہمیں کوئی نشان دکھا۔ جناب صالح علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہنے لگے۔ برابر والے پہاڑ سے ایک دس ماہ کی حاملہ اور قد آور اونٹنی پیدا کر کے دکھا۔ اور تھوڑی دیر میں پھر اسی اونٹنی کے بطن سے اس کے قد جتنا بچہ بھی پیدا ہو۔ حضرت صالح سب کو لے کر پہاڑ کے قریب پہنچے اور سب کے سامنے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کی۔ جو فوراً قبول ہوئی۔ پتھروں کے اندر سے ایک حاملہ کے کراہنے کی مانند ایک آواز پیدا ہوئی۔ پھر پہاڑ پھٹا اور اس میں سے ایک قد آور اونٹنی نکل آئی اور تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے قد جتنا بچہ بھی جنم دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ لوگوں کے دل آپ کی صداقت کے معترف ہو چلے تھے کہ شیطان صفت پوجاریوں نے اپنا مذہبی اقتدار خطرے میں دیکھ کر چلانا شروع کر دیا۔ اے لوگو دیکھنا کہیں دھوکے میں نہ آ جانا یہ کوئی شعبدہ باز ہے یا کوئی جادوگر۔ چنانچہ وہ لوگ جو ایمان لانے

Marfat.com

والے تھے ان کی باتوں میں آ گئے اور ایمان لاتے لاتے رہ گئے۔ اب عالم یہ تھا کہ اپنی قوم کا فرد ہونے کی وجہ سے قوم ثمود منہ پر تو کچھ نہ کہتی لیکن غیبت میں برابر آپ کی برائیاں کرنے اور آپ کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں رہتی تھی۔

قتل ناقہ: پھر لکھا ہے کہ اونٹنی کا بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے تو ایک دو مرتبہ چلایا۔ پھر چرنے لگا۔ لوگ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا صالحؑ بہت بڑا جادوگر ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے سراسر خلاف عقل ہے۔ مگر صالح کی جادوگری نے واقعی یہ ان ہونی بھی کر ہی دکھائی۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اونٹنی اپنے بچے کو لئے اس چشمہ پر آئی کہ جس سے یہ پانی پیتے تھے۔ اور تمام پانی پی گئی۔ قوم نے حضرت صالحؑ کے پاس جا کر شکایت کی۔ آپ نے کہا ایک روز اس چشمہ سے تم پانی پیا کرو۔ ایک روز یہ اونٹنی پیا کرے گی۔ لیکن دیکھنا کہیں اسے مار بیٹھنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا خدا کے عذاب سے کہیں بچ کے نہ جا سکو گے۔ باوجود اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے حقیقت حال ان پر واضح کر دی تھی لیکن شامت اعمال کہ انہوں نے ایک روز موقع پا کر اسے قتل کر ہی ڈالا۔ اور بچہ بھاگ کر پہاڑ میں غائب ہو گیا۔

اسباب قتل: قوم ثمود نے تنبیہ کے باوجود اونٹنی کو کیوں قتل کیا؟ اس سے متعلق مختلف روایات ہیں جن میں بعض تو بڑی ہی دلچسپ ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت صالحؑ نے قتل ناقہ سے کہیں مدتوں پہلے یہ پیش گوئی کی تھی کہ قوم ثمود میں ایک شخص اس ناقہ کو قتل کرے گا۔ اور یہی واقعہ تباہی پر منتج ہو گا۔ قوم نے کہا اے صالحؑ تم اس کا نام بتاؤ؟ اس سے پہلے کہ جو ناقہ پر ہاتھ اٹھائے ہم اس کو ختم کر ڈالیں۔ صالحؑ نے فرمایا وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اس کا چہرہ لال اور اس کی آنکھیں بلی کی سی ہوں گی۔ قوم نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ جو لڑکا اس شکل و شباہت کا ہو اسے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق یکے بعد دیگرے نو بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مگر اس کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ

Marfat.com

دراصل یہ صالح کی ایک چال ہے، وہ اس بہانے سے ہماری نسل کشی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا کہ جس کے متعلق پیشین گوئی کی تھی تو قوم نے اسے قتل نہ کیا۔ جب وہ لڑکا سن شعور کو پہنچا تو وہ نو آدمی جن کے بچے موت کی بھینٹ چڑھائے گئے تھے اسے چلتے پھرتے دیکھتے تو بصد حسرت و یاس ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہتے ۔ کاش اگر ہمارے بیٹوں کو صالح قتل نہ کراتا تو آج وہ بھی اس لڑکے سے بڑے ہوتے۔ رفتہ رفتہ محبت پدری کا یہ جذبہ اتنا بڑھا کہ اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وہ صالح کے خون سے ہاتھ رنگنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے لئے جا رہے تھے۔ قدرت الٰہی نے پہاڑ سے ایک پتھر اٹھا کر ان پر دے مارا اور یہ نو کے نو آدمی واصل جہنم ہوئے۔ چند روز کے بعد دو چار آدمی جو اس راہ سے گزرے تو انہوں نے مُردوں کو پتھروں تلے دبا ہوا دیکھ کر قوم کو اطلاع دی۔ اب سب آپس میں طے کر کے صالح کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے پہلے ان مرنے والوں کے بچوں کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد تم انہیں بھی زندہ نہ دیکھ سکے اور شہر کے باہر لے جا کر مار ڈالا۔ اب کان کھول کر سن لو ہم ناقہ کو کسی حال میں بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بالآخر اسی نوجوان گربہ چشم، سرخ رُونے کے جس کے متعلق حضرت صالح علیہ السلام نے پیشن گوئی کی تھی ناقہ کو قتل کر دیا۔

بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود کی دو متمول عورتوں نے قتل ناقہ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ نیز اپنی خوبصورت اور حسین و جمیل بیٹیوں کے رشتہ کا لالچ دے کر کچھ مردوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ اور سب نے مل کر ناقہ کو قتل کر ڈالا۔

ناقہ کا وجود اور اس کے اسباب قتل کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض نے یوں لکھا ہے کہ درحقیقت یہ واقعہ کہ ناقۃ اللہ چشمہ کا تمام پانی پی گئی۔ ناقہ کو معجزہ کی تخلیق ظاہر کرنے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ واقعۃً ایسا نہیں ہے۔ اسے مفسرین کی خوش خیالی کہیے یا ناعاقبت اندیشی! یا پھر ہم ہیں کہ مفسروں کے بیان کو اپنے فہم اور ادراک کے نقص سے خرقِ عادت کے معنی پہنا رہے ہیں۔ بہر کیف وہ اونٹنی بھی عام اونٹنیوں ایسی تھی۔

Marfat.com

ممکن ہے ڈیل ڈول کے اعتبار سے بہ نسبت دوسروں کے کچھ زیادہ ہو لیکن یہ کہنا کہ وہ تنہا تمام چشمہ کا پانی پی گئی حقیقت پر مبنی نہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ دولت اور امارات کے گھمنڈ نے قوم ثمود کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ اپنے سے کم تر لوگوں کے مویشیوں جانوروں کو اپنے اس چشمہ سے پانی پینے دیں کہ جس سے وہ خود سیراب ہوتے تھے۔ بات نے طول پکڑا تو حضرت صالح نے فیصلہ کر دیا۔ قوم نے اس کی تعمیل کیلئے اقرار کیا تو عملی ثبوت کیلئے حضرت صالح نے اقرار و اثبات کیلئے قوم ثمود کے درمیان ناقۃ اللہ کو بطور معیار پیش کر دیا یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ غریبوں کے جانوروں اور مویشیوں کی طرف سے ناقۃ اللہ کو نمائندہ مقرر کیا گیا تھا لیکن زبانِ امارت کچھ زیادہ مدت قائم نہ رہ سکی کہ سطوت ثمودی کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اور قول و قرار توڑ دیا گیا۔

مفسرین کے نزدیک معجزے کے لغوی معنی عاجز کر دینے اور تھکا دینے والی شے کے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں وہ عمل جو سلسلہ اسباب کے بغیر عالم میں وجود پذیر ہو، وہ معجزہ کہلاتا ہے۔

علمائے اسلام کہتے ہیں کہ معجزہ درحقیقت نبی کا اپنا عمل نہیں بلکہ وہ خدا کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے۔ نبی، رسول یا پیغمبر بھی اللہ کا ایک بندو نوری بشر اور انسانِ کامل ہے۔ کسی شخص میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عام و خاص قوانین میں دخل دے سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی مرضی پر ہے وہ اگر چاہے مناسب حال اور تقاضائے وقت سمجھے تو نبی کے ہاتھ پر ایسے فعل کا ظہور کرا دے جو اس کے قوانینِ فطرت کی عادت خاص کی قسم میں داخل ہوں۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو اپنا قانون بنا دیتا ہے۔ اور اگر نہ چاہے تو نبی یا رسول کیلئے بھی اس کا اظہار نا ممکن اور محال و دشوار ہے۔

بہر کیف اونٹنی قتل کر دی گئی۔ جب اس کی اطلاع حضرت صالح نے پائی تو فرمایا۔ اے میری قوم کے لوگو اب تم پر ضرور اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ اب تم اس دنیا میں تین دن سے زیادہ نہ رہ سکو گے۔ اور ہاں ان تین دنوں میں تمہارے چہروں پر چند ایک

Marfat.com

تبدیلیاں بھی آئیں گی ۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہوں گے ۔ دوسرے دن لال پڑ جائیں گے اور تیسرے دن کالے اور اس کے بعد تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اب ادھر حضرت صالح علیہ السلام اپنے مومنوں کو لے کر راتوں رات دیار ثمود سے نکل گئے ۔ ادھر آفتاب کے بلند ہوتے ہی آسمان سے کڑک اور گرج کی وہ ہیبت ناک آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ قوم کے جگر پاش پاش اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے جو دھاریوں والے بادلوں کی صورت میں نمودار ہوا جس میں ہولناک گرج، کڑک اور بہرہ کر دینے والی چیخیں تھیں ۔ قوم ثمود ایسی صاحب شان وشوکت، سطوت ودولت کو آن کی آن میں خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ (ص اقرآن حکیم)

کہتے ہیں قوم ثمود نے ایک ہزار سات سو شہر آباد کئے تھے ۔ جو سرسبز و شاداب ہونے میں اپنی مثال آپ تھے یہ بھی سب کے سب عذاب الٰہی کی نذر ہو گئے ۔ یہاں تک کہ ان میں ایک بھی قریہ باقی نہ رہا۔

مومنینِ صالح علیہ السلام کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ کوئی تو فلسطین میں جا بسا، کسی نے ملک شام کی سکونت اختیار کی۔ حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کچھ دن فلسطین میں رہے اس کے بعد مکہ چلے آئے اور یہیں آپ نے انتقال کیا۔ آپ نے پچاسی برس کی عمر پائی۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور ہم نے قوم ثمود کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا ۔ اس نے کہا بھائیو ایک اللہ کو پوجو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ۔ تمہارے پاس تو ایک نشانی بھی تمہارے رب کی طرف سے آ چکی ہے ۔ یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی ہے۔ اس کو کھلا پھرنے دو۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر چرتی رہے۔ اور برائی سے اسے ہاتھ مت لگاؤ۔ ورنہ پھر دکھ کا عذاب تمہیں آ کر پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب تمہیں عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا۔ اور تمہیں زمین پر آباد کیا۔ تم اس کی نرم مٹی سے اینٹیں بنا کر محل کھڑے کرتے ہو۔ اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ اور ملک

Marfat.com

میں فساد مت پھیلاؤ۔

صالح کی قوم میں جو سردار متکبر تھے۔ وہ ان لوگوں سے جو غریبوں میں ایمان لائے تھے۔ پوچھنے لگے کیا تمہیں معلوم ہے کہ صالح اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا بے شک صالح کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہمیں اس پر یقین ہے۔ وہ متکبر کہنے لگے ہم تو جس پر تم ایمان لائے ہو اسے نہیں مانتے آخر انہوں نے اونٹنی کاٹ ڈالی۔ اور اپنے پروردگار کے حکم کو نہ مانا۔ اور کہنے لگے صالح اگر تو پیغمبر ہے تو وہ عذاب ہم پر لے ہی آ کہ جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے۔ پھر زلزلے نے انہیں آ دبایا۔ صبح کو اپنے گھر میں اوندھے مرے پڑے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا۔ بھائیو میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔ (اعراف)

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حام کی اولاد میں جس شخص نے سب سے پہلے حکومت اور سلطنت کی بنیاد ڈالی وہ کنعان بن حام ابن نوح تھا۔ کنعان نے دریائے دجلہ وفرات کے زیریں حصہ پر بابل نام کا ایک شہرہ آفاق شہر اٹھارہ مربع میل میں آباد کیا۔ اس میں پچھتر میل لمبی، ساٹھ میل چوڑی اور دو سو پچاس فٹ اونچی شہر پناہ بنائی۔ جس میں یکساں فاصلے پر پیائش کر کے ایک سو پھاٹک بنائے گئے۔ اور ان میں ٹھوس برنجی پٹ چڑھے ہوئے تھے۔ ہر پہلو پر پچیس پچیس پھاٹک تھے۔ جن سے مختلف سڑکیں نکل کر بخط مستقیم پھاٹکوں تک پہنچتی تھیں۔ ان شاہراہوں کے تقاطع سے شہر کے اندر آپ سے آپ برابر کے مربع قطعات پیدا ہو گئے تھے۔ اس طرح بابل تمام کا تمام چار سو اکتیس الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم تھا۔ ہر ٹکڑا بجائے خود ایک مستحکم قطعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ نیز شہر کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانے کے لئے ڈھائی سو خوبصورت اور مہتمم بالشان بُرج بھی تعمیر کئے گئے۔ جن میں شبانہ روز مسلح فوج رہتی تھی۔ اور فوج کا ایک متعدبہ حصہ دن رات برابر اس دیوار پر گشت لگاتا رہتا تھا۔

کنعان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ہاصد تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے وقت کا ایک زبردست بادشاہ تھا۔ آس پاس دور و نزدیک کے لوگ اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس کے پاس بے پناہ دولت وحشمت تھی۔ اور ان گنت لاؤلشکر تھا۔ روئے ہستی پر ظالم متکبر بادشاہ نمرود کے نام سے مشہور ہے۔

سام ابن نوح نے سکونت دجلہ کے مشرقی جانب اختیار کی تھی۔ یہ اپنے باپ کا

Marfat.com

وصی اور جانشین تھا۔ سام کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ارفخشذ اپنے باپ کے ملک وملت کا مالک ہوا۔ ارفخشذ کے معنی روشن چراغ کے ہیں۔ یہ بہت عابد وزاہد اور پرہیزگار انسان تھا۔ ارفخشذ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا شالخ جانشین ہوا پھر شالخ کے بعد اس کے بیٹے عابر کی باری آئی۔ یہی وہ عابر ہے جو عبرانیوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔ اور یہی وہ شخص ہے جس نے اولاد نوح پر ملک تقسیم کیا اور یہی وہ پہلا آدمی ہے جو کلدانیوں کو ساتھ لے کر نمرود سے نبرد آزما ہوا مگر شکست کھائی اور یہاں سے لوٹ کر اپنے آدمیوں کے ہمراہ مجدل چلا آیا۔ مجدل دریائے دجلہ وفرات کے درمیان واقعہ ہے۔ عابر نے یہاں پہنچ کر اپنی صولت و حکومت قائم کی اور ایک مومن وموحد کی حیثیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ عابر کے بعد اس کی اولاد گمراہ ہوگئی۔ اس کا بیٹا فالغ حکمران ہوا۔ مورخین کہتے ہیں ملکان ابن فالغ کے زمانے میں خاندان عابر پر نبطی اور جرامقہ غالب آگئے۔ اور مجدل کی حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ملکان ابن فالغ اسی حالت میں ایک لڑکا جس کا نام تورات میں حصر آتا ہے چھوڑ کر مر گیا۔ ملکان کے بھائی ارغوا کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مجدل سے نکل کر کلوذا کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر نبیطوں کا مذہب صابی اختیار کر لیا۔ پھر نبطی قوم میں ہی اس کی شادی ہوگئی۔ جس کے بطن سے ایک لڑکا شاروخ پیدا ہوا۔ پھر شاروخ سے ناحور پیدا ہوا اور ناحور سے تارخ۔ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے وہ نہ بت گر تھے نہ بُت فروش تھے وہ مومن مؤحد تھے تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے آذر آپ علیہ السلام کے چچا تھے یہی وہ آذر ہے جسے نمرود نے بکمال اخلاص ومحبت اپنے دربار میں بلایا اور اسے خلعت فاخرہ واعزاز واکرام دے کر اپنے شاہی بت خانے کا داروغہ مقرر کیا۔ قدرت خدا کی انہی داروغہ جی کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بابل کے بت پرستوں کی اصلاح کیلئے اپنے اس ایک بندے کو منتخب کر لیا جن کا اسم گرامی نبیوں کی تاریخ میں ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مزین تھا۔

بعض مورخین کا خیال ہے آپ نمرود کے زمانے میں پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارے خیال میں ان کے شبہ کا سبب التباس لفظی ہوگا۔ کیونکہ بعض تاریخوں میں یوں مذکور ہے کہ

Marfat.com

حضرت ابراہیم کے زمانے کے نمرود کا نام دولا امر تھا۔ اس لئے قیاس کہتا ہے کہ نمرود ایک نہیں دو ہوئے۔ بشرطیکہ یہ بیان بھی صحیح ہو کہ اس کا نام دولا امر تھا۔ اور یہ خیال بھی درست ہو کہ باصدا ابن کنعان حام کا نام نمرود بھی تھا۔ بہر کیف یہ امر مسلم ہے کہ آپ نمرود ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ یہ نمرود کسی کے نزدیک خدا کا منکر تھا۔ اور کوئی کہتا تھا کہ الوہیت کا دعویدار تھا یعنی وہ خیال کرتا تھا کہ خدا بہ شکل انسان تمام دنیا کے بادشاہ نمرود کی ذات میں حلول کر کے زمین پر اتر آیا ہے۔ چنانچہ نمرود کہ بالآخر آدمی پھر آدمی ہے۔ بھول چوک اس کی فطرت میں داخل ہے۔ جیسے اس سے پہلے لوگ دنیا کو اپنے قدموں میں پا کر اس کے ظاہر میں ڈوب گئے اور خود کو بھلا بیٹھے۔ دولت وحشمت، زبردست سطوت وقوت پا کر آدمیت کو بھول گیا اور خود کو خدا کہلوانے لگا۔ اور تمام قلم رو میں اپنی صورت کے بت بنوا کر پرستش گاہیں تعمیر کروا دیں۔ لوگ اسے خدا کہتے اور سجدہ کرتے تھے۔

ولادت: تارخ کے تین بیٹے تھے۔ ابراہیم۔ ہاران۔ ناحور۔ ہاران اپنے باپ کی زندگی ہی میں اپنے بیٹے لوط کو چھوڑ کر مر گیا۔ ناحور سے متعلق کچھ علم نہیں۔ اس کے متعلق حالات ناپید ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق از سٹھ مقامات پر ذکر آیا ہے۔ جو زیادہ تر حسب ذیل سورتوں میں پھیلا ہوا ہے۔

سورہ بقر۔ ال عمران۔ المائدہ۔ الانعام۔ التوبہ۔ ہود۔ ابراہیم۔ الحجر۔ النحل۔ مریم، الانبیاء۔ الحج۔ الشعرا۔ العنکبوت۔ والصفت۔ ص۔ الزخرف۔ الزاریت۔ الممتحنہ۔ اور الا علٰے۔

مختصراً یہ کہ قرآن حکیم میں آپ کے متعلق اتنا ذکر آتا ہے کہ آپ کی ایک مستند سیرت قرآن حکیم ہی کی روشنی میں ترتیب دی جا سکتی ہے۔ آپ کی عظمتِ شان کا اس سے کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ سید الانبیاء خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور ہمارے لئے آپ کی حیاتِ مبارکہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

وجہ تسمیہ: لفظِ ابراہیم اَب وراحم سے مرکب ہے جس کے معنی مہربان باپ کے ہیں۔ امام

Marfat.com

رازی ودیگر جماعت سلف کا خیال ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ حضرت کے جو والد محترم ہیں وہ بت گرو بت فروش نہیں تھے بلکہ ایک مومن وموحد انسان تھے۔ بُت پرست حضرت ابراہیم کا چچا تھا۔

واذ قال ابراھیم لابیہ اذر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا مراد ہیں، کیونکہ اہلِ عرب چچا کو بھی اَب کہتے تھے عام بول چال میں ہم چچا کو بڑے ابّا کہتے ہیں لیکن وہ چچا ہوتے ہیں ابّا نہیں۔

ولادت: حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے ایک قصبہ کولی میں پیدا ہوئے۔ تورات میں آپ کی سن ولادت کے متعلق ایک عجب معاملہ دیکھنے میں آیا ہے۔ لکھا ہے کہ طوفان نوح کے دوسو برس بعد ارفخشذ پیدا ہوئے۔ تورات میں یہ نام ارفکس کے املا سے آتا ہے۔ جب ارفخشذ پینتیس برس کے ہوئے تو شالخ پیدا ہوئے۔ جب شالخ اپنی عمر کے تیسویں برس کو پہنچا تو عابر کی ولادت ہوئی۔ پھر تر تالیس برس عابر سے فالخ اور فالخ کی تیس برس کی عمر میں ناحور اور ناحور کی اُنتیس برس کی عمر میں تارخ پیدا ہوا۔ جس وقت تارخ کی عمر پچھتر برس کی ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس حساب سے زمانہ طوفان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش تک دوسو ستانوے برس ہوتے ہیں۔ اور حضرت نوح سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ تین سو پچاس برس تک بعد از طوفان اور زندہ رہے۔ بنابریں اس کے کہ انتقال نوح کے وقت آپ ترپن برس کے تھے۔ آپ نے جد اعلیٰ کا زمانہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔

ابوالفدا مورخ نے حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان اور جناب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل کی ولادت کے درمیان ایک ہزار اکاسی برس کا فاصلہ شمار کیا۔ طبری نے ایک ہزار نواسی برس کہا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ بعض اہلِ کتاب کا خیال ہے کہ طوفان اور ولادت ابراہیمی میں ایک ہزار دوسو تریسٹھ سال کا فاصلہ تھا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ.

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت جن حالات میں ہوئی وہ نہایت مخدوش اور ناساعد تھے۔ اگرچہ اس ضمن میں مختلف روایات ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں تاہم ان سب کا ماحصل یہی ہے کہ ولادت ابراہیم سے قبل نجومیوں نے نمرود سے کہا۔ کہ ہم ستاروں کی گردش میں ایک ایسے خوفناک امر کے آثار دیکھ رہے ہیں کہ جس سے آپ کی سلطنت کا تختہ الٹ جائے گا۔ اور آپ کا شاہی مذہب باطل ٹھہرے گا اور ان خداؤں کو جنہیں ہم دن رات پوجتے ہیں ختم کر دیا جائے گا۔ نمرود کے استفسار پر نجومیوں نے کہا اسی برس اس شہر میں ابراہیم نام کا ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو آپ کے اس تمام نظام کو باطل کر دے گا۔ نمرود نے یہ سنتے ہی تمام شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ نیز اس برس جو لڑکا پیدا ہوگا اسے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک عرصے تک یہ حکم جاری رہا اور ہزاروں بے گناہ معصوم بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے گئے۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ چنانچہ اسی دوران میں حضرت ابراہیم کی والدہ بھی حاملہ ہوگئیں۔ آپ کی والدہ نے پہلے تو حمل چھپانے کی کوشش کی۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اپنے شوہر کو مطلع کر ہی دیا۔ اور کہا کہ آخری عمر میں تو نخلِ تمنا کے بار آور ہونے کا وقت آیا ہے اور وہ یوں تلف ہو جائے کیا ضروری ہے کہ یہ وہی بچہ ہو، جسے نمرود قتل کرنا چاہتا ہے۔ اسی رات کا حمل ہے میری مدد کیجئے۔ اور میرے ہونے والے بچے کو موت کے منہ سے بچا لیجئے۔ آذر کا دل پسیج گیا۔ اور وہ راضی ہوگیا۔ چنانچہ شہر سے باہر ایک غار مقصدِ ولادت کے لئے تجویز کر کے آپ کو چپکے چپکے وہاں پہنچا دیا گیا۔ کچھ تو عام عورتوں کی طرح آپ کا پیٹ نہ بڑھا۔ کچھ رازداری سے کام لیا گیا۔ غرض آپ کی پیدائش کا غار میں کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم کی والدہ آپ کو غار میں چھپا کر خاموشی سے گھر واپس آگئیں۔

حضرت ابراہیم کی والدہ محترمہ اکثر آپ کو دیکھنے غار میں آتیں آپ کو دودھ پلاتیں اور پھر واپس چلی جاتی تھیں۔ غرض تھوڑے ہی عرصے میں آپ معمول کے خلاف بہت جلد جوان ہوگئے۔ پھر ایک روز شام کے وقت اپنے والد آذر کے ہمراہ غار سے نکل کر

Marfat.com

گھر چلے آئے۔ کہتے ہیں اثنائے راہ میں آپ جو شے دیکھتے باپ سے پوچھتے، ظاہر ہے کہ غار میں ماں باپ کے سوا آپ نے کسی اور چیز کو نہیں دیکھا بھالا تھا۔ اس لئے آذر بتاتے چلے جاتے یہ اونٹ ہے یہ بکری ہے یہ فلاں شے ہے وہ فلاں چیز ہے۔ یہ سن سن کر دل میں کہتے کہ ان چیزوں کا بنانے والا ضرور کوئی ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے جن نیک بندوں کو گمراہوں کی اصلاح کے لئے منتخب فرمالیتا ہے ان کی عادات واطوار، گفتار و کردار اور نشست و برخاست کے طور طریقے زندگی کے شروع ہی سے الگ اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے فہم وادراک کی روح بھی عام آدمیوں کی روحوں سے بلند و برتر ہوتی ہے۔ اسی بنا پر انہیں جو کچھ علم عطا کیا جاتا ہے۔ وہ اکتسابی نہیں بلکہ وھبی ہوتا ہے۔ ہر چند کہ نبی علم غیب نہیں رکھتا۔ لیکن پردۂ غیب سے مشیت ایزدی نبی کو وہ باتیں جو دوسرے لوگ نہیں جانتے کسی غیر مادی ذریعے سے پہنچا دیتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ نبی جو بظاہر امی کہلاتا ہے بہ باطن اَن پڑھ نہیں ہوتا۔

<u>معرفت حق</u>: آپ کے زمانے میں بابل کے لوگ بتوں اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ آپ غار سے نکل کر گھر پہنچے اور آپ نے سر اٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو ایک ستارہ نظر آیا۔ تو آپ نے اپنے آپ سے یہ سوال کیا۔ کیا یہ میرا رب؟ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو کہنے لگے۔ **لا احب الافلین** ۔(قرآن حکیم) میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ آپ کو ماہتاب نظر آیا اور اسے تمام ستاروں سے زیادہ روشن پایا تو دل میں کہا۔ **ھـذا ربـی** ۔ کیا یہ ہے میرا رب؟ جب وہ بھی نگاہوں سے غائب ہو گیا تو کہنے لگے۔ **لئن لم یھدنی ربی لا تکونن من القوم الضالین** ۔ مجھے اگر میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بلاشبہ گمراہ لوگوں میں شریک ہو جاتا۔ غرض یہ پہلی رات جو آپ نے غار سے نکل کر گھر میں گزاری تمام ہوئی۔ جب صبح ہوئی اور دن نکل آیا۔ اور آفتاب کی روشنی آپ نے دیکھی تو فرمایا کیا یہ ہے میرا اللہ جو بہت بڑا ہے؟ پھر جب شام ہوئی تو آفتاب غروب ہوا۔ تو آپ نے فرمایا جو شے ہر آن اپنی حالت بدلتی رہتی ہے یعنی

Marfat.com

متغیر ہے وہ ضرور ہے کہ حادث ہوگی۔ پس جو حادث ہے قدیم کیونکر ہے؟ لہٰذا وہی ایک ذات جو حادث نہیں۔ قدیم ہے! رب ہے اور وہی ایک رب پرستش کے لائق ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود بنائے گئے ہیں سب باطل ہیں۔

دعوت حق: آپ نے جب اعلائے کلمۃ الحق کیا ہے تو سب سے پہلے آواز اپنے چچا آذر بت گرو بت فروش کے کانوں تک پہنچائی ہے اس زمانے میں بت کدے کا داروغہ یا پجاری! اور ایک سلطنت کا بادشاہ دونوں برابر تھے۔ بلکہ ایک لحاظ سے بت خانہ کا مہتمم کا مرتبہ بادشاہ سے کچھ اونچا ہی کہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اس بت خانے کا سربراہ ہے کہ جس میں بادشاہ جا کر سجدہ ریز ہوتا ہے۔ بھلا باپ داروغہ بت کدہ ہونے کی حیثیت سے کہاں چپ رہ سکتا تھا۔ ہر چند کہ بچپن میں بھی آپ بتوں کی تذلیل کرتے پھرا کرتے۔ مثلاً والد انہیں بت بنا کر فروخت کرنے کو دیتے یہ بے تامل بازار میں لے جاتے اور بلند آواز سے کہتے۔ من یشتری مالا یضرہ وینفعہ۔ کون شخص ایسی چیز کو خریدے گا۔ جو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ لوگ یہ سن کر تعجب کرتے اور ان کے قریب نہ جاتے اور نہ ان سے بت خریدتے۔ جب شام ہوتی آپ بتوں کو نہر کی طرف لے جاتے ان کی گردن پکڑ کر پانی میں ڈبوتے اور شوخی سے کہتے پی لے۔ پی لے۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں لوگوں میں پھیل گئیں۔ لیکن اس وقت تو سب اس کے بھولے پن کو سمجھ کر خاموش رہے۔ لیکن اب معاملہ دوسرا تھا۔ آپ جوان ہو چکے تھے اور صاحب عقل و شعور خیال کیے جاتے تھے۔ باپ برآفروختہ ہو گیا اور برداشت نہ کر سکا۔ صاف لفظوں میں (اپنے بڑھاپے کے اکلوتے) بیٹے سے کہہ دیا۔ ابراہیم تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ۔ ورنہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔

فریضہ نبوت: اعلائے کلمۃ الحق کا معاملہ باپ اور بیٹے کا معاملہ تھا ہی نہیں کہ آپ اپنے والد کی دھمکیوں میں آ جاتے بلکہ ایک فریضہ الٰہی تھا جسے بہرصورت ادا کرنا آپ کے ذمہ تھا۔ آپ نے اپنے والد کو نہایت ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس کے بعد آپ نے اعلانیہ طور لوگوں کو توحید کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ اور فرمایا اے لوگو! جس کی تم پرستش

Marfat.com

کرتے ہو وہ خدا نہیں ہے۔ خدا تو وہی ہے جس نے یہ زمین و آسمان اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا۔

مگر لوگوں نے بجائے ہدایت قبول کرنے کے آپ کو اپنے خداؤں کی عظمت دکھا کر قائل کر لینے کی کوشش کی کہنے لگے۔ اے ابراہیم تو بلا سوچے سمجھے ہمارے خداؤں کو برا کہتے اور جھٹلاتے رہتے ہو۔ چلو آج ہمارے ساتھ ہم تمہیں اپنے خداؤں کا جاہ و جلال دکھا کے لاتے ہیں۔ لیکن آپ نے کسی طور پر ان سے معذرت کر لی اور ساتھ ہی انہیں کسی طرح یہ بھی سنا دیا کہ بخدا میں تمہارے بتوں کی جنہیں تم خدا سمجھتے ہو۔ ضرور خبر لوں گا ان کا وہ علاج کروں گا کہ تم دیکھو گے۔

جملہ مفسرین نے یہ واقعہ اس طرح پر لکھا۔ کہ آپ لوگوں کے چلے جانے کے بعد، چپکے سے گھر سے نکل کر بت خانے میں آئے آپ نے دیکھا کہ بت خانہ ایک بہت ہی آراستہ و پیراستہ اور نہایت پر تکلف جگہ ہے۔ ایک بڑا بت ایک مکلف تخت پر مزین ہے۔ اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے ہیں۔ اور سب کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے چنے ہوئے ہیں۔ پہلے تو آپ نے تعریضاً فرمایا۔ اے بتو تم یہ کھاتے کیوں نہیں ؟ پھر جب کچھ جواب نہ ملا تو فرمایا تم بولتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ پھر جب اس کا بھی جواب نہیں ملا تو ایک تیشہ اٹھایا اور خود ہی ایک جواب ان بے زبانوں کی طرف سے مرتب کر لیا۔ غرض اس بت خانے میں جتنے بت تھے سوائے ایک بہت بڑے بت کے سب کو توڑ پھوڑ کر گھر چلے آئے۔ اور چلتے ہوئے وہ تیشہ بڑے بت کی گردن میں لٹکا دیا۔

جب لوگ عید گاہ سے واپس ہوئے اور آتے ہوئے اپنے خداؤں کا بت خانے میں یہ حشر دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا۔ بعض لوگوں نے جنہوں نے آپ کی دھمکی سن لی تھی۔ لیکن مذاق سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے کل ابراہیم کو ان خداؤں کی برائیاں کرتے دیکھا تھا۔ اور اس نے ان کی گردن اڑا دینے کی دھمکی بھی دی تھی۔ ہم اسے ایک مذاق سمجھتے تھے، عجب نہیں یہ کرتوت اس کی ہو۔ لوگوں نے یہ بات سنی تو فوراً نمرود کے

Marfat.com

پاس پہنچے اور واقعہ کی اطلاع دی۔ نمرود یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً آپ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ پکڑے گئے اور معززین قوم کے ہاتھ نمرود کے دربار میں لائے گئے۔ نمرود نے آپ سے پوچھا ابراہیم کیا ان بتوں کو تم نے توڑا ہے؟ آپ نے فرمایا، آگے بڑھ کر بتوں کے بڑے بت سے تم کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ اس کو طیش آیا ہوگا اس کی موجودگی میں دوسرے چھوٹے بت بھی پوجے جاتے ہیں۔ نمرود نے کہا۔ ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بت بولتے نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا پھر تم اللہ کے سوا کیوں ایسے کی پرستش کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور اس پر جسے تم پوجتے ہو ایک اللہ کے سوا، کیا تم ایک دوسرے کو نہیں سمجھا سکتے۔

<u>مکالمہ:</u> اب نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان وجود باری تعالیٰ پر ایک مکالمہ شروع ہوا۔ نمرود نے کہا اے ابراہیم کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ وہ تمہارا رب ہے کون جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ آپ نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا۔ یہ بھی کوئی مشکل کام ہے؟ ایسا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت دو آدمی طلب کیے۔ نمرود نے ایک کو فوراً قتل کر دیا اور دوسرے کو رہائی دے دی۔ اور کہنے لگا بس یہ ہے تمہارا رب؟ آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے۔ تو اگر سچا ہے تو آفتاب کو مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا۔ اس پر نمرود سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اور وہ اپنا سا منا لے کر رہ گیا۔

یہاں یہ گمان نہ گزرے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بزعم خود محی و ممیت ہونے کے ثبوت کو تسلیم کر کے ایک اور سوال کیا۔ نہیں بلکہ حقیقت میں انہوں نے اس سوال سے اگر تو قادر ہے تو سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکال کر دیکھا دے۔ اس کے ذہن کو ادھر پھیرنے کی سعی فرمائی کہ "مارنے" اور "جلانے" پر جو قدرت کی مثال تو نے دی ہے وہ تو اس خدائے واحد کے نظام کائنات کے تابع ہے اگر تو قادر ہے تو نظام خداوندی کے خلاف اپنے تصرف سے مار کر اور جلا کر دیکھا۔

Marfat.com

آزمائش: اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار سے اٹھ کر چلے آئے اور ادھر ان لوگوں نے مشورے طے کرنے شروع کر دیئے۔ کسی نے کہا آپ کو شہر بدر کر دینا چاہئے کوئی کہتا تھا کہ آپ کو زندہ جلا دیا جائے۔ بالآخر بات اسی پر ٹھہر گئی کہ آپ زندہ جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ لکڑیاں جمع کیے جانے کا حکم دیا گیا جس کی تعمیل نمرود کی سلطنت کے ہر فرد و بشر نے کی۔ خدا معلوم کتنے ہزار من لکڑی اللہ کے اس ایک بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نذرِ آتش کرنے کیلئے اکٹھی کی گئی ہوگی کہ جس کا گناہ قوم کی نگاہ میں یہ تھا کہ وہ اسے اپنے باپ دادا کے غلط راستوں سے ہٹا کر صرف ایک سیدھے راستے پر لگانا چاہتا ہے اور جس کا قصور فقط یہ تھا کہ وہ ہزاروں خداؤں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنانا چاہتا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابھی آگ کے شعلے آپ کے مبارک بدن تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ آگ سرد پڑ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ و صحیح سلامت اس آزمائش سے نکل آئے۔ اس واقعہ کے بعد بعض آدمی تو ایمان لے آئے۔ اور آپ کی نبوت کو قبول کر لیا۔ مگر اکثر نمرود کے خوف سے اپنا ایمان ظاہر نہ کر سکے۔ منجملہ انہی ایمان والوں میں لوط بن ہاران بھی تھے۔ جو مع اپنی بہن سارہ علیہ السلام کے ایمان لائے۔

افسوس کہ جو لوگ ذوق سلیم سے محروم ہوتے ہیں وہ حق بات کو کسی طور پر بھی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ ہر چند نمرود نے آپ کی ذات میں آیاتِ الٰہی کو دیکھا۔ لیکن اسے ہرگز ایماندار نہ ہونا تھا اس لئے وہ ایمان نہ لایا۔ ''روضۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے'' کہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں بعد نمرود کی ناک میں ایک مچھر گھس گیا۔ جس سے وہ چالیس روز سخت عذاب میں مبتلا رہ کر جہنم رسید ہوا۔

نقل مکانی: واقعہ مذکورہ سے کچھ دنوں بعد آپ نے اپنے والد تارخ، ناخور بن تارخ، ملکا بنت ہاران۔ ناخور لوط بن ہاران۔ لوط کی بہن سارہ اور اپنے مومنین کے ہمراہ سرزمین بابل سے ہجرت کر کے حران چلے آئے۔ حران سے متعلق مورخین کہتے ہیں کہ روئے ہستی پر یہی وہ پہلا شہر ہے جو طوفانِ نوح کے بعد آباد کیا گیا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت سارہ سے

Marfat.com

نکاح کیا۔ بعض علمائے نسب کا خیال ہے کہ سارہ بادشاہ حران کی بیٹی تھے۔ ان پر قوم کی عورتوں نے حضرت پر ایمان لانے کی وجہ سے طعنہ زنی کی تھی۔ حضرت نے اس خیال سے کہ سارہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے انؑ سے نکاح کر لیا۔ لیکن اکثر مورخین یہ کہتے ہیں کہ سارہ ہاران ابن ناخور کی بیٹی تھیں۔ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ تورات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سارہ اور ملکہ بنت ہاران ابن ناخور دونوں سگی بہنیں تھیں۔ ملکہ کا عقد ناخور بن تارخ سے ہوا اور سارا ابراہیم بن تارخ کے عقد میں آئیں۔

جب آپ پچھتر برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر حرآن چھوڑ کر کنعان چلے آئے پھر تھوڑے ہی دنوں بعد آپ بیت المقدس سے مصر آ گئے۔ اس وقت مصر کا فرعون سنان بن علوان قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ خطبات احمدیہ میں لکھا ہے کہ یہی بادشاہ ضحاک کا بھائی تھا۔

اگرچہ آپ مصر آنے پر ایک ایسی جگہ ٹھہرے جہاں آپ کی حیثیت ایک اجنبی کی تھی۔ تاہم سارہ کا حسن و جمال اس کی غمازی کر گیا اور بات رفتہ رفتہ فرعون مصر تک پہنچ گئی اور اس نے سارہ کو اپنے محل میں بدنیتی سے طلب کر لیا۔ مگر قدرت خدا کہ وہ سارہ بی بی کو چھونے سے پہلے ہی پتھر جیسا ہو گیا۔ تب اس نے توبہ کی اور اپنی بیٹی حاجرہ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کنعان پھر تشریف لے آئے اور بیت المقدس باب حرون میں مستقل طور پر سکونت فرمائی۔ علامہ قسطلانی نے شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۸۲ پر لکھا ہے کہ حاجرہ بادشاہِ مصر رقیون کی بیٹی تھیں اور یہ بادشاہ ملوک قبط سے تھا۔

بعض مورخین یہ واقعہ اردن کا بتلاتے ہیں۔ جس کا فیما یا صدوف نام تھا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بادشاہِ مصر کا ہی قصہ ہے۔ مصر سے لوٹنے کے بعد آپ نے حضرت حاجرہ سے عقد کیا۔ جب آپ چھیاسی برس کی عمر کے ہوئے تو بی بی حاجرہ کے بطن سے حضرت اسمعیل پیدا ہوئے جن سے آگے چل کر بارہ اولادیں ہوئیں اور پھر یہ اولادیں اپنے ہر بڑے سلسلے کی ایک ایک رئیس کہلائیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھ عقد کئے اور ان سے تیرہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان سب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سب سے بڑے تھے۔ حضرت اسماعیل ابھی کم سن ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنے بیٹے اسماعیل اور آپ کی والدہ بی بی حاجرہؓ کو عرب کے اس بے آب و گیاہ میدان میں یکہ و تنہا چھوڑ آئیں کہ جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ماں بیٹا دونوں کو لے کر چل دیئے۔ اور عرب کے اس مقام میں اکیلے چھوڑ کر چلے آئے۔ جہاں آدم نہ آدم زاد، ظاہر ہے کہ ایسے مقام پر کھانے پینے کو کیا شے مل سکتی ہے۔ ہر چند اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ اپنے لخت جگر اور رفیقہ حیات کو یکہ و تنہا، بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑنے کو تو چھوڑ آئے۔ لیکن دل محبت اولاد سے بے تاب تھا۔ لب پہ یہ دعا تھی اے پروردگار میں نے اپنی ایک اولاد ایک ایسے میدان میں بسائی ہے۔ جہاں کھیتی نہیں۔ تیرے محترم گھر کے پاس اے ہمارے رب، تا کہ قائم رکھیں نماز کو۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے پھلوں سے شاید کہ وہ شکر کریں۔ (قرآن حکیم) اب بی بی حاجرہ اور کمسن حضرت اسماعیل کو پیاس نے ستایا تو بی بی دیوانہ وار پانی کی تلاش میں ادھر ادھر مضطربانہ دوڑیں۔ سات مرتبہ صفا سے مروہ اور مروہ سے کوہ صفا کی چوٹیوں پر آئیں گئیں۔ کہ قدرت خدا جب اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل کے رونے کی آواز سن کر پلٹ آئیں۔ اور آپ کے پاؤں کے قریب ہی ایک چشمہ پانی کا بہتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے دوڑ کر اپنے لخت جگر کو گلے سے لگا لیا۔ اور پانی کے چاروں طرف ایک مینڈھ سی باندھ دیں۔ جتنا پانی اکٹھا ہوتا تھا اسے محفوظ کر لیتیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ماں بیٹے کی اس تکلیف کو یوں اپنی رحمت سے رفع کر دیا۔ اب رہی تنہائی۔ بنی جرہم جو پانی کے نہ ملنے سے ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے۔ اس مقام پر پانی کی اطلاع پا کر چلے آئے۔ اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جو مسبب الاسباب ہے اس طرح ان کی تنہائی کو دور کر کے اپنی رحمت سے ان کے جینے کا سامان پیدا کر دیا۔

Marfat.com

بنی جرہم عرب کا ایک شریف قبیلہ تھا جو اصل میں یمن کا رہنے والا تھا۔ اس تنہائی کے عالم میں ایسے روح فرسا موقع پر اس قبیلے کا یہاں چلے آنا یوں معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی نے حضرت بی بی حاجرہ اور اور جناب اسماعیل کی پرورش و تربیت کا خود اہتمام کیا تھا۔ چنانچہ جنابِ اسماعیل اسی قبیلے میں پل پس کر نوجوان ہوئے اور اسی قبیلے میں آپ کی شادی ہوئی۔

قربانی: ایک مدت کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو دیکھنے کے لئے پھر آئے۔ محبت پدری نے جوش مارا اور چاہا کہ ان سے ہمیشہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ سب سے زیادہ خدا کی محبت اس کے دوستوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا خواب میں حکم ہوا۔ اے ابراہیم اٹھ اور اللہ کی راہ میں قربانی دے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ خواب میں جناب ابراہیم علیہ السلام سے یہ معاملہ تین مرتبہ پیش آیا۔ آپ نے پہلی اور دوسری بار اونٹوں کی قربانی دی۔ مگر جب تیسری دفعہ پھر یہی بات پیش آئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ محض خواب نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دل میں سوچ کر۔ کہ قربانی کس عزیز ترشے کی دینی چاہئے چنانچہ اولاد سے زیادہ انسان کو اور کون سی چیز ہے جو عزیز از جان ہے۔ پس آپ نے اپنے لخت جگر جناب اسماعیل سے پوچھا۔ اے جان پدر میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ کہو تمہارا کیا ارادہ ہے؟ فرماں بردار بیٹے نے جواب میں کہا، حضور ابا جان میں حاضر ہوں۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔

چنانچہ باپ بیٹا دونوں گھر سے چل دیئے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر کو منی کے مقام پر لے آئے اور کنپٹی کے بل لٹا دیا۔ تسلیم و رضا کے اس آخری مقام پر بیٹے کی گردن پر چھری چلنے کو تھی کہ وحی آ گئی۔ اے ابراہیم تو نے واقعی خواب کے اشارے کو حقیقت سمجھ کر سچ کر دکھایا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب

Marfat.com

سے قربانی پسر کی تعبیر کیونکر نکالی اس کا مختصراً جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ ایسا تھا جس پر خدا کے نام پر انسان کی قربانی دینے کا رواج عام تھا۔ اس کے زیر اثر جناب ابراہیم علیہ السلام میں بھی انسانی قربانی کے تقاضے کا پیدا ہونا کچھ بعید از قیاس بات نہیں۔ اس آرزو کی شدت سے خواب کے اعادے نے اگر آپ کی توجہ کو قربانی سے بیٹے کی قربانی کی تعبیر کی طرف پھیرا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

توضیحات تشکیک: ھذا ربی ۔ (یہ ہے میرا رب) سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم شروع ہی سے معرفت حق نہیں رکھتے تھے بلکہ معرفت حق کے طالب تھے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی راہ دکھائی۔ اور نبوت سے نوازا۔ لیکن حقیقت میں بات یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے جن پاک بندوں کو منتخب کر لیتا ہے، وہ پہلے سے ہی عارف خدا ہوتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ھذا ربی کہنا اس بنا پر نہیں تھا کہ آپ اس وقت نہیں جانتے تھے کہ خدا کون ہے؟ آپ یقیناً معرفت الٰہی رکھتے تھے۔ جیسا کہ نص قرآنی سے واضح ہے۔ ولقد اتینا ابراھیم رشدہٗ من قبل وکنا بہ عالمین ۔ اور ہم نے ابراہیم کو اس کے جوان ہونے سے پہلے اس کے حصے کی دانائی عطا فرمائی اور ہم اس کا حال جانتے تھے کہ وہ نبوت کے لائق ہے ھذا ربی کہنا دراصل اپنی قوم کے زعم باطل کو بالتدریج دور کرنے کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اے میری قوم کے لوگو سمجھ لو کہ جو شے تغیر پذیر ہے وہ حادث ہے وہ قدیم نہیں اور جو قدیم نہیں اسے خدا نہیں کہا جا سکتا۔ منتصرا یہ کہ قول ھذا ربی کو استفہام انکاری سمجھنا چاہئے۔ نیز یہ کہ احتجاج بھی ہے کہ اے لوگو یہ ہے میرا رب کہ جو کبھی نکل آتا ہے اور کبھی غائب ہو جاتا ہے؟ میں افلین (مٹ جانے والی چیزوں) کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میں تو ان چیزوں سے بیزار ہوں، جنہیں تم خدا سمجھتے ہو۔

کذب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بیان کہ آپ نے عمر بھر میں تین جھوٹ بولے اول یہ کہ آپ نے خود کو بیمار کہا حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے بتوں کو توڑا تھا مگر کہا یہ کہ نہیں۔ بڑے بت نے بتوں کو توڑا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ بادشاہ

Marfat.com

مصر قیون کے ڈر سے جو لوگوں کی خوبصورت بیویوں کو چھین لیتا تھا۔ آپ نے بی بی سارہ کو بہن کہا۔ درحقیقت یہ ہمارے مورخین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے تحقیق اور جستجو نہ کر کے یہودیوں کا جو کذب و افترا ہاتھ لگا اپنے قلم سے لکھ دیا وہ پتھر کی لکیر ہوا۔ ورنہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

قرآن حکیم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۔ یعنی وہ بڑا ہی سچا نبی تھا۔ بلاشبہ جناب ابراہیم علیہ السلام، اللہ کے رسول تھے۔ آپ کی طرف کسی کذب کو منسوب کرنا عصمت انبیاء کے قرآنی تصور کے منافی ہے۔

علم نجوم: قرآن حکیم میں آتا ہے۔ فنظرہ فی نظرۃ النجوم فقال انی سقیم فتولو عنه مدبرین (الصافات) پس ابراہیم نے ایک نگاہ اٹھا کر ستاروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ میں کچھ بیمار ہوں، پس وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

دراصل ''سقیم'' کے معنی طبیعت کے ناسازی کے بھی ہیں۔ جو اس سلسلے میں بیزاری کے باعث بھی ممکن ہے اس سے مشرکین نے کوئی اور مطلب سمجھ لینے سے لازم نہیں آتا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باب میں کوئی غلط بیانی کا شائبہ پیدا ہو سکے۔

استہزا: ''ھذا فسئلوھم'' ''نہیں اس بڑے بت نے کیا ہے۔'' پوچھ اگر وہ بولتے ہیں جناب ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے کفار نے اپنے دل میں خیال کیا اور کہنے لگے۔ اے لوگو تم ہی بے انصاف ہو جو ایسے بتوں کی پرستش کرتے ہو جو بولتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ پھر آخر انہیں پوجنے سے فائدہ؟ شرمندہ ہو کر کہنے لگے۔ اے ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بت بولتے نہیں بے زبان ہیں۔ تم یہ کس طرح کہتے ہو کہ ان بتوں سے پوچھ لو! تب آپ نے فرمایا تم اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہو جو تمہارا کچھ سنوار سکیں نہ بگاڑ سکیں۔ آخر تمہاری عقل کہاں گئی ہے؟

ظاہر ہے کہ جناب ابراہیم کا یہ قول بر سبیل استہزا اور طنز کے ہیں نہ کہ انکار کرنے کے طور پر، تورات کے ماننے والے آپ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہیں، قرآن حکیم نے آپ کو کہیں

Marfat.com

جھوٹا نہیں کہا بلکہ کَانَ صِدِّیقاً سے آپ کی پُر زور تصدیق کی ہے۔

اس مکالمہ کے بعد جب قوم لا جواب ہوگئی تو اس نے آپ کے لئے جو سزا تجویز کی وہ آگ میں زندہ جلا دینے کی تھی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو لوگ آگ میں جلانے کے لئے ایک ماہ تک لکڑیاں اکٹھی کرتے رہے۔ جب منوں لکڑیاں جمع ہوگئیں تو آگ لگا دی اور سات دن تک اس کے شعلے بھڑکاتے رہے۔ اور سینکڑوں من گھی اس میں ڈھلکایا گیا حتیٰ کہ وہ اس قدر بھڑک گئی اور بلند ہوئی کہ اگر پرندہ بھی اس پر ہو کر نکل جاتا۔ یقیناً جل کر راکھ ہو جاتا۔ اب سب لوگ حیران تھے کہ ایسی آگ میں آپ کو کیونکر پھینکا جاسکے گا کہ انسان کے بھیس میں ان کے پاس شیطان آیا اور اس نے ان کو منجیق بنانا سکھایا۔ نادر نامہ کے موئف نے لکھا ہے کہ پائین کوہ مکان آتش تھا۔ اور بالائے کوہ منجیق قائم کیا تھا۔ اخبار الدولی میں لکھا ہے کہ جب آپ کو طوق و زنجیر سے آراستہ کر کے منجیق میں بٹھایا گیا اور قریب تھا کہ آپ کو آگ میں پھینک دیا جائے اور آپ زندہ جلا دیئے جائیں تو بادل کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کیا اے ابراہیم اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ایک بادل کے ٹکڑے سے آگ کو پانی کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں! پھر اس کے بعد ہوا کا فرشتہ آیا اس نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں آگ کو ہوا کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مجھے نہیں چاہئے۔ غرض اسی طرح اور بہت سے فرشتے یکے بعد دیگرے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان سب کو یہی جواب دیا کہ نہیں مجھے کوئی حاجت نہیں۔ بالآخر قوم ابراہیم نے منجیق اٹھایا اور آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ جب آپ آگ میں پھینک دیئے گئے تب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کا استقبال کیا اور کہا۔ اے اللہ کے رسول اپنے اللہ سے اپنی حاجت بیان کرو۔ آپ نے فرمایا مجھے سوال کرنے یا اپنی حاجت بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے میرا حال خوب معلوم ہے۔ میں نے اپنا نفس اللہ کے ہاتھ بیچا تھا۔ اور منتظرِ تسلیم تھا سو اس کا وقت آ گیا اب حاجت نہیں رہی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کی قوم نے

Marfat.com

آگ میں پھینکا تو فرشتوں نے دونوں بازو کھینچ کر نہایت آہستگی سے آپ کو بٹھا دیا اور اسی وقت آپ کے سامنے ایک چشمہ آب شرین وشفاف بہہ نکلا۔ اور گلاب ونرگس کے بے غل و غش پھول کِھل اُٹھے۔ گویا آگ ایک گلشن عجیب و بوستانِ غریب میں تبدیل ہوگئی۔

ابن یسار نے معالم میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہمزاد فرشتے کو آپ کے پہلو میں پیدا کر دیا جو حالتِ یاس میں آپ کا مونس و ہمدم تھا اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ریشمی قمیض جنت سے لائے جسے آپ کے زیب تن کیا گیا اور ایک تخت جنتی بچھا کر آپ کو بٹھایا۔ اور آپ سے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ نے سچ کہا ہے کہ آگ اس کے بندے کو نقصان نہیں پہنچاتی۔

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد نمرود نے وزیروں سے پوچھا کیا تم نے اچھی طرح سے دیکھ بھی لیا تھا کہ ابراہیم جل گیا ہے کہ نہیں؟ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ آگ سے صحیح سلامت باہر نکل آیا۔ المختصر نمرود اپنے وزیروں کو ساتھ لے کر خود ہی دیکھنے کو گیا۔ وہ ایک بلند مکان پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم بڑے مزے سے خوش وخرم بیٹھے کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ نمرود نے پکار کر کہا اے ابراہیم تمہارا خدا واقعی بہت بڑا ہے۔ جو تم میں اور آگ میں حائل ہو گیا۔ اے ابراہیم کیا تم باہر آ سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں چنانچہ آپ باہر تشریف لے آئے۔ تو نمرود نے پوچھا یہ دوسرا آدمی کون تھا جو تمہارے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا فرشتہ تھا۔ نمرود نے کہا اے ابراہیم تمہارے خدا کے کچھ نذر کروں گا۔ چنانچہ اس نے چالیس ہزار گائیں قربان کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہاری یہ نذر تاوقتیکہ تم ایمان نہ لاؤ قبول نہیں ہو سکتی۔ نمرود نے کہا میں دولت اور حکومت و ملک اور سپاہ نہیں چھوڑ سکتا۔ بعض قصوں میں ہے کہ نمرود ایمان لانے والا ہی تھا کہ اس کا وزیر ہامان بے سامان بول اٹھا۔ اے نمرود ابراہیم آتش پرست ہے اور آگ کا فرشتہ ہے۔ سو آگ نے محبت کی وجہ سے ابراہیم کو بچا لیا۔ ابھی یہ بات مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ایک چنگاری آگ سے نکلی اور ہامان بے سامان پر گر پڑی کہ وہ اسی وقت جل کے

Marfat.com

خاکستر ہوگیا۔ مگر جاتے جاتے فساد ڈال گیا اور اس کے کہنے سے نمرود ایمان نہ لایا۔ مگر کچھ لوگ یہ سن کر آتش پرست ہو گئے۔ بعض روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ مسماۃ رغصہ بنت نمرود اپنے باپ کے ساتھ گئی تھی اس نے جب ابراہیم علیہ السلام کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگی کہ اب تو کیوں ایمان قبول نہیں کرتا۔ نمرود نے سن کر اسے جھڑک دیا۔ اس پر وہ اس سے علیحدہ ہو کر آپ پر ایمان لے آئی۔

گلزار ابراہیم: یہ تو بات بالکل واضح ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ میں زندہ جلا دیئے جانے کی سزا تجویز ہو چکی تھی۔ لیکن قوم اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اب سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ قوم نمرود اپنے ارادے میں کس طرح ناکام ہوئی؟ کیا جناب ابراہیم علیہ السلام اس بھڑکائی ہوئی آگ میں پھینکے گئے؟ اور آگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے جناب ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی۔ یا جناب ابراہیم کو ابھی آگ میں پھینکنے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ آپ وہاں سے کسی ترکیب یا حکمت سے اٹھ کر چل دیئے اور نمرود کے ملک سے نقل مکانی کر کے اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گئے اور اس طرح دشمنان ابراہیم کے ارادوں پر پانی پھر گیا۔

اس واقعہ سے متعلق دو خیال پائے جاتے ہیں ایک مکتبہ فکر یَـانَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰـی اِبْرَاهِیْمَ سے حقیقت کی طرف اسدلال کرتا ہے اور دوسرا مکتبہ خیال یہ آیۃ قرآنی پیش کرتا ہے کہ قـالـو بنو له بنیانا فا لقوهُ فی الجحیم لوگوں نے کہا بس کافی ہو چکا اس کے لئے، ایک آتش خانہ بناؤ اور دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ فار دو به کیدا مجعلهم الا سفلین۔ چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہم نے ان کو نیچا دیکھا کر ہی چھوڑا۔ فـارادوبـه کید سے محض یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی ارادہ کیا ہی تھا کہ آپ کو زندہ جلا دیا جائے مگر آپ وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ اور اس طرح ان کے تمام ارادے خاک میں مل گئے۔

ازالہ: حضرت سارہ کو بیوی ہونے کے باوجود بہن کہنا۔ دراصل اس معاملہ کی ذمہ داری

Marfat.com

بھی ہم پر نہیں آتی یہ بات توراۃ کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ''سو جب ابراہیم مصر میں پہنچا۔ مصریوں نے اس کی عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے اور فرعون کے امیروں نے بھی دیکھا۔ اور فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور اس عورت کو فرعون کے گھر میں لے گئے اور اس نے اس کے سبب ابراہیم علیہ السلام پر احسان کیا کہ اس کو بھیڑ، بکری، گائے، بیل گدھے، غلام اور لونڈی، گدھیاں اور اونٹ ملے۔ پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابراہیم کی جورو سارہ کے سبب بڑی مار ماری۔ تب فرعون نے ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر کہا تو نے مجھ سے کیا کیا؟ تو نے کیوں نہ کہا کہ یہ میری جورو ہے؟ تو نے کیوں کہا؟ کہ وہ میری بہن ہے یہاں تک میں نے اسے جورو بنانے کو لیا دیکھ یہ تیری جورو حاضر ہے۔ اس کو لے اور چلا جا۔''

اس بیان پر ہمارے محدثین کرام نے جو حاشیے چڑھائے ہیں وہ دیکھنے کے لائق ہیں۔

جہاں تک جناب سارہ کا آپ کی چچا زاد بہن ہونے کا تعلق ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ رہے وہ قصے جن کی بنیاد پر ہمارے محدثین نے غلطی سے اعتبار کر کے بیان کی توضیحات فرمائی ہیں۔ مثلاً ایک بزرگ نے یوں توضیح کی ہے کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے خوف سے سارہ کو اپنی بہن کہا۔ اس لئے کہ بادشاہ کسی اجنبی کی بہن سے رجوع نہیں ہوتا وہ صرف اجنبیوں کی بیویوں کو چھین لیتا تھا۔ عصمت بچانے کے لئے یہ جھوٹ دراصل انما المومنون اخوۃ کے قیاس پر تھا۔ یہ ہمارے محدثین کی اپنی غلطی ہے۔ اسلام کا کوئی نقص نہیں۔

احیاء: آیہ کریمہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی. اے رب مجھے دکھا تو کیسے مردے کو زندہ کرتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے یہ بات کیوں کہی؟ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیم کا مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں تھا؟ اس سے متعلق ہمارے مفسرین کرام نے جو تاویلات پیش کیں ہیں وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ شیخ اکبر کہتے ہیں کہ

Marfat.com

طریق احیا مختلف ہیں جیسے موجودات عالم میں بعض مخلوقات "کُنْ فَیَکُوْن" سے موجود ہوئی ہیں اور بعضوں کو ایک ہاتھ سے اور بعضوں کو "یدین" سے اور بعضوں کو ابتدا اور بعضوں کو اور مخلوقات کے سبب پیدا کر دیا۔ جب اسی طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ احیائے خلق بعد از موت قسم دیگر ہے اور یہ بھی مختلف ہوگی۔ پس درخواست کی کہ یہ کون سی قسم ہے؟

تفسیر تبیان میں ہے کہ جب نمرود نے ابراہیم سے کہا ابراہیم اپنا رب دکھا، میں بھی دیکھوں آخر وہ کون ہے؟ جسے تو رب پکارتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ الذی یحی ویمیت. نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسی وقت دو آدمی واجب القتل منگوائے۔ ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو آزاد کر دیا۔ جب نمرود آپ کو یہ مارنا اور زندہ کرنا دکھا چکا تو آپ نے فرمایا یہ احیاء ہرگز نہیں۔ اس پر نمرود کہنے لگا ابراہیم تو نے دیکھا ہے یا دکھا سکتا ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ سے دعا کی کہ مردے کو زندہ کر کے دکھا۔ تاکہ مناظرے کے وقت اپنے مشاہدہ سے جواب دوں۔ تفسیر کبیر میں اس بیان کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح کسی نبی کی امت معجزے کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر بھی نزول ملک الوحی کے وقت معجزے معجزے کا مشتاق ہوتا ہے۔ سو تعجب نہیں کہ وحی کے فرشتہ کے آتے وقت آپ نے معجزہ کی طلب کی ہو۔

تفسیر بصائر میں لکھا ہے کہ رتبہ ایمان اور شے ہے اور درجہ ایقان اور چیز ہے۔ آپ کو احیاء موتیٰ کا ایمان کامل تھا اب خواہش تھی کہ ایمان زیور ایقان سے بھی آراستہ ہو جائے لہٰذا آپ نے یہ سوال کر دیا۔ محمد اسحاق کا قول ہے کہ جب نمرود سے مناظرہ ہوا۔ اور اس نے مارنا اور زندہ کرنا دونوں کر کے دکھا دیا کہ اسے دیکھ کر اہلِ دربار قائل ہو گئے۔ تب آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ مجھے مُردوں کو زندہ کرنا دکھا تا کہ میں اہلِ دربار پر نمرود کے باطل جواب کو واضح کر سکوں۔

Marfat.com

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی خدمت میں فرشتہ موت حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا نبی اللہ آپ کو اللہ نے خلیل کیا اور اس بات کا ثبوت یہ ہے آپ مستجاب الدعوات ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے مردے کو زندہ کر دے گا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے شوق سے التجا کی۔ رَبِّ اَرِنِـــی کَیۡفَ تُحیِی الۡموتٰی۔

بعض عقلا کہتے ہیں کہ قوت وہمیہ۔ اشیائے غیر محسوسہ کے ادراک میں مقصر ہے۔ لیکن قوت عقلیہ البتہ اشیائے غیر محسوسہ کو سمجھ سکتی ہے۔ اور اس وجہ سے جب عقل اور وہم میں تخالف ہوتا ہے۔ تو انسان کی طبیعت مشوش و متردد ہو جاتی ہے۔ اور دل مضطرب اور بے قرار ہو جاتا ہے آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال اس لئے کیا کہ قوت حساسہ، احیا موتیٰ کے مشاہدے سے طبیعت کی تشویش کو دور کر دے اور دل میں اطمینان پیدا ہو جائے۔

بعض مفسرین یوں کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام بحر یہ طبریہ سے گزرے چلے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک مردار دریا کے کنارے پڑا ہوا دیکھا کہ دریائی جانور اسے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس مردار کے اجزاء مختلف جانوروں نے کھا لئے۔ اب یہ مردار زندہ کیسے ہوگا؟ اپنے یقین کے لئے تب آپ نے فرمایا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کیسے مردے کو زندہ کرتا ہے؟

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اسماعیل کے ذبح کرنے کا آپ کو حکم دیا اور آپ نے ذبح کے لئے قدم اٹھایا۔ تب بے ساختہ زبان پر آ گیا۔ رَبِّ اَرِنِـــی کَیۡفَ تُحیِی الۡموتٰی۔ اے رب مجھے مردے کو زندہ کرنا دکھا۔ تاکہ میں جامع آیات حسی و عقلی ہو جاؤں۔ امام جمال الدین سباحی اپنے عشرت میں امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی فرمائی کہ تیری اولاد میں ایک اولوالعزم ذی شان پیغمبر آخر الزمان پیدا ہوگا۔ نام اس کا محمد ﷺ ہے اس کی برکت سے میری خِلت کی تاثیر بخوبی ظاہر ہوں گی۔ تب آپ علیہ السلام نے کہا یا الٰہی وہ شخص کس

Marfat.com

زمانے میں ہوگا اور اس خلت کے علامتِ ایجاد اور شانِ وقوع اس دولت عظمیٰ کا کیا ہے؟ حکم ہوا کہ جب تیری دعا سے مردے کو زندہ کروں تب سمجھ لینا کہ میں نے تجھے اپنا خلیل کیا۔ چونکہ انتظار کے عرصے نے بہت طول کھینچا۔ لہٰذا آپ کی زبانِ نیاز پر آیت آگئی۔ رَبِّ اَرنی کَیْفَ تُحیی الْموتیٰ۔

فصول میں خواجہ حسن بصری سے نقل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صحف میں دیکھا کہ مرغے بھُنے ہوئے۔ فضائے جنت میں طیران کریں گے اور جنتی اس سے گوشت لے کر تناول کریں گے۔ اور پھر وہ دوسری مرتبہ وہ ہڈیاں مجتمع لباس لحم میں مکتسی ہو کر بال و پر، دُم اور سر سے مل کر پھر فضائے بہشت میں پرواز کریں گے۔ لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس دنیا میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے؟

الغرض یہ بے معنی تفاصیل اس بات کے جواب میں پیش کی گئی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ یُحْیِ الْمَوتیٰ کیوں کہا؟ اب ہمارے مفسرین زیر بحث سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِنَ الطَّیْرِ الخ کے مطابق آپ نے چار جانوروں کو پکڑا ان میں ایک بط۔ دوسرا کوا۔ تیسرے کبوتر۔ چوتھا خروس تھا۔ آپ نے ان کو ذبح کر کے اس ترتیب سے ایک پہاڑ پر ڈال دیا کہ ایک پر ان کے سر۔ دوسرے کے پر ان کے تیسرے کے دھڑ اور چوتھے کے پر ان کے پیر کاٹ کر رکھ دیئے۔ پھر اس کے بعد آپ ایک پہاڑ کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کو پکارنے لگے اس پر سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہو گیا۔ پھر دھڑ چلا اور پیر لگے پھر پاؤں اور وہ دوڑتا ہوا چلا آیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں پرندے آگئے۔ بعض محققین یوں کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے جانوروں کو ذبح کیا ان کے سر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیے۔ اور بدن کے دیگر اجزاء کو قیمہ کر کے ان کے چاروں حصے کیے پھر ہر حصہ کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور آواز دی اے فلاں مرغ آ اپنے سر کی طرف۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاروں جانور باری باری آئے اور از سر نو صحیح و سالم جڑ گئے۔

Marfat.com

مفسرین کے مذکورہ بالا متضاد بیانات کے دکھانے سے ہمارا مقصد تفصیل میں جانا ہرگز نہیں بلکہ مقصود کہنے کا یہ ہے۔ ہر وہ غلط سلط بات جو معجزے کے نام سے کہہ کر پیش کی جائے کہ معجزہ نام ہی خلاف عقل بات کے ہو جانے کا ہے۔ لازم نہیں کہ تسلیم کیا جائے اور خیال کیا جائے کہ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ ہم نے ہر خلاف عقل بات کو معجزے کا نام دے کر "اسرائیلیات" کو ہمارے دینی عقائد میں زیادہ سے زیادہ راہ پانے کا موقع بہم پہنچایا ہے۔

قرآن حکیم جو انسان کو عقل وفہم اور غور فکر کرنے کی زندگی کی راہ میں قدم قدم پر دعوت دیتا ہے۔ اس قصے کو یوں بیان کرتا ہے۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ" حَكِيْمٌ۔ کہا! پرندوں میں سے چار جانور پکڑ لو۔ اور انہیں پاس رکھ کر اپنے ساتھ مانوس کرلو۔ پھر ان میں سے ہر جانور کو ایک ایک پہاڑ پر بٹھا دو۔ اور پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف اڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ اللہ سب پر غالب اور اپنے امور میں حکمت رکھنے والا ہے۔ پرندوں کو لے کر ذبح کرنا معلوم نہیں کس لفظ کے معنی لیے گئے ہیں کہ جسے ہمارے مفسرین عظام "اسرائیلیاتی" تتبع میں کہیں سے کہیں لے اڑے اور اس کے متعلق اپنے افسانے بنا ڈالے کہ حیرت ہوتی ہے۔

ایک نبی کی پردہ غیب سے تعلیم پانے کے سبب نبی کہلاتا ہے۔ غیب پر ایمان و یقین رکھنا جس کی نبوت کا خاصہ ہے کیا مشاہدہ کا طالب ہوسکتا ہے؟ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ مجھے مشاہدہ کی بدولت ایمان وایقان عطا کر۔ پیغمبر اپنی قوم کے لئے ایک نمونہ ہوا کرتا ہے اگر اس کے کسی فعل میں ذراسی بھی لغزش آجائے تو ساری قوم گمراہ ہوسکتی ہے؟

ہر چند پیغمبر باوجود انسان کے باطن سے باخبر ہونے کے کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہوتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود یہ ظاہر نہ کردے کہ فلاں شخص ایمان نہیں لائے گا۔ وہ برابر کوشش کئے جاتا ہے لیکن کبھی کبھی حالت اس کے برعکس بھی پیش آجاتی ہے۔ اور پیغمبر کسی

Marfat.com

قوم کی سرکشی وتمرد کو دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے۔ اور سمجھ لیتا ہے کہ یہ قوم اب سیدھی راہ پر نہیں آنے کی چنانچہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ آپ نے قوم کی سخت سرکشی اور تمرد کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ یہ قوم جو مردہ ہو چکی ہے۔ جس میں قطعاً کوئی زندگی (شعور) کی علامت نظر نہیں آتی، کیونکر زندہ ہو گی؟ یعنی کیونکر حق قبول کرے گی؟ اس فیصلے کا سبب ظاہر ہے کہ پیغمبر انسانوں کے دلوں کا حال نہیں جانتے ہیں۔ لیکن تقاضائے امر ربی بعض اوقات خاوش رہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عنان نبوت ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انبیاء ہر لمحہ اسی کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اس کی نگاہوں میں رہتے ہیں۔ وہ جن کو بارِ نبوت سونپتا ہے ان کے حال سے خوب واقف ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه ۔ اور اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ اپنی رسالت کا بوجھ کس پر ڈالے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی کو پردہ غیب سے قدرت کاملہ علم عطا کرتی ہے۔ بدیں صورت نبی کی ذات میں تشکیک کا پیدا ہونا اور اس بات کے مشاہدہ کا طالب ہونا کہ حیات بعد از موت کیونکر ممکن ہے، نبی کی شان کے خلاف ہے یہ بات ایک نبی ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ اگر غیب کے معاملہ میں نبی کا یہ حال ہو تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا؟ اور کیا خدا سے باغی لوگ نبی کی دعوت پر یہ نہ کہتے تھے کہ اے نبی ہونے کے فلاں دعوے دار کیا تو نے خدا کو دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے اور جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اگر وہ ہے تو لا، ہمیں بھی دکھا۔ کیا نمرود نے یہی مطالبہ نہیں کیا تھا کہ جا اپنے خدا کو لے آ۔ میں بھی دیکھوں کہ آخر وہ تیرا خدا کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ ۔ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے سوچنے کی بات ہے کہ نبی نے کیا یہ بات یونہی کہہ دی تھی۔ جب ایک انسان کا اپنا دل کسی بات سے متعلق اندر سے مطمئن نہیں تو کیا وہ اس بات کو دوسروں سے منوانے کی توقع رکھ سکتا ہے پھر نبوت کی تو بات ہی اور ہے۔

Marfat.com

نبی یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ مجھے غیب کے فلاں امر پر ایمان تو ہے ایقان نہیں۔ یہ ایمان و ایقان کہ الگ الگ چیزیں بیان کی گئی ہیں فقط ایک کٹ حجتی ہے ورنہ ایمان وایقان ایک ہی چیز کے دو علیحدہ علیحدہ نام ہے۔ درحقیقت اگر فصر ھُن کے کلمہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم کی دیگر تمثیلات کی طرح یہ بھی ایک تمثیل ہے۔ سچ مچ واقعہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت پر پیغمبر کی باایں جانب توجہ دلائی ہے کہ جانور بے زبان و بے سمجھ ہیں۔ سعی و کوشش سے مقصد پر آپہنچتے ہیں۔ تو کیا ایک انسان جو صاحب نطق وفہم وشعور ہے جدوجہد کیے جانے سے مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔ قرآن حکیم نے بیشتر جگہوں پر کفر وضلالت کو روحانی موت اور ایمان وایقان کو حقیقی زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ابو مسلم اصفہانی کا یہ قول کہ اکثر حضرات مفسرین اس تمثیل کو ظاہر پر قیاس کر کے واقعہ سمجھ بیٹھے بالکل صحیح نہیں ہے۔

<u>ملخصات آیات قرآن حکیم:</u> جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر سے کہا! کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے۔ میں تو تجھے اور تیری قوم دونوں کو کھلا گمراہ سمجھتا ہوں۔ اور اس طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کی بڑی چیزیں دکھاتے ہیں تا کہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائے۔ جب رات کی تاریکی اس پر چھا گئی۔ اس نے ایک تارا دیکھا اور کہنے لگا یہ ہے میرا رب؟ جب وہ تارا ڈوب گیا تو کہنے لگا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا جگمگاتا ہوا تو کہنے لگا یہ ہے میرا رب؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگا اگر میرا رب مجھ کو راہ پہ نہ لگاتا تو میں بھی یقیناً گمراہ ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو دیکھا بہت چمکتا ہوا تو کہنے لگا یہ ہے میرا رب؟ جو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگا بھائیو! میں تو ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک مانتے ہو۔ میں نے تو ایک ہی کا ہو کر منہ اس کی طرف کیا ہے۔ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور میں مشرک نہیں ہوں اور اس کی قوم اس سے بحث کرنے لگی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو۔ وہ تو مجھے راہ پر لگا چکا اور جنہیں تم اس کا شریک سمجھتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا۔ (سورہ الانعام) قرآن حکیم۔

Marfat.com

اور اے پیغمبر قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر وہ بڑا سچا پیغمبر تھا۔ جب اس نے اپنے چچا سے کہا باوا تو اسے کیوں پوجتا ہے؟ جو سنتا ہے نہ تیرے کچھ کام ہی آسکتا ہے؟ باوا مجھے وہ علم آچکا ہے جو تجھے نہیں آیا۔ تو میرے کہنے پر چل میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ باوا شیطان کی پوجا مت کر۔ کیونکہ شیطان خدا کا مخالف ہے۔ باوا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں خدا کی طرف سے تجھے کوئی عذاب نہ لگ جائے۔ پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ (اس کا چچا غصے سے کہنے لگا) ابراہیم کیا تو میرے خداؤں سے الگ ہونے والا ہے۔ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور جا ایک عرصہ تک الگ رہ۔ ابراہیم نے کہا تو سلامت رہ میں اب اپنے مالک سے تیرے لئے بخشش چاہوں گا۔ کیونکہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم سے اور جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو ان سے الگ رہوں گا۔ سورہ مریم۔ قرآن حکیم۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ کیلئے مغفرت کی دعا مانگی تھی۔ تو کچھ نہیں مگر ایک وعدے کی وجہ سے جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ نبی کبھی کافر کی مغفرت کیلئے دعا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کافروں سے وعدہ کرتا ہے۔ بلاشبہ ابراہیم بڑا نرم دل اور بردبار تھا۔ سورہ توبہ۔ قرآن حکیم۔

<u>اسلام پرستی:</u> اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کے جوان ہونے سے پہلے اس کے (حصہ کی) دانائی عطا فرمائی اور ہم اس کا حال جانتے ہیں کہ وہ نبوت کے لائق ہے۔ جب اس نے اپنے چچا اپنی قوم سے کہا یہ مورتیں جنہیں تم پوجتے ہو کیا چیزیں ہیں؟ کہنے لگے ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہی کو پوجا کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ وہ کہنے لگے کیا تو یہ بات ہم سے سچ سچ کہہ رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارا خدا وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کا رب ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایک خدا تمہارا خدا ہے۔ اور خدا کی قسم جب تم پیٹھ موڑ کر چل دو گے تو میں تمہارے بتوں کا ضرور ایک علاج

Marfat.com

کروں گا۔ پھر ابراہیم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مگر ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا اس لئے کہ وہ ان کی طرف رجوع ہوں۔ کہنے لگے ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے۔ بے شک وہ بڑا ظالم ہے۔ ان سے ایک نے کہا ہم نے ایک نوجوان سے جسے ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں یہ کہتے سنا تھا۔ (کہ میں تمہارے خداؤں کی ضرور خبر لوں گا) کہنے لگے اگر ایسا ہے تو اس نوجوان کو سب کے سامنے لاؤ تا کہ لوگ اس کا بیان سنیں اور گواہ ہو جائیں۔ انہوں نے پوچھا ابراہیم کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا نہیں یہ کام ان میں ان کے بڑے بت نے کیا ہے۔ اگر وہ بولتیں ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ آخر وہ لوگ اپنے دلوں میں کچھ سوچنے لگے۔ اور آپس میں کہنے لگے تم خود ظالم ہو۔ پھر اپنے سروں پر اوندھے ہو گئے۔ کہنے لگے کہ تو جانتا ہے کہ یہ بات نہیں کرتے، پھر ان سے کیا پوچھیں؟ تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہیں نہ سنوار سکتی ہیں۔ تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

آزمائش: کہنے لگے اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو ہم نے کہا۔ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا۔ اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے (بھتیجے) لوط کو ستانا چاہا۔ ہم نے انہی کو تباہ کیا اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین میں پہنچایا جہاں ہم نے تمام عالم کے لئے برکت رکھی ہے۔ اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق دیا اور یعقوب! سب کو نیک بخت کیا۔ اور ہم نے ان چاروں کو پیشوا بنایا۔ یہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور نماز درستی سے ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی۔ اور وہ خاص ہماری پرستش کرنے والے تھے۔ (الانبیاء۔ قرآن حکیم)

اے کتاب والو ابراہیم علیہ السلام کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو اور توریت (جس سے یہود کی ابتدا ہے) انجیل (کہ جس سے نصاریٰ کی ابتدا ہے) دونوں ابراہیم کے

Marfat.com

بعد اتریں۔ کیا تمہیں عقل نہیں۔ لوگو تم نے ان باتوں سے متعلق جھگڑا کیا جن کا تمہیں کچھ علم نہیں تھا۔ اب ان امور سے متعلق کیوں جھگڑتے ہو جنہیں تم بالکل نہیں جانتے۔ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ تو ایک پکا مسلمان (موحد) تھا۔ اور مشرک نہ تھا۔ آل عمران۔ قرآن حکیم)

مسلمانو! تمہیں ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں کی اتباع کرنی چاہئے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ان سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ ہم تمہارے مذہب کو نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا ہمیشہ عداوت اور دشمنی رہے گی۔ جب تک کہ تم ایک اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ گے! مگر ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے خدا سے بخشش مانگوں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیری بھلائی کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ (الممتحنہ قرآن حکیم)

مسلمانو! تم میں جو کوئی اللہ اور آخرت پر امید رکھتا ہو اسے ان لوگوں کی اچھی خصلت کی اتباع کرنی چاہئے۔ اور جو کوئی اُن سے منہ پھیر لے تو اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ہے۔ یہ مضمون اگلی کتابوں میں یعنی ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ کے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ (الاعلیٰ۔ قرآن مجید)

<u>تمتہ الکلام:</u> سبائک الذہب اور کامل ابن اثیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر دو سو برس بیان کی گئی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ ایک سو پچھتر برس جئے۔ بہر کیف آپ نے اس دنیا میں ایک طویل عرصہ تک قیام کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام سے دو ہزار دو سو بیالیس برس بعد پیدا ہوئے۔ اس اعتبار سے کہ آپ کا زمانہ بعثت حضرت ہود و صالح علیہما السلام کے بعد آتا ہے۔ اور آپ کے بعد جتنے رسول و نبی دنیا میں آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے تھے اس لئے آپ تاریخ الانبیاء میں ابو الانبیاء کہلاتے ہیں۔

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف کی تعداد بیس بیان کی گئی ہے

Marfat.com

علاوہ ازیں کچھ ایجادات بھی ہیں جو آپ سے منسوب ہیں۔ ختنہ۔ استنجا۔ مسواک۔ ناک کو پانی سے پاک صاف کرنا۔ مصافحہ اور معانقہ کے آپ ہی موجد ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی وہ شخص ہیں کہ ننانوے برس کی عمر میں آپ نے اپنا ختنہ کرایا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے پاجامہ بنایا۔ اور سب سے پہلے آپ ہی نے بحکم ربانی اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کی نیز مورخین نے لکھا ہے کہ دنیا میں رسمِ مہمانداری اول آپ ہی نے رائج کی۔

درس حیات: ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو سامنے رکھا۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل کیا۔ **واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا** ۔ اور تسلیم ورضا کی منزل میں، ہر موقع پر، ہر قربانی کے لئے مستعد ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا انعام کیا اور آپ کو اپنے تمام بندوں کا پیشوا بنایا۔ **انی جاعلک للناس اماما**۔

آپ نہایت رحم دل، ملنسار مہمان نواز اور خلیق تھے۔ سرزمین شام میں ایک سو پچھتر برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے بقیہ حالات آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

لوط علیہ السلام: حضرت لوط علیہ السلام قوم سدوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ابوالانبیاء جنابِ ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ فلسطین کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے آپ نبی نہیں بنائے گئے تھے۔

قوم سدوم کی طرف آپ کی رسالت سے پہلے بھی بہت سے پیغمبرانِ توحید پیغام ہدایت لے کر آئے تھے۔ مگر سدومیوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی۔ اور ایمان نہیں لائے۔

قوم سدوم میں کفر و شرک کے علاوہ سب سے بڑی شرم ناک فحاشی نوخیز لڑکوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا تھا۔ یہ بد بخت عورتوں کی بجائے حسین لڑکوں کی طرف مائل

Marfat.com

تھے۔قرآن حکیم میں آتا ہے۔ **ولوطا اذ قال لقومہ انکم لتاتون الفاحشۃ ماسبقکم بھامن احد من العالمین . ائنکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل وتاتون فی نادیکم المنکر** ۔اور لوط کا واقعہ یاد کر۔جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کیا تم ایسی بے حیائی کا کام پسند کرتے ہو۔جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔تم مردوں پر مائل ہوتے ہو۔رہزنی کرتے ہو اور مجلسوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہو۔تم پر افسوس ہے۔

قوم نے جواب میں کہا اے لوط اگر تم اپنے وعظ ونصیحت سے باز نہ آیا تو سن لے ہم تجھے یہاں سے نکال دیں گے۔لوط نے یہ دھمکی سن کر کہا میں تم سے نفرت کرتا ہوں اور تمہارے اس دھمکانے سے میرے نفرت اور بڑھ گئی کم نہیں ہوئی۔

جناب لوط علیہ السلام قوم سدوم کے ملک میں نو وارد تھے۔ہر چند قوم سدوم نے ان کے یہاں رہنے سہنے پر تعرض نہیں کیا۔لیکن اُن پر یہ پابندی ضرور لگا دی تھی کہ تمہارے پاس ہمارے ملک میں کوئی اجنبی نہ آنے پائے۔

جب مہلت کا زمانہ ختم ہونے کو آیا اور قوم سدوم نے آپ کی ہدایت کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کی گرفت کے لئے حرکت میں آ گیا۔

ایک روز جب دو مہمان آپ کے پاس آئے تو آپ نے کہا کہ تم تو کسی اجنبی قبیلے کے آدمی دکھائی دیتے ہو۔اور یہ لوگ اس معاملہ میں مجھ پر بہت سخت ہیں۔مہمانوں نے جنابِ لوط علیہ السلام کا بڑھتا ہوا اضطراب دیکھ کر کہا۔اے لوط ہم تمہارے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔تم نہ گھبراؤ یہ لوگ تم پر قابو نہ پا سکیں گے۔اور ہاں دیکھو تمہاری بیوی تمہارا ساتھ دینے والی نہیں، وہ پیچھے رہ جائے گی۔جو کچھ ان لوگوں پر گزرتا ہے اس پر بھی گزرے گا۔اور ان لوگوں کے لئے عذاب کا وقت صبح کا ہے اور صبح ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

قرآن حکیم میں ہے ”غرض کہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں

Marfat.com

آدبوچا۔ پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کرڈالی۔ اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی۔ بلاشبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو پہچان رکھنے والے ہیں۔ اور یہ بستی ایسے راستے پر واقعہ ہے جہاں آنے جانے کا ہنوز سلسلہ قائم ہے۔ بلاشبہ اس پر ایمان رکھنے والوں کے لئے بڑی ہی نشانی ہے۔

قرآن حکیم میں قوم سدوم و عمارہ کی جن بستیوں کا ذکر آتا ہے وہ بحرِ مت کے قرب و جوار کی بستیاں ہیں۔

ہم جنسی: قوم لوط کی مناسبت سے اغلام بازی کے فعل قبیح کو لواطت کرنا کہنا سراسر پیغمبر کی شان میں گستاخی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے لواطت کی بجائے سدامت یا سدومت کہا جائے کیونکہ سدوم کی لفظی رعایت کے پیش نظر اس غیر فطری فعل کا نام سدومت یا سدامت نہایت موزوں ہے انگریزی میں اسے **Sodom** کہتے ہیں جو **Sadam** سے لیا گیا ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام: معالم التنزیل میں علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ سماعیل کا لفظ اسمع یا ایل سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہیں۔ اے اللہ قبول کر، عبرانی میں لفظ شمعیل کے املا سے آتا ہے۔ درا صل یہ ایک دعا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی خواہش میں بڑی بڑی آرزوؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی۔ چنانچہ آپ چھیاسی برس کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کو حضرت اسمٰعیل عطا فرمائے۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں اولاد کی صورت دیکھنا اور وہ بھی تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ ایک بوڑھے باپ کے لئے کتنی دلی مسرت کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ اور آپ کے دوست و دشمن غرض ہر کسی نے جناب اسماعیل کی پیدائش پر نہایت مسرت محسوس کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابھی ایک اور آزمائش منظور تھی۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم جاؤ اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ بی بی ہاجرہ کو ریگستان عرب کے اس بے آب و گیاہ مقام پر یکہ و تنہا چھوڑ آؤ۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

فضل وکرم اور اس کی رحمت کا نشان بن کر آج مکہ کے نام سے آباد ہے۔

اسمائے مکہ: تشویق الحرمین میں لکھا ہے مکہ کے چودہ نام ہیں جن میں سے آٹھ نام قرآن مجید میں آتے ہیں اول مکہ! اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سرزمین سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے خیر و برکت کی تھی جسے اللہ تعالےٰ نے قبول کیا اور اسے خیرات اور احسانات و برکات کا باعث بنا دیا۔ مکہ کے لغوی معنی۔ زائل کرنے، پستان سے دودھ پینے، اور پانی کے کم ہونے کے آتے ہیں۔ مکہ کے تاریخی و جغرافیائی حالات کے پیش نظر تینوں معنوی مناسبتوں کے اعتبار سے یہ نام خوب ہیں بعض لوگ اسے ماہ گاہ کا بھی مخفف قرار دیتے ہیں۔

دوسرے: بکہ لغت میں بکہ کے معنی توڑنے والے کے آتے ہیں نیز مشہور ہے کہ لفظ مکہ اور بکہ دونوں قریب المخرج ہیں۔ جیسے لازم سے لازب یا آثم سے آثب اور کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں لفظ واحد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مکہ سے زمین خانہ کعبہ اور حوالی مسجد الحرام کے معنی لئے جاتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ مکہ اس مقام کا نام ہے کہ جس پر کعبہ واقعہ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی ہے تو یہاں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لفظ بکہ تحریر تھا۔ لہٰذا یہی نام رکھ دیا گیا۔

تیسرے بلد، چوتھے امین، پانچویں قریہ آمنہ، چھٹے قریہ مطمنہ، ساتویں ام القریٰ: آٹھویں بلدۃ الحرام، نویں صلاح، مثل قطام، دسویں باسہ، گیارہویں حاطمہ، بارہویں کوثا، تیرہویں کوسا، چودہویں ام الرحم، موخر الذکر چھ نام مختلف تفاسیر و تواریخ میں آتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہمارے رسول ﷺ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ حضور اکرم ﷺ سے کم وبیش دو ہزار سات سو برس پہلے پیدا ہوئے۔ آپ تیس برس کے تھے اور آپ کے والد محترم جناب ابراہیم علیہ السلام غالباً ایک سو سولہ برس کے تھے۔ کہ دونوں باپ بیٹے نے مل کر اللہ تعالیٰ کے گھر کو تعمیر کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شاید سریانی بولتے تھے اور حضرت اسماعیل کہ مکے میں رہتے تھے۔ عربی زبان میں بات کرتے تھے۔ مگر باپ

Marfat.com

بیٹا دونوں آپس کی باتیں سمجھ لیتے تھے۔ چنانچہ کام کی تقسیم یوں کی کہ جناب اسماعیل علیہ السلام اینٹیں لاتے اور حضرت ابراہیم جوڑائی کا کام کرتے جاتے۔ یہاں تک کہ دیواریں کھڑی کر دیں۔ روایت ہے کہ دیواریں جب ذرا اونچی ہوئیں اور زینہ کی ضرورت پڑی تو آپ ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے۔ اس مقام کو جہاں پر آپ اونچے ہو کر کھڑے تھے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ جب خانہ کعبہ مکمل ہونے کو آیا تو آپ نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ ایک پتھر کا ٹکڑا لاؤ جسے بطور نشان کے نصب کر دیا جائے چنانچہ حضرت اسمعیل علیہ السلام ایک کالے پتھر کا ٹکڑا تلاش کر کے لائے جسے حجر اسود کہا جاتا ہے۔ اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا۔ آپ نے یہ ٹکڑا بطور امتیاز و نشان کے نصب کر دیا اور بعض روایات کے مطابق یہ پتھر زمین پر اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور اس پتھر کو جنت سے لگایا گیا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر سے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر ہمارے حضور ﷺ تک دس مرتبہ تعمیر جدید کی گئی لیکن یہ ظن و قیاس ہے ہاں چار مرتبہ تجدید تعمیر تاریخی طور پر ثابت ہے۔

چنانچہ پہلی مرتبہ جناب ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا دوسری مرتبہ عمالقہ اور بنی جرہم نے تیسری مرتبہ قصی ابن کلاب اور چوتھی مرتبہ قریش مکہ نے حضور کے زمانہ میں خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔ جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو قبیلہ بنی جرہم میں کہ جس میں آپ رہ کر پلے بسے، جوان ہوئے۔ آپ کی شادی ایک سعادت مند لڑکی سے کر دی گئی۔ مورخین اسلام اور اہل تورات دونوں نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل نے اپنے بعد جرہم میں بارہ بیٹے چھوڑے جن کے نام یہ ہیں۔ قیدار۔ اوبیل۔ بسام۔ سمع۔ ذوما۔ مسا۔ حرا۔ بطور۔ نافس اور قدما۔ اور بنایوت اور قیما۔ انہی سے آپ کا سلسلہ نسل چلا جو عرب کے بڑے بڑے قبیلے اور گروہوں کی شکل اختیار کر گیا۔ آگے چل کر اولاد اسماعیل میں سب سے زیادہ ممتاز شخص قصی ابن کلاب ملقب بقریش ہوئے کہ جن سے قبیلہ قریش ممتاز ہوا۔ قصی بن کلاب وہی شخص ہیں جنہوں نے عمالقہ اور بنی جرہم کے بعد خانہ کعبہ کی پھر

Marfat.com

سے تعمیر کی اور اسے ایسا مضبوط اور مستحکم بنایا کہ اس سے پہلے نہیں بنایا گیا تھا۔ قصی ابن کلاب نے لکڑیوں سے خانہ کعبہ کی چھت بنائی تھی۔ اور کسی قدر بیت اللہ کی عمارت کو وسیع بھی کیا تھا۔

ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی باسمہ نام ایک صاحبزادی بھی تھیں جن کا عقد عیصور ابن اسحاق سے ہوا۔ ان کے بطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک بیٹے کا نام روم تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہی وہ روم ہے جس کی نسل سے تمام سلاطینِ روم پیدا ہوئے۔

جب کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بآواز بلند ہوئے۔ **یاایھاالناسُ ان اللہ قد بنا لکم بیتا و دعا کم الی الحجہ فا جیبُو ہ۔** اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک گھر بنا دیا۔ اور اب تمہیں اس کے حج اور اس کی زیارت کے لئے بلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اوقاتِ نماز تو مقرر ہو ہی چکے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے عہد میں حج کو فرض کر دیا۔ چنانچہ آپ کے مومنین مکہ آتے اور حج کرتے تھے۔

جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں بتا چکے ہیں کہ اولاد اسماعیل میں قصی ابن کلاب ملقب بقریش ایک ممتاز شخصیتؒ تھے۔ آپ نہایت بہادر و شجاع، سخی و فیاض اور عاقل تھے۔ آپ نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کی۔ آپ نے مکہ معظمہ میں باقاعدہ ایک سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور بہت سے دفاعی و تعمیری کام کئے اور دستور کے مطابق مکہ معظمہ کی متولیت بھی اب آپ ہی کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس سے خاندان قریش کی عظمت عرب میں دیگر تمام قبائل سے ممتاز و مسلّم ہو گئی۔

ذبیح اللہ: یہودیوں نے اپنی خباثتِ نفس سے مجبور ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہمیشہ گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ انہی کوششوں میں سے ایک واقعہ قربانی کا ہے۔ جس میں یہودیوں کا ناکام

Marfat.com

دعویٰ ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نہیں بلکہ حضرت اسحاق ہیں اور اس خیال کو انہوں نے یہاں تک پھیلایا کہ اسے بعض علمائے اسلام نے بھی قبول کر لیا۔

علامہ ابنِ خلدون و علامہ طبری ہر چند کہ دونوں بڑے پائے کے بزرگ ہیں لیکن خدا معلوم کیونکر ایسا ہے۔ دونوں کا خیال ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نہیں۔ ابنِ خلدون کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں علمائے اسلام تو ایک طرف خود صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا۔ چنانچہ وہ جہاں اور بہت سے اصحابِ رسول کا نام لیتے ہیں۔ جنابِ امیر حضرت علی علیہ السلام کا مبارک نام بھی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ قول ہرگز جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا نہیں ہو سکتا کہ حضرت اسحاق ذبیح اللہ ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ اوّل حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوم اپنے والد محترم حضرت عبداللہ کا۔ ابنِ خلدون کہتے ہیں کہ یہ حدیث قدسی اسی دعویٰ کو پورے طور پر ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ عام طور پر فخر و مباہات کی راہ سے چچا کو بھی پدر گرامی کہہ دیا کرتے ہیں۔ نیز ابنِ خلدون کا خیال ہے کہ یہ دلیل بھی قبول کرنے کے لائق نہیں کہ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دے دیا جائے تو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ولادت کے ساتھ جو آپ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت آئی ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتی اس لحاظ سے یہ حکم منافی ولادتِ یعقوبی ہے۔ ابنِ خلدون کہتے ہیں کہ یہ حکم دراصل حکم واقعی نہیں تھا۔ صرف بنظر امتحان صادر کیا گیا تھا۔ اس لئے یہ امر اس اعتبار سے بشارت یعقوب کے منافی نہیں ہو سکتا۔

علامہ طبری کہتے ہیں کہ قولِ راجح یہی ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں کیونکہ یہ آیہ کریمہ فبشرناہ بغلام حلیم اس دعا کی قبولیت کی خبر دے رہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے ہجرت کرتے وقت خدا کے حضور میں کی تھی اور یہ سب واقعات حضرت ہاجرہ علیہ السلام سے پہلے کے ہیں اس صورت میں مبشر۔ حضرت اسحاق ابن سارہ ہوں گے کہ حضرت اسماعیل ابن ہاجرہ۔ رہا قربانی کا معاملہ، طبری و

Marfat.com

خلدون دونوں بزرگ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ امر مکنون تھا کہ حضرت اسحاق ذبح ہو کئے جائیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دینا اصل میں یہودیوں کی تحریف ہے۔ اور یہ تحریف تورات کے سیاق وسباق دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔ امر مکنون کی یہ بات جو دونوں صاحبوں نے کہی ہے! کیا ہم بھی یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات پہلے سے ہی لکھی جا چکی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مصر جائیں گے وہاں انہیں چند ایک واقعات پیش آئیں گے۔ بالآخر نتیجۂ بات یہ ہوگی کہ حضرت ابراہیم، بی بی حاجرہ کو لے کر سارہ کے پاس آئیں گے۔ پھر دس برس کے بعد بی بی سارہ بی بی حاجرہ کو حضرت ابراہیم کو دے دیں گی۔ اور آپ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوں گے اور وہی ذبیح اللہ کہلائیں گے۔

قرآن حکیم کے تیسویں پارہ سورۃ والصافات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بالترتیب بیان کیا ہے۔ اوّل آپ کے ابتدائی حالات بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد بتوں کو توڑنے اور آگ میں ڈال دیئے جانے کی تجویز کا حال ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد پھر یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے وقت دعا مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ ہی حضرت ابراہیمؑ کے پہلے بیٹے تھے کہ جن کی قربانی کا حکم صادر کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور آپ بفضلہ تعالیٰ اس میں پورے اترے۔ ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو پیدائشِ اسحاق کی بشارت دی چنانچہ تورات کے بیان کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت حضرت اسماعیلؑ سے چودہ سال بعد پیدا ہوئے۔

وفات: جناب اسماعیلؑ عمر بھر مکہ ہی میں رہے اور یہیں آپ کا ایک سو تیس یا ایک سو سینتیس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ آپ اپنی والدہ محترمہ کے قریب میزاب وحجر اسود کے

Marfat.com

درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام: حضرت اسحاقؑ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ بی بی سارہ نوے یا پچانوے برس کی تھیں اور آپ کے والد محترم جناب ابراہیم علیہ السلام ایک سو برس کے تھے۔

جب آپ کو بشارت دی گئی، تو بی بی سارہ نے تعجب سے کہا کیا اس عمر میں میرے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرا شوہر مجھ سے بھی کہیں زیادہ بوڑھا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس عمر میں اولاد کا منہ دیکھنا کتنا عجیب معاملہ ہے؟ چنانچہ بی بی سارہ نے اپنے لاڈلے بیٹے کو جن کا نامِ نامی واسم گرامی جناب اسحاق علیہ السلام ہے، بڑے چاؤ چونچلے سے پال پوس کر جوان کیا۔ اور ماں کہ انسان کی تربیت گاہ اول ہے۔ جناب اسحاق علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کی پرورش و تربیت سے چودہ برس ہی کی عمر میں فاضل وقت ہو گئے۔

جناب اسحاقؑ اس اعتبار سے ایک بہت بڑے پیغمبر ہیں کیونکہ آپ کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے رسول و نبی آئے وہ سب کے سب آپ ہی کی نسل سے تھے۔ بلا مبالغہ پچانوے فیصد پیغمبرانِ توحید آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر ضمنی طور پر آتا ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے آپ کا نکاح کنعانیوں میں کرنا پسند نہیں کیا چنانچہ آپ یہاں سے اٹھ کر مقام حرانؔ پر چلے آئے کہ یہ آپ کی پہلی ہجرت گاہ ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ کا چالیس برس کی عمر میں رِفقاؔ سے نکاح ہوا جس کے بطن سے جناب ابراہیمؑ کی حیات ہی میں جناب یعقوب علیہ السلام اور عیصو دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام آخر میں نابینا ہو گئے تھے آپ تمام عمر فلسطین میں رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ تاریخ ابن جریر طبری صفحہ گیارہ پر لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو اسی برس

Marfat.com

کی عمر میں انتقال کیا۔ لیکن ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور آپ کے وقتِ رحلت جناب یعقوب علیہ السلام ایک سو سینتالیس برس کے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام: حضرت یعقوب علیہ السلام ابن اسحاق کا لقب اسرائیل ہے اس کی وجہ تسمیہ سے متعلق اگرچہ مختلف روایات ہیں تاہم ان سب کا ماحصل یہی ہے کہ آپ یادِ الٰہی اعتماد و توکل اور صبر وضبط کا بہترین نمونہ تھے۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں لابان ابن بتوئیل کے ہاں پرورش پائی اور یہیں آپ کے ماموں کی دو بیٹیوں لیا کے مرنے کے بعد راحیل سے آپ کی شادی ہوئی۔ عقد سے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بہ یک وقت دونوں بیٹیاں آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور بعض کا خیال ہے کہ لیا کے مرنے کے بعد راحیل سے نکاح ہوا۔ لیکن ہمارے نزدیک پہلا بیان ہی صحیح ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں اس سے متعلق ایک واضح اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَا تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ۔

اسباط کا مطلب: جناب یعقوب کے بارہ بیٹے تھے۔ عربی میں انہیں اسباط کہتے ہیں۔ کیونکہ کلام عرب میں سبط کہتے ہیں اس درخت کو جس کی بہت سی شاخیں ہوں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ لیا کے بطن سے راوبین۔ شمعون۔ لاوی۔ یہودا۔ سیاکر اور زبلون پیدا ہوئے۔ راحیل سے یوسف علیہ السلام اور بنیامین تولد ہوئے۔ البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ ۱۹۵ پر لکھا ہے کہ اولادِ یعقوب علیہ السلام میں بنیامین کے سوا کہ ان کی پیدائش ارض کنعان میں ہوئی باقی سب کے سب فدان میں پیدا ہوئے۔

تفسیر سراج المنیر میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہی وہ بارہ بیٹے ہیں جو تاریخِ عالم میں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہیں۔ مذکورہ بالا آٹھ بیٹوں کے اسماء کے بعد لکھا ہے۔ کہ آپ کے چار اور بیٹے۔ دوان۔ نفستالی۔ جاد اور سیرہ لیا کی لونڈی بلہہ اور راحیل کی لونڈی زلفہ کے بطن سے تھے۔

Marfat.com

جناب یعقوبؑ اپنے پدر گرامی قدر کے دامنِ پرورش و تربیت میں رہنے کی بجائے اپنے ماموں کے ہاں کیوں پل بس کر جوان ہوئے! اس سے متعلق تفسیر طبری جلد اول صفحہ ۱۱۹ پر لکھا ہے کہ حضرت اسحاق نے اپنے چہیتے فرزند ارجمند حضرت یعقوبؑ کو اوائل عمر میں ہی نبوت کی بشارت دی جو آپ کے بھائی عیصو ابن اسحاق کو سخت ناگوار گزری اور آتش حسد یہاں تک بڑھی کہ جناب یعقوب علیہ السلام کو اپنے گھر سے بھاگ کر ماموں کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔

چنانچہ ماموں کے ہاں پرورش پانے کے بعد جب آپ چالیسویں برس کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کی موہبت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کنعان کے لوگوں کی ہدایت کے لئے منتخب ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں کنعان کا بادشاہ سلجم ابن دارا تھا۔ آپ نے مع اس کی قوم کے اسے دعوت حق دی لیکن اس کی امارت نے اسے قبول نہ کیا۔ بالآخر جب سرکشی و تمردحد سے بڑھا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آلیا۔ اور زلزلے کی لپیٹ میں وہ سب کے سب جہنم برد ہوئے۔

جناب یعقوب علیہ السلام کی عمر سے متعلق ہر چند کچھ حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اتنا یقینی ہے کہ آپ نے بھی ایک طویل مدت پائی۔ غالباً ایک سو برس سے کافی اوپر عرصے تک حیات رہے۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام

یوسف علیہ السلام کا لفظ بعض کے نزدیک عبرانی اور بعض کے نزدیک عربی سے لیا گیا ہے۔ اخبار الدول میں لکھا ہے کہ لفظِ یوسف، لفظِ اسف سے مشتق ہے جس کے معنی حزن کے ہیں۔ معالم التنزیل اور عین المعانی میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو اس لئے احسن القصص کہا ہے کہ آپ نہایت حسین و جمیل تھے۔ یہاں تک کہ آپؑ کا عالم حسن میں کوئی ثانی نہیں۔ بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ قصہ یوسف احوال انسان سے اشبہ ہوتے کی مناسبت سے احسن کہلایا۔ قرآن حکیم میں آتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الانْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم ۔ علامہ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ دیگر انبیاء کے قصے جو قرآن حکیم میں ہے وہ متفرق طور پر آئے ہیں مثلاً ۔ حضرت آدم علیہ السلام کا کم سے کم قصہ بارہ سورتوں میں نوح علیہ السلام کا چھ سورتوں میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اٹھارہ سورتوں میں ۔ حضرت لوط علیہ السلام کا نو سورتوں میں۔ موسیٰ علیہ السلام کا انتیس سورتوں میں ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا تین سورتوں میں ۔ حضرت عزیز علیہ السلام کا دو سورتوں میں ۔ سلیمان علیہ السلام کا چار سورتوں میں۔ داؤد علیہ السلام کا پانچ سورتوں میں۔ زکریا علیہ السلام کا تین سورتوں اور عیسیٰ علیہ السلام کا نو سورتوں میں ذکر آتا ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم کی مکمل ایک ہی سورۃ میں آیا ہے۔

احسن القصص: اگرچہ تفسیر معالم التنزیل۔ عین المعانی۔ بحر الحقائق۔ اخبار الدول و دیگر تفاسیر میں اس سے متعلق بیانات آتے ہیں۔ جن کی حیثیت قصہ کہانی سے زیادہ نہیں۔ اور یہ قصص از قسم اسرائیلیات ہیں۔

Marfat.com

تاہم خلاصہ ان تمام بیانات کا یہی ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام حسنِ سیرت، حسنِ صورت اور حسنِ شعار کا بے نظیر نمونہ تھے۔

وجہ مخاصمت: جناب یوسف علیہ السلام سے آپ کے پدرِ گرامی قدر یعقوب علیہ السلام کو بے انتہا محبت تھی۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے پدر گرامی قدر ہی کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ لیکن علامہ ابوالحسن علی ابن الکریم محمد شیبانی کا بیان یہ ہے کہ آپ اپنی پھوپھی کے ہاں پل پس کر جوان ہوئے۔ بہر کیف جناب یعقوبؑ کے قلبی انس میں کلام نہیں اور یہی بات جنابِ یوسفؑ کے بھائیوں کے درمیان حسد و بغض کا باعث ہوئی۔

جناب یوسفؑ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور اپنے سگے بھائی جناب بنیامین سے بڑے تھے۔ آپ جب بارہ برس کے ہوئے تو ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ماہتاب و آفتاب، چاند ستارے آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے پدر گرامی قدر سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ اے بیٹے مستقبل میں تمہیں بہت بڑا مرتبہ و اقتدار نصیب ہو گا۔ اور تمہارے باقی گیارہ بھائی تمہاری فرمان برداری پر مجبور ہوں گے۔

یہ تھی وہ مخاصمت کی وجہ جو آپ کے دوسرے بھائیوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے باہم طے کر کے آپ کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ جناب یعقوب علیہ السلام چونکہ آپ کو اپنے پاس سے کسی لمحے میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ آپ کے شقی القلب بھائیوں نے جناب یعقوب علیہ السلام کو جھانسہ دے کر آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا اور شکار کے بہانے آپ کو جنگل میں لے جا کر سوچی سمجھی تجویز کے مطابق ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا اور آپ کے تن کے کپڑے بکری کے خون سے رنگ لیے اور پھر انہیں لے کر جھوٹ موٹ روتے پیٹتے۔ سوانگ بھرتے گھر چلے آئے۔ اور باپ سے آ کر بہانہ گھڑ دیا کہ ہمارے بھائی یوسف کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ اور یہ رہے ثبوت میں اس کے خون آلود

Marfat.com

کپڑے۔ ہر چند ایک نبی کی حیثیت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی سنگ دل اولاد کے بیان کا اعتبار نہ کیا۔ تاہم محبت پدری کا جوش ایک مسلم امر ہے۔ لاڈلے بیٹے کی جدائی کے غم کی سل سینے پر بہت بھاری معلوم ہوئی۔ آپ بے اختیار رونے لگے اور اتنا روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔

فروختگی: قدرت خدا کہ اس دوران میں اسماعیلی عربوں کے ایک قافلے کا ادھر سے گزر ہوا یہ کارواں جانب مصر رواں تھا۔ اس نے پانی کی غرض سے جو ایک ڈول کنویں میں ڈالا۔ تو یوسف علیہ السلام اسے پکڑ کر کنویں سے باہر نکل آئے۔ قافلہ والوں نے جو بیٹھے بٹھائے مفت کی متاع گراں بہا ہاتھ آتے دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے کپڑوں میں چھپالیا اور آپ کو بطور غلام بیچنے کیلئے اپنے ساتھ مصر لے گئے۔ چنانچہ یہ قافلہ مصر پہنچا۔ لہٰذا آپ قافلہ کے ہاتھوں فوطیفار وزیر اعظم مصر ملقب بہ عزیز مصر کے ہاتھ اونے پونے داموں بیچ دیئے گئے۔

عزیز مصر کے دل میں خدا ہی نے یہ بات ڈال دی تھی یا اس نے آپ کی پیشانی کو دیکھ کر اسے پڑھ لیا تھا اور اس نے آنے والے واقعات کا ایک صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ بہرکیف وہ آپ کو لے کر اپنے گھر آیا اور اپنی بی بی زلیخا سے کہا کہ اسے آرام و عزت سے رکھو۔ عجب نہیں کہ یہ کسی وقت ہمیں فائدہ پہنچادے یا اسے ہم اپنا بیٹا بنالیں۔

جذبات زلیخا: حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنی عمر کے تیسویں برس مکمل شباب کو پہنچے اور بی بی زلیخا بھی جوان تھی۔ تو زلیخا حضرت یوسف پر ہزار جان سے فریفتہ ہوگئی۔ ہر چند اس نے آپ کو اپنی طرف مائل کر لینے کی سعی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ ایک روز حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا دونوں گھر میں اکیلے تھے۔ بی بی زلیخا نے کمرے کے دروازے بند کر کے حرص و ہوس سے مغلوب ہو کر چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پکڑ لے اور حد سے متجاوز ہو کر دامن سے لپٹ جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسے اپنی طرف لپکتے دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھے اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوگئے۔ دروازہ کھلا تو

Marfat.com

دیکھا کہ عزیز مصر اور زلیخا کا چچازاد بھائی دونوں سامنے کھڑے تھے۔

برأت یوسفی: اس سے قبل کہ حضرت یوسف اپنی برأت کے لئے منہ سے کچھ کہتے زلیخا بول اٹھی۔ "اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیرے گھر والوں کی رسوائی چاہے۔ بجز اس کے کہ اسے قید اور عذاب دردناک میں ڈال دیا جائے۔" حضرت یوسف نے یہ سن کر فوراً جواب دیا کہ یہ سراسر جھوٹ بول رہی ہے۔ بلکہ خود اس نے مجھے گناہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی عزیز مصر دونوں کی بات سن کر سکتہ میں آ گیا۔ سوچتا تھا کہ گنہگار اور خطادار کسے ٹھہراؤں اسے یا اُسے؟ زلیخا کہ چچازاد بھائی نے کہا۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے دونوں آنکھوں کے سامنے موجود ہیں ابھی فیصلہ ہو سکتا ہے! اس نے کہا اگر یوسف علیہ السلام کا پیراہن آگے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے چاک ہو تو حضرت یوسف علیہ السلام سچا ہے۔ عزیز مصر نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ تحقیق کی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام صادق نکلے اور زلیخا جھوٹی ثابت ہوئی۔

آتش انتقام: عزیز مصر نے آپ کے صالح کردار کی پختگی دیکھنے کے بعد آپ سے فقط اتنا کہا کہ دیکھنا بات کہیں آگے نہ بڑھ جائے۔ جو کچھ ہوا سو ہوا اب اسے بھول جاؤ۔ ہر چند زلیخا مجرم تھی۔ اس کا قصور عزیز مصر کی نگاہوں میں آ چکا تھا۔ مگر حرص و ہوس کی آگ برابر سلگ رہی تھی۔ زلیخا نے دوسری مرتبہ جب پھر کوشش کی ہے تو آپ کو صاف لفظوں میں دھمکی دی گئی کہ یوسف اگر تم نے میرے ارادے کو پورا نہ ہونے دیا تو یاد رکھو تمہیں جیل بھجوا دیا جائے گا۔ مگر حضرت یوسف نے ایمان و یقین بچانے کے لئے جیل جانے کو ترجیح دی۔

ہر چند یوسف علیہ السلام نے اس واقعہ کو رفت، گذشت کیا۔ اس کی تشہیر نہیں کی لیکن زلیخا کے طور و اطوار نے اس کو رفتہ رفتہ پھیلا ہی دیا۔ نتیجتاً عورتوں نے زلیخا کو طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیا اگرچہ زلیخا نے ایک حد تک ان کی طعنہ زنی کو برداشت کیا۔ تاہم جب عورتیں حد سے زیادہ متجاوز ہونے لگیں تو زلیخا نے ان کی خباثتِ نفس کو آشکار کرنے کے لئے ان کی دعوت کی اور کھانے کی چیزوں کے لئے چھریاں بھی فراہم کیں۔ چنانچہ وہ عورتیں

Marfat.com

دعوت میں آئیں اور اس دوران میں کہ وہ جب کھانے کی چیزیں چھری سے کاٹ رہی تھیں۔ تو حضرت یوسف کا ادھر سے گزر ہوا۔ عورتیں آپ کو دیکھنے میں اتنی محو ہوئیں کہ کچھ ہوش باقی نہ رہا وہ قطعاً بھول گئیں کہ چھریاں کہاں ہیں اور ہاتھ کس پر ہے؟

تعبیر: اس واقعہ کے بعد جب جمالِ یوسفی کا تاثر واضح طور پر سامنے آ گیا تو زلیخا نے اپنی دھمکی کو بے اثر پا کر آپ کو جیل بھجوا دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو کہ تسلیم و رضا کے مجسم پیکر تھے۔ اپنے دامن اطہر کو داغِ معصیت سے بچانے کے لئے قید ہونا پسند کیا۔ یہ زمانہ آپ کی نبوت کا تھا۔ انہی دنوں قید خانہ میں فرعون مصر کے دو ملازم کسی جرم میں قید ہوئے ایک روز ان دونوں قیدیوں نے آپ کی خدمت ایک خواب عرض کیا اور اس کی تعبیر دریافت کی۔ آپ نے کہا تم میں سے جس شخص نے روٹیوں کا خوان اپنے سر پر رکھا ہوا۔ اور چڑیوں کو مارتے دیکھا ہے اس کو پھانسی دی جائے گی اور جس شخص نے اپنے آپ کو شراب بناتے دیکھا ہے وہ ملازمت پر بحال کر دیا جائے گا۔ چنانچہ تحقیق و تفتیش کے بعد یہی امر ظہور میں آیا کہ ایک پھانسی پر چڑھا اور دوسرا ملازمت پر بحال ہو گیا۔

حضرت یوسف قید خانہ میں سات برس تک پڑے رہے جب آٹھواں سال ہوا تو فرعون مصر نے ایک خواب دیکھا۔ اور صبح ہوتے ہی حکماء و منجمین سے اس کی تعبیر دریافت کی لیکن کوئی اس کا صحیح جواب پیش نہ کر سکا۔ وہ شخص کہ جس نے قید خانہ میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے قید خانہ سے رہائی مل گئی تو میں فرعونِ مصر سے آپ کا معاملہ بے کم و کاست بیان کروں گا۔ وہ اس وقت دربار میں حاضر تھا، وہ دوڑا، دوڑا آپ کی خدمت میں پہنچا اور فرعون مصر کا یہ خواب عرض کیا۔ ''کہ سات موٹی موٹی گائیں ایک نہر سے نکلیں۔ پھر اس کے بعد اسی نہر سے سات اور دبلی پتلی گائیں نکلیں اور انہوں نے موٹی موٹی گائیں کھا لیں۔ پھر سات سرسبز خوشے نظر آئے جن میں دانے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد سات خشک اور سوکھے خوشے دکھائی دیئے جو آگے بڑھ کر سرسبز و شاداب خوشوں پر غالب آ گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم سات برس تک کاشتکاری کرتے

Marfat.com

رہو گے اور فصل اچھی پیدا ہو گی۔ جس سے خوب اناج اور غلہ میسر آئے گا۔ لیکن اسے کے بعد سات سال پھر ایسے آئیں گے کہ تم نے جو کچھ جمع کیا ہو گا وہ سب کا سب کھا لیا جائے گا۔ اس خواب کی تعبیر بتانے پر آپ نے پھر ایک رائے دی۔ فرمایا جتنا غلہ تم کھانے کو رکھتے ہو وہ بہ نسبت اس اناج کہ جو تم خوشوں میں رکھتے ہو کم ہونا چاہئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ الہام ربانی بیان کیا کہ ان خشک سات برسوں کے بعد پھر ایک ایسا برس آئے گا کہ تم اس سے خوب فائدہ اٹھاؤ گے۔

الغرض مذکورہ درباری نے فرعون کے پاس تعبیر بیان کی۔ فرعون مصر کے دل کو یہ خوب لگی۔ اس نے فوراً آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرعون مصر کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے جواب میں اس سے فرعونِ مصر کا شکریہ ادا کیا نیز فرمایا کہ جب تک فرعون مصر میرے معاملہ کی تحقیق و تفتیش نہ کر لے مجھے جیل خانہ سے نکلنا پسند نہیں۔ چنانچہ فرعون مصر نے آپ کی منشاء کے مطابق تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ بعد تحقیق و تفتیش جب اصل واقعہ معلوم ہوا اور اس دوران میں زلیخا اور دیگر زنانِ اُمرائے مصر بھی آپ کے مضبوطِ کردار کی قائل ہو چکی تھیں۔ اور ان کے جذبات کی آندھیاں اتر چکی تھیں۔ تو آپ دربار میں تشریف لائے۔ فرعون مصر نے آپ کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا۔ اور آپ کی فراست و ذہانت دیکھ کر آپ کو مصر کا وزیر خوراک مقرر کیا۔ اس دوران میں فوطیفار یا اطفیر کے جسے قرآن حکیم نے عزیز مصر کے نام سے ایک باوقار شخصیت کے طور پر بیان کیا ہے۔ انتقال کر چکا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی استدعا پر ان سے شادی کر لی اور اب مصر کی وزارتِ خوراک کی قلمدان سنبھال کر ملکی امور سر انجام دینے لگے۔

آمد برادران یوسف: جیسا کہ ہم فرعون مصر کے خواب سے متعلق بیان کر چکے ہیں اب وہ قحط سالی کا وقت آ چکا تھا۔ اور اس کے اثرات دور دور تک پہنچ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا شہر بھی قحط میں گرفتار ہوا۔ لوگ جوق در جوق غلہ حاصل کرنے

Marfat.com

کو مصر آنے لگے۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھی مصر کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ مصر پہنچے تو آپ نے ان کو پہچان لیا۔ مگر وہ آپ کو نہیں پہچان سکے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے مصلحتاً اپنے آپ کو مخفی رکھا۔ البتہ انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر گھر کے حالات ضرور معلوم کر لیے۔ برادران یوسف علیہ السلام نے آپ سے کہا۔ اے عزیز مصر، ہم بارہ بھائی تھے۔ ایک بھائی کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ اب گیارہ بھائی ہیں۔ آپ نے پوچھا تمہارے باپ کو تسکین کیونکر ملی؟ انہوں نے کہا ان کے چھوٹے بھائی سے! آپ نے فرمایا اچھا تم پھر آؤ تو اسے اپنے ساتھ لیتے آنا۔ جب وہ چلنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں غلہ عنایت کیا اور وہ دام جو غلہ کے لئے وہ ساتھ لائے تھے۔ انہی کے غلہ میں واپس رکھوا دیئے۔ جب گھر پہنچ کر ان کے غلہ سے روپے برآمد ہوئے تو یہ لوگ تو بہت خوش ہوئے۔

ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے بنیامین کو ان کے ہمراہ بھیجنے پر تیار نہیں تھے لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح آپ کو پھر رضا مند کر لیا۔ چنانچہ جب وہ دوسری مرتبہ مصر گئے تو بنیامین کو ساتھ لیتے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خوب مہمان داری کی اور کھانے کے وقت دو دو بھائی ساتھ ساتھ بٹھائے۔ جب کھانے سے باری باری سب فراغت پا چکے اور بنیامین تنہا رہ گئے۔ تو وہ اس خیال کے آنے سے رو دیئے۔ کہ آج اگر میرا بھائی یوسف علیہ السلام زندہ ہوتا تو مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھاتا۔ آپ نے بنیامین کو اس حال میں دیکھ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ جب رات کو سونے کا وقت آیا اور اس وقت بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ تو آپ نے چپکے سے بنیامین کو اپنے بارے میں ظاہر کر دیا اور خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جب دوسرے دن آپ کے بھائی غلہ لے کر چلنے لگے تو انہوں نے چلتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیالہ چرا کر بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔ نتیجتاً یہ چوری جلد ہی پکڑی گئی۔ اور بنیامین اس ناکردہ گناہ کی پاداش میں روک لئے گئے۔ بظاہر دشمنوں کے دل کی

Marfat.com

مراد بر آئی لیکن بنیامین چونکہ اپنے پیارے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو پا چکے تھے۔ لہٰذا اس گرفتاری پر خوش تھے۔ المختصر یہ لوگ مصر سے روانہ ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے باپ کے سینہ میں ایک اور بھالا مارا۔ اے باپ تیرے بیٹے نے شاہی چوری کر لی۔ جس کے جرم میں وہ پکڑا گیا۔ اور اب جیل خانے کی ہوا کھا رہا ہے! پہلے کیا کم تھا جو اور مصیبت آتی حضرت یعقوب علیہ السلام کے قلب محزوں پر ان کلمات کا جو اثر ہوا ہوگا وہ بیان سے باہر ہے۔ ناتوانی حد سے بڑھ گئی اور آپ اتنا روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں بالکل جاتی رہیں۔

سلوک یوسفی: علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بنیامین کی گرفتاری پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام ایک خط لکھا اور اس میں اپنے پیغمبرانہ صفات اور خاندانی روایات کو بیان کر کے نہایت دردانگیز پیرائے میں حضرت یوسف کی گمشدگی تحریر کی اور لکھا کہ حضرت بنیامین کو چھوڑ دیا جائے کہ حسنِ اتفاق کو خط پہنچتے ہی سب سے پہلے حضرت یوسف کے ہاتھ میں آ گیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ بجز صبر کے اب کچھ علاج نہیں۔ صبر کرو مراد کو پہنچو گے۔ بقول شخصے۔ ''دل را دلی می شناسد'' حضرت یعقوب طرز تحریر کو دیکھ کر بھانپ گئے۔ چنانچہ انہوں نے پھر اپنے چند ایک بیٹوں کو دونوں بھائیوں کی تلاش میں بھیجا۔ تاریخ الامم جلد اول ص ۱۴۴ پر لکھا ہے۔ کہ جب یہ لوگ مصر پہنچے اور کہا اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط سالی و فاقہ کشی نے بہت بے حال کر دیا ہے اس مرتبہ ہم کم سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ ہمیں کچھ غلہ بطور صدقہ عنایت کر دیا جائے۔ تو یہ بات سن کر آپ کا دل بھر آیا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ رخ سے نقاب اٹھا دیا۔ بے تابانہ بول اٹھے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا، کیا اب تم اس سے آگاہ نہیں؟ برادران یوسف علیہ السلام نے جب آپ کو غور سے دیکھا تو پہچان گئے اور قدموں میں گر کر معافی مانگی۔ آپ نے نہ صرف انہیں معاف کیا آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ اس کے بعد آپ نے گھر کے حالات معلوم کئے اور انہیں غلہ دے کر روانہ کیا۔ اور چلتے

Marfat.com

ہوئے تاکید کردی کہ سب کے سب گھر کے لوگ کنعان سے اٹھ کر مصر چلے آئیں۔ اور نشانی کے طور پر انہیں اپنا پیراہن عطا کیا۔

برادرانِ یوسف پیراہن لے کر گھر پہنچے۔ ظاہر ہے کہ پسر محبوب کی اطلاع پا کر باپ کی بے نور آنکھیں پھر سے روشن ہوگئیں۔ چنانچہ یہ لوگ مصر پہنچے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا شاہانہ استقبال کیا۔ جس وقت باپ بیٹے ملے ہیں۔ وہ یقیناً دیکھنے کے لائق وقت تھا۔ اتنا موثر نظارہ تھا کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ انتہا یہ ہے کہ خود فرعون مصر نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قدم چومے اور آپ کو بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ شاہی محل میں اتارا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی خالہ لیا کو جو آپ کی سوتیلی ماں بھی تھیں تخت پر بٹھایا اور اس پر ایک طرف خود بھی آ بیٹھے۔ اور اس کے نیچے برادرانِ یوسف علیہ السلام بیٹھے تھے۔ سب نے اس وقت آپ کو سجدہ تعظیم کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ یا ابت هذا تاویل رؤیای من قبل ۔ اے بابا جان یہ ہے میرے اسی خواب کی تعبیر جو پہلے میں نے دیکھ کر آپ سے بیان کیا تھا۔ اور آپ نے تصدیق کی تھی۔

<u>وفات</u>: علامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف سترہ برس کی عمر میں کنویں میں ڈالے گئے اور مصر پہنچنے پر تیرہ سال کے بعد عزیز مصر ہوئے۔ ستر برس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک سو ستاسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور مدفن ابراہیم علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام میں دفن کیے گئے۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ بعض مورخین نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ مفارقت اسی برس تحریر کیا ہے۔ اس حساب سے حضرت یوسف علیہ السلام نے ستانوے برس کی عمر میں اسی برس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملے اور اس کے بعد تیس برس اور زندہ رہ کر ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ باپ بیٹے کی ملاقات چالیس برس کے بعد ہوئی۔ علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ بیس برس کے بعد ملے ہیں۔ بہرکیف اس پر تمام متفق ہیں۔ کہ حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ اور اپنی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل کے خروج کے وقت مصر سے نکال کر بیت المقدس میں دفن کیئے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر ایمان تقریباً تمام مصر لا چکا تھا۔ اور فرعون مصر ریان بن ولید بن دومعہ کے بارے میں علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ آپ کی زندگی ہی میں ایمان لایا۔ اور آپ کی حیات ہی میں راہی ملک بقا ہوا۔ اس کے بعد فرعون قابوس بن مصعب مصر کا بادشاہ بنا اگرچہ وزارتِ خوراک کا قلمدان اس کے عہد میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے ہاتھ میں رہا لیکن وہ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لایا۔

اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تکریم وتحریم آپ کے زمانے کے بت پرست بھی کرتے تھے مگر آپ کے ماننے والوں نے آپ کی نبوت وعظمت میں اس قدر غلو کیا کہ پھر آئندہ کسی نبی کو نبی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ نبوت آپ کی ذات پر ختم کر دی گئی۔

اولاد: حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے بعد ابنائے یعقوب مصر میں آپ ہی کے پاس رہے تا آنکہ آپ نے ایک سو بیس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور آپ کی نسل کی اس قدر ترقی ہوئی کہ دو سو برس کی مدت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سرزمین مصر سے نکلے ہیں تو آپ کی اولاد جسے بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے یوں تو بہت سے بیٹے تھے۔ لیکن ان میں افراہیم ومنشایہ دو بیٹے بہت مشہور ہیں۔ اور یہ دونوں اسباط میں بھی شمار کیے گئے ہیں۔

افراہیم ابن یوسف علیہ السلام کی ایک بیٹی رحمت بھی تھی۔ جو حسنِ سیرت و صورت کے اعتبار سے اپنے دادا پر گئی۔ اور اسے بنی اسرائیل کے ایک جلیل القدر نبی حضرت ایوب صابر علیہ السلام کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور جب ایسا ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی آپس میں کہنے لگے ہمارے باپ یعقوب علیہ السلام کو یوسف اور بنیامین بہت پیارا ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ یوسف کو مار ڈالیں۔ یا کسی جگہ پھینک آئیں تا کہ ہمارے باپ کی

Marfat.com

توجہ ہماری طرف ہی رہے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔نہیں۔ یوسف کو قتل مت کرو۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے کسی اندھے کنویں میں ڈال دو۔

تب سب مل کر باپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا۔ اے باپ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ کیوں جانے سے روکتے ہیں۔ ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم تو اسے دل سے چاہتے ہیں۔کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں جانے دیجئے کہ کھائے پئے اور کھیلے،کودے۔ہم اس کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ باپ نے کہا۔ یہ بات مجھے غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا اٹھا کر لے جائے اور تم اس سے غافل رہو۔

پھر جب یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور سب نے اتفاق کرلیا کہ اسے اندھیں کنویں میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کر گزرے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر گھر واپس چلے آئے۔باپ نے کہا۔ یہ تو ایک بات ہے جو تمہارے نفس نے گھڑلی ہے۔مگر خیر میرے لئے اب صبر کرنا ہے۔اور صبر بھی ایسا کہ جو پسندیدہ ہو۔

اور دیکھو ایک قافلے کا اس پر گزر ہوا۔ جونہی اس نے اپنا ڈول اس کنویں میں لٹکایا کہ جس میں یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا۔تو اس نے دیکھا کہ ایک جیتا جاگتا لڑکا اس پر بیٹھا ہے۔

اور پھر انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بہت کم داموں پر مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں سے خریدا تھا وہ اپنی بیوی سے بولا اسے عزت سے رکھو، عجب نہیں یہ ہمیں فائدہ پہنچادے۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔

اور دیکھو اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کا سرزمین مصر میں قدم جمادیا۔ اور

Marfat.com

مقصود یہ تھا کہ اسے باتوں کا نتیجہ و مقصد نکالنا سکھا دیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عورت جو یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑ چکی تھی۔ اور وہ ایسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اگر اس نے اپنے رب کی برہان نہ دیکھی ہوتی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اور اسی طرح ہم نے اسے برائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھا۔ اور بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو برگزیدگی کے لئے منتخب کر لئے گئے۔

یوسف علیہ السلام نے کہا! اے یارانِ مجلس تمہارے لئے ایک اللہ کا ہونا بہتر ہے۔ یا علیحدہ علیحدہ خداؤں کا۔ اللہ، جو واحد و یگانہ ہے اور ہر شے پر غالب و قادر ہے۔ تم اس کے سوا جن کی عبادت اور اطاعت اختیار کرتے ہو۔ ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ محض چند ایک نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی سند نہیں اتاری۔ حکومت تو اللہ کے لئے ہی سزاوار ہے۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ صرف اس کی بندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا کسی کی بندگی میں نہ جاؤ کہ یہی دین قیم ہے مگر اکثر لوگ ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام: حضرت ایوب علیہ السلام جو انبیاء کرام کی تاریخ میں صابر کے نام سے مشہور ہیں۔ مورخین کے بیان کے مطابق عیسو ابن اسحاق علیہ السلام کے خاندان سے تھے۔ اور آپ کے قبیلہ کا نام عوض تھا۔ جو عیسو ہی کی اولاد سے تھا۔ یوں تو عیسو کی اولاد بکثرت ہوئی ہے لیکن عمالق اور عوض بہت مشہور ہیں۔ نیز اس خاندان کو ادومی بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ مورخین یہ بتاتے ہیں کہ عیسو کا رنگ سرخ تھا۔ لہٰذا اسی مناسبت سے اس کی اولاد خاندان ادومی کہلائی۔ نیز بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام جناب ایوب صابر علیہ السلام کے نانا تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تورات میں آپ کا نام یوباب آیا ہے۔ آپ کا زمانہ حیات (۱۰۰۰ سے) یا (۹۰۰ سے) قبل مسیح کے درمیان ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افراہیم کی دختر نیک اختر بی بی

Marfat.com

رحمت آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ اعراف، سورہ انبیاء اور سورہ انعام میں آتا ہے۔ نیز قرآن حکیم نے آپ کی زندگی کا صرف ایک ہی واقعہ بیان کیا ہے جو سورۂ انبیاء میں ہے۔ وایوب اذ نادیٰ ربہٗ انی مسنی انصر وانت ارحم الرحمین ۔ اور جب ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا تھا۔ کہ میں دکھ میں مبتلا ہوں اور اے رب تجھ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ اسی آیہ کریمہ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کسی غیر معمولی تکلیف میں مبتلا ہوئے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ایک شاہانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ کے پاس تین ہزار گھوڑے، تین ہزار اونٹ، ایک ہزار بکریاں، بے شمار پھلوں کے باغات اور پانچ سو غلام تھے۔ اور اس کے علاوہ پانچ سو ہل کی کھیتی بھی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک مثال قائم کرنے کے لئے آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں گرفتار کیا۔ آپ کے تمام غلہ خانوں میں آگ لگ گئی۔ اور تمام مال و اسباب جل کر راکھ ہوا۔ اولاد جو دنیا کی ہر شے سے پیاری ہے۔ ایک مکان کے حادثہ میں دب کر ہلاک ہو گئی۔ لیکن آپ مجسم تسلیم و رضا کے پیکر نکلے اور صبر و شکر کے مکمل نمونے۔ کیا مجال جو آپ کے ایمان و اعتقاد میں ذرا سی بھی لغزش آئی ہو۔ اور ان باتوں سے بڑھ کر یہ کہ خود بھی بیمار پڑ گئے۔ اور بیماری میں اس حال کو پہنچ گئے کہ بدن میں کیڑے پیدا ہو گئے اور اس پر بے کسی کا عالم یہ تھا کہ بجز آپ کی پاک بی بی رحمت کے اور کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ بی بی رحمت محنت مزدوری کرنے کے لئے شہر میں جاتیں اور جو کچھ حاصل، وصول ہوتا اس سے اپنا اور اپنے بیار میاں کی شکم پری کرتیں۔

بالآخر آپ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر عظیم عطا فرمایا۔ آپ کو صحت کی نعمت بھی ملی اور مال و دولت کی فراوانی بھی۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ اعراف۔ سورہ انبیاء اور سورہ انعام میں آیا ہے۔

Marfat.com

شعیب علیہ السلام

نسب: علامہ مسعودی کا خیال ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام مشہور قبیلہ مدین کے ایک سردار محضر بن جندل بن یعصب ابن مدین کے ایک نسبی بھائی ہیں۔ لیکن ابن جنیب کتاب البدء میں آپ کو نویب ابن حزم ابن مدین کا بیٹا بتلاتا ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ آپ ابن عیفا ابن مدین تھے۔ ابن جوزی نے شعیب ابن عنقا ابن ثویب ابن مدین میں لکھا ہے۔ ابن اسحاق نے شعیب بن میکائیل تحقیق کیا ہے۔ تہذیب الاسما میں شعیب ابن میکائیل بن یشجب ابن مدین ابن ابراہیم لکھا ہے اور بعض آپ کو اولاد صالح علیہ السلام سے بتاتے ہیں صاحب شمس العلوم نے آپ کو قوم ہمیر سے شمار کیا ہے اور اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت لوط کی دختر نیک اختر تھیں۔

مدین ابن ابراہیم علیہ السلام جن کے نکاح میں بنت لوط آئی۔ شام کے بڑے بڑے قبیلوں کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ اور وہ تمام قبائل اسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لوگ پہلے پہل تو جیسے تیسے تھے اسی طرح رہے لیکن بعد میں بت پرست و خائن ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو مامور کیا۔

بعثت: علامہ ابن خلدون کی تحقیق کے مطابق آپ کا نسب اس طرح پر ہے۔ شعیب ابن نویل ابن رعویل ابن عیا ابن مدین۔ لقب آپ کا شیخ الانبیاء و خطیب الانبیاء تھا۔ آپ نہایت فصیح اللسان تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ تین گروہوں کی ہدایت کے لئے نبی ہو کر آئے۔ اہلِ مدین۔ اصحاب ایکہ۔ اور اصحاب الرّاس۔ ابن کثیر نے مدین وایکہ کو ایک ہی گروہ شمار کیا ہے۔ لیکن سدی اور عکرمہ نے علیحدہ علیحدہ لکھا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہی

Marfat.com

سہی ہے۔

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر کئی ایک سورتوں میں آتا ہے۔ جن سے ایک حد تک آپ کے حالاتِ زندگی اور سیرت کے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں چند سورتیں یہ ہیں۔ سورہ اعراف۔ سورہ ہود۔ سورہ الشعراء۔ اور سورہ عنکبوت۔

ایکہ اور مدین سے متعلق بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک ہی قبیلے کے دو نام نہیں بلکہ دو الگ الگ قبیلے ہیں۔ ایک متمدن اور شہری قبیلہ تھا۔ دوسرا غیر متمدن دیہاتی اور بدوی قبیلہ تھا۔ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ مدین وایکہ ایک ہی قبیلے کے نام ہیں۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ باپ کی نسبت سے مدین کہلائے۔ اور زمین کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے ایکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اہل مدین جس خطہ میں رہتے تھے وہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ اس لئے یہ لوگ نہایت متمول و خوشحال تھے۔ لیکن قناعت کی شعادت سے محروم تھے۔ جتنے مالدار تھے اتنے ہی پرلے درجہ کے حریص و خائن تھے۔ یہ لوگ ناپ تول میں بے ایمانی کرتے تھے ان کے ہاں پیمائش کے پیمانے صحیح نہیں تھے۔ نیز جعلی روپے اور اشرفیاں بنا کر لوگوں کو نقصان پہنچاتے مختصراً یہ کہ حرام کی روٹیاں توڑتے اور آرام کے ساتھ گھر میں لات پہ لات دھرے بیٹھے رہنے کے خواہش مند تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دوسرے کمائیں اور یہ ان کی کمائی پر گلچھڑے اڑائیں۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ اہل مدین نے معاشرہ میں عدم معاشی توازن پیدا کر رکھا تھا۔

وعظ و تلقین: تفسیر خازن جلد ششم میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کہ انبیاء کی فہرست میں خطیب الانبیاء کے نام سے آتے ہیں۔ آپ نے اہل مدین کی ہدایت کے لئے نہایت فصیح و بلیغ زوردار تقریریں کیں۔ اہل مدین کا عالم یہ تھا کہ وہ بڑے ڈھیٹ بن چکے تھے۔ ہر چند آپ روزانہ وعظ کہتے اور انہیں سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کرتے۔ لیکن یہ لوگ ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے۔ جہالت ان کی یہاں تک بڑھی

Marfat.com

کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی فصاحت اور بلاغت کی دھوم دور دور تک پہنچی۔ اور لوگوں نے آپ کے وعظ کے لئے آنا شروع کیا تو یہ راستے روک لیتے! ورنا کہ بندی کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ کسی سے آپ کی برائیاں کرتے۔ کسی پر ظلم وستم ڈھاتے اور کسی پر کسی اور عنوان سے بیزاری پیدا کرتے۔ غرض وہ لوگوں کو آپ کا وعظ نہیں سننے دیتے تھے۔ ہر چند آپ اہل مدین کو سمجھاتے اور فرماتے کہ تم خود تو گمراہی میں گرفتار ہی ہو اور دوسروں کا عذاب بھی اپنی گردن پر لیتے ہو۔ یاد رکھو اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے اگلی گمراہ قوموں کا ہوا ہے۔

اہل ایکہ و اہل مدین خائن ہونے کے علاوہ بت پرست بھی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بت پرستی سے روکنے اور موحد بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن وہ بد بخت مرتے دم تک یہی کہتے رہے کہ بت پرستی تو ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے اسے ہم تمہارے کہنے پر کیونکر چھوڑ دیں۔ اور کیسے اپنے آبائی مذہب سے کنارہ کش ہو جائیں۔ رہی بات ناپ تول کی۔ تو یہ ہمارا مال ہے ہم جیسے تیسے چاہیں۔ پسند کریں عمل کریں گے۔ ہمیں اسے گھٹانے بڑھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اے شعیب تم خود بھی پاگل ہو اور تمہارے ماننے والے بھی دیوانے ہیں۔ ہم کھلے بندوں آج تم سے کہہ دیتے ہیں کہ ہر چند تمہارے ایماندار ہمارے عزیز و اقارب ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ہم انہیں جلد ہی ملک سے نکال باہر کریں گے۔

جناب شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے شعیب علیہ السلام چونکہ تم ہماری قوم میں سے ہو اس لئے ہم چپ رہتے ہیں ورنہ ہم تمہیں بھی وہ سزا دیتے کہ عمر بھر یاد کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا۔ تمہیں قرابت داری کا تو اتنا خیال ہے۔ لیکن اس خدا کی ربوبیت اور پروردگاری کا کوئی خیال نہیں جو رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے نبی پر ایمان لا چکے ہیں تم اگر انہیں کاٹ کر بھی رکھ دو گے وہ تب بھی

Marfat.com

خدائے واحد کے دین سے منہ نہ پھیریں گے۔

عذاب الٰہی: جب مداینوں کا کفر وشرک حد سے بڑھ گیا اور وہ کسی طور سمجھائے نہ سمجھے بلکہ ہر بار یہی کہتے کہ شعیب تم خدا کے جس عذاب سے ڈراتے رہتے ہو اسے لے ہی آؤ۔ تو مجبوراً تنگ آکر آپ نے اس گمراہ قوم کے آخری علاج کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس گمراہ قوم کو پکڑنے کے لئے آگیا۔

اس سے قبل کہ عذاب آتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنے مومنین اکرام کو لے کر کسی محفوظ جگہ پر چلے گئے۔ کفار ہنسے اور تمسخر اڑایا۔ کہ یہ لوگ خود ہی شہر سے نکل گئے۔ ان کے نکالنے کو ہمیں ذرا زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ لیکن اس کے بعد جو گرمی پڑنی شروع ہوئی، اس نے رفتہ رفتہ وہ شدت اختیار کی کہ چشموں اور کنوؤں کا پانی تک گرم ہو گیا۔ غرض سات روز کی بلا خیز گرمی نے شہر کو جہنم زار بنا دیا۔ اکثر مورخین لکھتے ہیں کہ گرمی کا عالم یہ تھا کہ جسم کے اندر خون کھول اٹھا اور ہاتھ پیر پھٹ گئے۔ پھر اس کے بعد ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا۔ جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور مدائن سے بے ایمانوں اور بت پرستوں کا قصہ پاک ہو گیا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور دیکھو ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوشحال ہو پس کفرانِ نعمت سے ڈرو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آجائے جو سب پر چھا جائے گا۔ اور اے میری قوم کے لوگو ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اگر تم میرا کہنا مانو تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہے بچ رہے گا اسی میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ اور دیکھو میں کچھ تم پر نگہبان نہیں۔ لوگوں نے کہا شعیب کیا تیری یہ نمازیں تمہیں یہ حکم دیتی ہیں کہ تو آکر ہمیں کہے کہ ان بتوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں۔ یا یہ کہ ہمیں اختیار نہیں کہ اپنے

Marfat.com

مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں کریں بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے۔شعیب علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی سے اچھی روزی عطا فرما رہا ہو تو پھر بھی میں خاموش رہوں اور تمہیں راہِ حق کی طرف نہ بلاؤں اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں۔ میں تمہیں جو کچھ بھی کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاحِ احوال کی سعی کروں۔ میرا کام بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے بنتا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو میری ضد میں آکر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آجائے جیسا کہ قوم نوح یا قوم ہود یا قومِ صالح کو پیش آیا۔ اور قوم لوط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں۔ اور دیکھو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔ میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا اور بڑا ہی محبت والا ہے۔ لوگوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام تم جو کچھ بھی کہتے ہو اس سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں سے ایک کمزور آدمی ہو۔ اگر تمہارے ساتھ تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے۔ تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ پس انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور آخر ان کو بادل والے عذاب نے آلیا۔ اور صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ بے شک وہ بڑے ہولناک دن کا عذاب تھا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام

نسب: مورخین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ موسیٰ ابن عمران ابن قاہاث ابن لاوی ابن یعقوب علیہ السلام آپ کی والدہ محترمہ نوخائل سے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی اولادِ لاوی ابن یعقوب علیہ السلام تھیں۔

فرعون: مصر کے بادشاہ کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فرعون کے زمانہ میں پیدا ہوئے اس کا نام قابوس ابن مصعب ابن ریان تھا۔ کردار کے لحاظ سے یہ فرعون، بابل کے نمرود کا بھائی تھا۔ دونوں ہی نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد وزارتِ خوراک کا عہدہ ہامان بے سامان کو سونپا گیا۔ ہامان وفرعون دونوں ایک ہی ذہن کے آدمی تھے اور شدید کافر تھے۔ بنی اسرائیل کا وہ اثر ونفوذ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے ملک میں قائم ہو چکا تھا۔ فرعون کو اپنے لئے مہلک دکھائی دیا۔ چنانچہ خود کو خدا کہلوانے اور اپنی پرستش کرانے کے لئے اس نے بنی اسرائیل پر دباؤ ڈالا، جس کا ایک مقصد عظیم ملک مصر سے بنی اسرائیل کو نیست و نابود کرنا بھی تھا لیکن وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل جو اس وقت ایک محکوم کی حیثیت سے تھے۔ دریں صورت فرعون کے ظلم وستم کا تختہ مشق بن گئے۔

ولادت: اب حالت یہ تھی کہ بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے جارہے تھے۔ ان میں سے کسی کو خاک روبی کے کام پر لگا دیا۔ کسی نے نجاری وحدادی کا کام لیا۔ کسی کو دربانی و پاسبانی کی خدمت میں لے لیا۔ وہ لوگ جو کام کاج کرنے سے معذور تھے۔ وہ جزیہ دینے پر مجبور تھے۔ نیز بنی اسرائیل کی عورتوں سے گھریلو کام۔ سینا۔ پرونا۔ کھانا۔ پکانا۔

Marfat.com

ودیگر نجی خدمتیں لی جاتی تھیں۔غرض ایسے المناک وجاں گزار دور میں جب کہ بنی اسرائیل پر جینا حرام ہو رہا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق یہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس وقت جب بنی اسرائیل کو ختم کرنے کے لئے ان کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کیا جا رہا تھا۔آپ تولد ہوئے اس بیان پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ قتل عام کا ذکر صحیح نہیں اور اس کے متعلق وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ درست ہوتا تو ہارون علیہ السلام جو آپ سے بڑے تھے کیونکر زندہ رہ سکتے تھے۔لیکن جن لوگوں کو مذکورہ بیان ہی پر اصرار ہے وہ کہتے ہیں کہ جب قتل عام سے بنی اسرائیل کا صفایا ہونے لگا یا نیست و نابود ہو جانے سے اس بات کا قوی احتمال پیدا ہوا کہ اگر قتل عام یونہی ہوتا رہا تو چند ہی روز میں قوم فرعون (قبطی) اپنے خدمت گاروں اور نوکروں (بنی اسرائیل) سے ہاتھ دو بیٹھے گی۔تب یہ طے پایا کہ بنی اسرائیل کے نومولود بچوں کا قتل مسلسل نہیں ہونا چاہئے۔بلکہ اس میں کچھ وقفہ رکھنا چاہئے۔

وجہ تسمیہ: بہر کیف یہ تھے وہ روح فرسا حالات جن میں آپ تولد ہوئے۔عبرانی میں آپ کا نام موشا آتا ہے جس کے معنی آب و درخت کے ہیں۔آپ چونکہ بقول علامہ طبری اپنی پیدائش کے تین روز بعد ایک صندوق میں رکھ کر بہا دیئے گئے۔اور فرعون کی بیوی آسیہ نے اس مناسبت سے کہ آپ دریا میں بہتے ہوئے پانی اور درختوں میں پائے گئے۔آپ کا نام موشا تجویز کیا۔یہی وہ لفظ ہے جو آگے چل کر عربی زبان میں موسیٰ ہو گیا۔لیکن معنی اس کے وہی رہے جو موشا کے ہیں۔

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر حسب ذیل مقامات میں آتا ہے۔سورہ بقر. آل عمران. النساء. المائدہ. الانعام. الاعراف. الانفال یونس. ھود. الرعد. ابراھیم. النحل. بني اسرائيل. الكهف. مريم. طه. انبياء. المومنون. الفرقان. الشعراء. النمل. القصص. العنكبوت. السجده. الاحزاب. والصفت. المومن. الزخرف. الدخان. الجاثيه. الاحقاف.

Marfat.com

الذریت القمر۔ الحدید۔ الصف۔ الجمعہ۔ المرسل۔ الحاقہ۔ النزاعت۔ البروج۔ الاعلیٰ۔ الفجر۔

جن مخدوش و نامساعد حالات سے بنی اسرائیل دوچار تھے۔ ان کے پیش نظر آپ کی والدہ نے یہ مناسبت سمجھا کہ اپنے لخت جگر کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس طرح آپ کی جان بچ جائے۔ چنانچہ آپ کا خیال صحیح نکلا۔ صندوق دریا میں بہتا ہوا محل فرعون سے آلگا۔ قدرتِ خدا کہ اس پر بی بی آسیہ کی نظر پڑ گئی اور وہ اسے نکلوا کر محل میں لے آئیں۔ چنانچہ وہ بچہ جس کے قتل کرنے کے منصوبے عمل میں آرہے تھے۔ فرعون ہی کے گھر میں پرورش پانے لگا۔

ہر چند شکل و شباہت خد و خال سے اندازہ لگا لیا گیا کہ یہ بنی اسرائیلی بچہ ہے اور فرعون اس کے قتل پر آمادہ بھی ہو گیا۔ تاہم بی بی آسیہ نے کسی معقول ترکیب سے اس کو ظلم کے پنجہ سے چھڑا لیا۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ وہی بچہ ہو جس کو قتل کرنا درکار ہے۔ غرض آپ بچا لیے گئے۔ اور اس پر لطف یہ کہ قدرت نے شیر خواری کے لئے بھی آپ ہی کی والدہ کو محل فرعون میں پہنچا دیا۔

اس بات کے بیان کی حاجت نہیں کہ مصر میں آپ کس قدر محترم خیال کئے جاتے تھے۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ حاکموں کی اولاد کا ہر کوئی احترام کرتا ہے۔ پھر آپ فرعون تو ایسے طاقتور بادشاہ کے بیٹے سمجھے جاتے تھے۔ جو اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا۔ علاوہ ازیں خود حضرت موسیٰ بھی ایک طویل القامت اور مضبوط جسم کے آدمی تھے۔ چنانچہ ہر شخص آپ کی تعظیم کرتا اور آپ سے خوف کھاتا۔

ایک روز آپ نے دیکھا کہ ایک قبطی (قوم فرعون) ایک غریب اسرائیلی پر بری طرح برس رہا ہے اور اسے مار مار کے ادھ موا کر رہا ہے۔ آپ طیش میں آگئے اور قبطی کے منہ پر ایسا شدید طمانچہ رسید کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے روز آپ کو پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ قبطی نے کہا کل تو ایک شخص کو تم نے مار ڈالا، کیا آج مجھے بھی مار ڈالو گے؟ اور کسی طرح سے

Marfat.com

وہ شخص بھاگ نکلا اور فرعون کے پاس جا کر اس صورت حال سے مطلع کیا۔فرعون کچھ تو پہلے ہی سے جلا بھنا بیٹھا تھا۔اب جو اس نے اپنی قوم کے فرد سے ایک قبطی کا قتل سنا تو آگ بگولا ہو گیا اور اس نے آپ کے گرفتار کیے جانے کا حکم دے دیا۔

ہجرت: محکوم قوم کے فرد کی حمایت میں ایک قبطی کو مار ڈالنے سے آپ کے دل میں بھی یہ خدشہ یقیناً گزرا ہو گا کہ فرعون اس واقعہ سے مطلع ہو کر ضرور کوئی تادیبی کاروائی کرے گا۔ چنانچہ جب فرعون تک بات پہنچی اور آپ کو اپنی گرفتاری کا علم ہوا تو آپ مصر سے بھاگ نکلے۔ تاریخ الرسل والملوک میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سات دن اور سات راتیں مسلسل چلتے رہے۔یہاں تک کہ مدین پہنچ گئے۔

ملاقات شعیب علیہ السلام: مدین پہنچ کر آپ نے ایک کنویں پر لوگوں کا ہجوم دیکھا ان کے قریب پہنچے تو آپ نے دو لڑکیوں کو اپنے مویشی لیے لوگوں سے ایک طرف الگ تھلگ اس بات کا منتظر پایا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہوں تو ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔آپ کو ان کا حال معلوم کرنے پر کہ ان کا باپ بوڑھا ہے! اور اس کے علاوہ گھر میں کوئی مرد نہیں جو مویشیوں کو پانی پلا کر لا سکے۔ان پر بڑا ترس آیا۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور کنویں کا وہ پتھر جسے بہت سے آدمی مل کر ہٹاتے اور پانی پلاتے۔آپ نے خود اکیلے ہٹایا اور ان کے جانوروں کو پانی پلا کر انہیں رخصت کر دیا اور خود کہیں کنویں کے قریب ہی کسی جگہ پر بیٹھ گئے۔لڑکیاں جب اپنے گھر پہنچیں اور باپ سے آپ کا ذکر کیا تو ان کے باپ کو آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ آپ جناب شعیب علیہ السلام کے گھر میں بلا لئے گئے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بلاوے پر ان کے گھر پہنچے اور لڑکی نے کہا کہ بابا جان ہم دونوں گھر کی طرف چلے آرہے تھے کہ ہوا میں بدن کے کپڑے اُڑ اُڑ کر میرے جسم کو ننگا کرنے لگے تو یہ مجھ سے آگے بڑھے۔اور کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو۔اور میں آگے آگے چلوں گا۔تم راستہ بتاتے چلو میں چلتا جاؤں گا۔ بزرگوار یہ سن کر اور زیادہ خوش

Marfat.com

ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیا۔ جناب شعیب علیہ السلام قوم مدین کے پیغمبر بھی تھے اور اپنے قبیلے کے سردار بھی ۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک عرصہ تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کی سعادت پائی ۔ ایک معینہ مدت کے بعد جو بعض کے نزدیک دس برس ہے۔ آپ کا نکاح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضوراسے کردیا۔ دس برس کے بعد جب آپ مصر کو چلے ہیں تو راستے میں کوہ طور پڑا۔ شب کی تاریکی پھیل چکی تھی ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ کی ضرورت پیش آئی ۔ آپ طور پر آگ لینے چلے گئے۔

<u>موہبت نبوت</u>: طور پر آپ کو ایک روشنی دکھائی دی ۔ لیکن آپ اس کے کتنے قریب پہنچ گئے وہ اتنی ہی آپ سے دور رہتی چلی گئی ۔ پھر آپ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس روشنی کا رنگ نہایت صاف و شفاف ہے۔ دھوئیں کا کہیں نام و نشان تک نہیں۔ روشنی کا یہ عالم دیکھ کر آپ کا بڑھتا ہوا استعجاب و حیرت آپ کی طبیعت پر ہیبت طاری کرنے لگا۔ آپ وہاں سے پلٹنا چاہتے تھے کہ ندا آئی ۔ انی انا رب العلمین ۔ ٹھہر واے موسیٰ گھبراؤ نہیں میں ہوں تمام جہانوں کا رب ۔ اس کے بعد پھر حکم ہوا۔ اخلع نعلیک انک بالوادی والمقدس ۔ اے موسیٰ جوتے اتار دو کہ آپ اس وقت وادی قدس میں ہیں۔ یہ ہے وہ موقع جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے نوازا۔ فرمایا۔ وانا اخترتک فاستمع لمایوحی ۔ اور ہم نے تم کو چن لیا پس جو کچھ تمہیں وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو۔

<u>مکالمہ</u>: مورخین کہتے ہیں اس وقت آپ کا سن مبارک اسی سال کے لگ بھگ تھا چنانچہ اب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر فرعون اور اس کی قوم کے لئے مامور کیا۔ آپ نے مصر کا رخ کیا اور اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس پہنچے اور اس سے دو مطالبات کئے ۔ پہلا یہ کہ اپنے آپ کو خدا کہلوانا چھوڑ دے۔ اور اس ایک خدا کی بارگاہ میں جھک جا جو حاکموں کا حاکم اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ دوسرا یہ کہ بنی اسرائیل کو جسے اپنی غلامی میں پکڑ رکھا ہے۔ چھوڑ دے ۔ اور جو سلوک بنی اسرائیل سے روا رکھا جا رہا ہے وہ وہ

Marfat.com

باعثِ ننگ آدمیت ہے۔ فرعون کی خدائی پر جب ضرب کلیمی پڑی تو وہ غضبناک ہو کر بولا۔ اگر ایسا ہی ہے کہ تم فرستادہ خدا ہو تو بتاؤ کہ تمہا خدا کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت بخشی پھر اس کی رہنمائی کی ۔ فرعون اس جواب سے ہر چند لا جواب ہوا۔ لیکن بدبختی و تیرگی اس کے دل و دماغ پر مسلط تھی۔ کہنے لگا اچھا یہ تو بتاؤ۔ وہ لوگ جو پچھلے وقتوں میں گزر چکے ہیں اب وہ کس حال میں ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا۔ ''اس بات کا علم میرے رب کے نوشتہ میں ہے اور میرا رب ایسا نہیں کہ جو کھو یا جائے یا بھول جائے۔'' پھر آپ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونے کی طرح بچھا دیا۔ اور نقل و حرکت کے لئے اس میں راستے نکال دیئے اور آسمان سے پانی برسایا۔ اس کی آب پاشی سے ہر قسم کی نباتات کے جوڑے پیدا کر دیئے کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشی بھی چراؤ۔ اس بات میں عقل والوں کے لئے کیسی کھلی نشانیاں ہیں اس نے اسی زمین سے تمہیں پیدا کیا۔ وہ اسی میں لوٹاتا ہے اور پھر اسی سے دوسری بار اٹھائے جاؤ گے۔

فرعون اس مسکت جواب سے عاجز ہو گیا۔ لیکن کہنے لگا کہ اے قوم یہ رسول جو تمہاری ہدایت کا مدعی بن کر آیا ہے سوائے اس کہ دیوانہ ہے اور کچھ نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ ذات جو مشرق و مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے غرض ہر شے کا وہ مالک اور پروردگار ہے۔ اگر تم کچھ سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو جان لو کہ اسے اپنی ذات کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ۔ (ع آفتاب آمد دلیل آفتاب) فرعون کے ہتھیار ایک ایک کر کے بے کار ہوتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ضرب کلیمی کی شدت برداشت نہ کر سکا اور چلا اٹھا۔ ''موسیٰ علیہ السلام اگر تم اپنی حرکت سے باز نہ آئے۔ تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو سن لو میں تمہیں زنجیروں میں جکڑ دوں گا۔'' کہنے کو تو فرعون نے ایک جابر و قاہر بادشاہ کی حیثیت سے آپ کو جان کی دھمکی دے دی۔ لیکن آپ کا حصارِ کردار اور بلندی سیرت اتنی تھی کہ اسے آپ کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں پڑی۔

Marfat.com

اب فرعون سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو استہزاء کی سوجھی۔ کہنا لگا اے میری قوم تمہارے لئے میں اپنے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتا۔ اور ہاں اے ہامان میرے لئے تم ایک اونچی سی کوئی بلند عمارت بنواؤ کہ جس سے میں آسمان پر جا سکوں۔ اور وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کی خبر لا سکوں۔

اے میری قوم کے سردارو! موسیٰ علیہ السلام میرے نزدیک یقیناً جھوٹا ہے۔ پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تم بھول گئے ہو کہ ہم نے تمہیں پال پوس کر جوان کیا۔ تمہیں برس ہا برس اپنے پاس رکھا ہے۔ اور پھر وہ جرم کیا اب تمہیں یاد نہیں کہ تم ہماری قوم کے ایک فرد کو قتل کر کے بھاگ نکلے تھے اور ہم نے تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا۔ ہاں میں ضرور بھاگا تھا مگر اس لئے نہیں کہ میں نے اسے جان بوجھ کر قتل کیا تھا۔ بلکہ اس لئے صرف اس لئے کہ تم بے انصاف واقع ہوئے ہو اور حق و صداقت تم سے کوسوں دور ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری ہدایت کے لئے منتخب کر لیا تو میں بے خوف و خطر تمہارے پاس چلا آیا۔ یہ آخری جملہ فرعون کے نزدیک ایک للکار خیال کیا گیا۔ اب فرعون کا اضطراب بڑھنے لگا۔ چنانچہ اس نے بڑے کرب و اضطراب کے ساتھ آپ سے کہا کہ اگر تم واقعی خدا کے رسول ہو تو ہمارے ملک کے ساحروں سے تمہیں مقابلہ کرنا ہوگا اور ثابت کرنا ہوگا کہ تم واقعی خدا کے سچے رسول ہو چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تائید پر فرعون کا چیلنج قبول لیا۔

<u>ساحران فرعون</u>: فرعون نے اپنے تمام ساحران ملک کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ انعام طے کر کے کہ موسیٰ علیہ السلام سے بازی لے جانے پر تمہیں اپنے مقربوں میں داخل کر لیا جائے گا۔ انہیں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے تیار کیا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی معیت میں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کو جب ساحران نے آپ کو مقابلہ پر دیکھا۔ یوں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

وجاء السحرة فرعون قالوا ان لنا اجران کنا نحن الغالبین قال نعم وانکم لمن المقربین . قالو ایا موسیٰ اما ان تلقی واما ان تکون نحن الملقین . قال القلو افلماّ القوا سحروا اعین الناس واستوهبو هم وجاء السحر عظیم . و اوحینا الٰی موسیٰ ان القاعصا ک فاذاھی تلقف مایا فکون. فوقع الحق وبطل ماکانو یعملون . فغلبوا ھنا لک وانقلبوا صاغرین. والقی السحرة ساجدین قالوا امنابرب العلمین رب موسٰی وھارون۔

''جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا؟ اس نے جواب میں کہا کہ تمہیں ضرور انعام دیا جائے گا۔ اور تم سب کے سب میرے مقربین میں داخل کر لئے جاؤ گے۔ تب ساحروں نے آپ سے کہا اے موسیٰ علیہ السلام تم ڈالتے ہو! کہ ہم ڈالیں۔ آپ نے کہا تم ڈالو۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے اپنی رسیوں کو ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور لوگ ان سے ڈر گئے۔ اور وہ لوگ ایک بڑا بھاری جادو لائے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو'' چنانچہ وہ اسے لینے لگا جو وہ فریب کر رہے تھے۔ چنانچہ حق ثابت ہو گیا اور وہ لوگ جو کچھ کر رہے تھے وہ باطل ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں مغلوب ہو گئے۔ اور ذلیل ہو کر واپس گئے اور ساحر لوگ سجدے میں گرا دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پروردگار عالم پر جو موسیٰ علیہ السلام وہارون کا پروردگار ہے ایمان لاتے ہیں۔

مقابلہ ہونے سے قبل جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہما السلام دونوں بھائی طے شدہ پروگرام کے مطابق مقابلہ کو آئے ہیں۔ تو ان دونوں کو آتا دیکھ کر فرعون کے درباری بولے۔ **قالو ان ھٰذا من السحران یریدون ان یخرجکم من ارضکم بسحر ھما ویذھبا بطر یقتکم المثلٰی. فا جمعو کید کم ثم ائتو مفا و قد افلح الیو م من استعلٰی۔**

''درباریوں نے کہا کہ یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اپنے

Marfat.com

سحر کے زور پر تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں۔ اور پھر تمہارے شرف وعظمت کے مالک ہو جائیں۔ پس اپنے تمام داؤ پیچ اکٹھے کرلو۔ اور پرا باندھ کر ڈٹ جاؤ۔ جو آج بازی لے گیا سمجھو وہی کامیاب ہوا۔

تفسیر حسینی بغوی میں لکھا ہے ساحرین فرعون بالآخر پکار اٹھے کہ یہ حق ہے جس کی موسیٰ علیہ السلام دعوت دیتے ہیں اور وہ باطل ہے جو فرعون لئے بیٹھا ہے۔ ہم موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہما السلام کر پروردگار پر ایمان لے آئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ مگر فرعون اس کھلم کھلا بغاوت کو برداشت نہ کرسکا، نہایت غضب ناک ہو کر کہنے لگا۔ کیا مجھ سے اجازت لئے بغیر تم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ ضرور یہ کوئی خفیہ سازش ہے جو تم نے آپس میں اکٹھے ہو کر کی ہے۔ کہ یہاں کہ رہنے والوں کو اس ملک سے نکال باہر کرو۔ اچھا ٹھہرو تو سہی تھوڑی ہی دیر میں تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو میں تمہیں کیسی سزا دیتا ہوں تم میرے حکم کے بغیر کو موسیٰ علیہ السلام ایمان لے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرور کوئی تمہا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ ہم دونوں میں کون سخت عذاب دینے والا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا خدا کہ میں؟ اور کس کا عذاب دردناک اور دیرپا ہے۔ خدائے موسیٰ علیہ السلام کا یا میرا؟

حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ دور اندیش نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ کوئی دم میں انقلاب رونما ہوا چاہتا ہے۔ لیکن محکومیت و مغلوبیت نے بنی اسرائیل سے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ اور غور وفکر کی تمام راہوں کو مسدود کر دیا تھا ادھر فرعون کی قوم نے ان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے منصوبے تیار کر لئے تھے۔ ایک روز درباریوں نے فرعون سے کہا کیا موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو اسی طرح سے رہنے دیا جائے گا۔ کہ وہ یوں ملک میں فساد برپا کرتے پھریں۔ اور تیرے خداؤں سے باغی رہیں؟ فرعون نے کہا ہرگز نہیں ہم اسے اور اس کی قوم کے مردوں کو قتل کر دیں گے۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں

Marfat.com

گے تاکہ ہم ان پر غالب رہیں۔ ادھران کا یہ عالم تھا کہ آپ سے جھنجلا جھنجلا کر کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے اچھے دردمند بن کر آئے کہ ظالم فرعون نے آپ کی بدولت ہمیں دوہرے عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ ہر چند فرعون کے درباریوں میں ایک رکن نے جس کے دل میں نور حق پیدا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی اس نے کہا میں اب تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا لیکن آج کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے قتل کے ارادے مکمل کر لیے۔ مجھ سے یہ کہے بغیر اور ایمان ظاہر کئے بغیر نہ رہا گیا کہ تم نے دراصل یہ قتل و غارتگری کے منصوبے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے لئے نہیں باندھے۔ بلکہ خود اپنی ہلاکت و بربادی کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اے قوم کیا موسیٰ علیہ السلام کو تم صرف اس بنا پر قتل کرتے ہو جس کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اس کی طرف سے تمہارے لئے واضح دلائل بھی لے کر آیا ہے۔ دیکھو! ان دو باتوں میں سے ایک لازم ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو سن لو کہ جن باتوں کی وہ تنبیہ اور وعید کرتا ہے وہ یقیناً ہو کر رہیں گی۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے فلاح اور کامیابی کی ہرگز راہ نہیں دکھاتا جو حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔ پھر اس نے کہا اے قوم مانا کہ آج تمہاری حکومت ہے اور ملک میں تمہارا ہی اثر نفوذ اور غلبہ ہے۔ لیکن اگر اللہ کے عذاب نے تمہیں آ لیا تو کان کھول کر سن لو کہ پھر اس کی گرفت سے تمہیں دنیا کہ کوئی طاقت چھڑا نہیں سکے گی۔

بنی اسرائیل کی بے حسی: بنی اسرائیل جو واقعات کو دیکھ دیکھ کر دم بخود ہوئے جا رہے تھے اور کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں۔ ان کے دل و دماغ پر خوف اور ہراس چھایا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا اے لوگو! اگر تم سچ مچ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ ایک ذات اتنی بڑی طاقت و قدرت رکھتی ہے کہ انسان کے حیطہ فکر و خیال میں نہیں آسکتی۔ تو یقین رکھو کہ آخر کار تم ہی غالب آؤ گے۔ تمہیں چاہئے کہ تم اس کی ذات پر بھروسہ کرو۔ اور ہرگز فرعون اور اس کی طاقت سے نہ ڈرو۔

جب قوم تیرہ بخت کی مہلت کا وقت ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے ہجرت اختیار کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل راتوں رات نکلے۔ مگر فرعون اور اس کی جابر و قاہر قوم نے ان کا پیچھا کیا۔ اس وقت ایک عجیب عالم تھا۔ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پیچھے دشمن آپنے لاؤ لشکر لیے پکڑنے کو آ رہا ہے۔ اور آگے سمندر ہے خیال کیا کہ اب ہم ضرور پکڑ لئے جائیں گے۔ بنی اسرائیل پر جب پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا۔ اے قوم تم جس خیال میں ہو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ بات دل سے نکال دو کہ ہمیں دشمن گھیر لے گا۔ اور ہم پکڑ لیے جائیں گے۔ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے وہ یقیناً ہمیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔

نصرت حق: قریب تھا کہ بنی اسرائیل مصائب میں گھر جاتے۔ فرعون ان کے سر پر آ پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھو۔ مالک ازلی کا حکم پاتے ہی موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ساتھ لئے آگے بڑھے اور اس کی فرمانبرداری کے صلے میں صحیح و سلامت دریا کے پار اتر گئے۔ ادھر فرعون نے جونہی بنی اسرائیل کو آگے بڑھتے دیکھا تو ان کی دیکھا دیکھی یہ بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ خود کو خدا کہلواتا تھا۔ یہ پیش قدمی اس کے کام نہ آئی۔ عذاب الٰہی نے تلاطم کی صورت اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ قرآن حکیم اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل کی کہ اپنے عصا کو سمندر میں دے مارو۔ پس وہ پھٹ گیا اور اس کا ہر حصہ ایک بڑے تودے کی مانند تھا۔ اور پھر ایسا ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن ہم نے بنی اسرائیل کو نجات دی۔ اور فرعون کو مع لشکر غرق کر دیا۔ اور ہاں فرعون جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو چلایا اور کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام میں ایمان لاتا ہوں کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں تو اب ایمان لایا ہے کہ اس سے پہلے برابر ہماری نافرمانی کرتا رہا تو دنیا کے مفسدوں میں سے ایک بڑا ہی مفسد تھا۔ اب تیرا ایمان لانا کسی کام کا نہیں۔ البتہ

Marfat.com

اب ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو سمندر کی موجوں سے بچالیں گے تاکہ آنے والوں کے لئے تیرا وجود قدرت حق کی ایک علامت بن جائے کیونکہ اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے بالکل غافل ہیں۔

آیت اللہ: چنانچہ قرآن حکیم کا یہ بیان جو ایک طویل مدت تک غور و فکر کا مرکز ہے۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں واضح طور پر دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ جب مصر میں قدیم بادشاہوں کی حنوط شدہ لاشیں برآمد ہونا شروع ہوئیں۔ تو ان میں سے ایک لاش فرعون مذکور کی بھی نکل آئی جو علمائے مصر و دیگر محققین کی نگاہ میں بالتحقیق صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ یہ اس فرعون ہی کی لاش ہے. جسے قدرت الٰہی نے اولادِ آدم کے لئے نمونہ عبرت بنا دیا ہے۔

قیام: بنی اسرائیل نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دورِ وزارت خوراک سے لے کر موسیٰ علیہ السلام کے عہد رسالت تک کتنے سو برس مصر میں قیام کیا اور اس عرصہ میں بنی اسرائیل کا سلسلہ نسل کہاں تک پھیلا؟ اس سے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ جو سب کے سب تورات سے ہی لئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بیان یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں چار سو برس رہے اور اس مدت میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ یہ بات صریحاً غلط ہے اگرچہ تورات کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ تاہم انہی سے غور و فکر کے بعد صحیح بات بھی نکل ہی آتی ہے۔ کہ اصل میں بنی اسرائیل نے مصر میں دو سو سترہ برس تک قیام کیا ہے اس کی تفصیل از روئے کتب یہود کے یوں ہیں کہ جب قاہاث اپنے دادا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں آئے تو ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی۔ عمران کی عمر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی برس کی تھی ۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے ہیں اسی برس کے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس حساب سے مصر میں بنی اسرائیل جب وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ واپس گئے دو سو سترہ برس رہے۔

Marfat.com

ع دروغ گورا حافظہ نباشد۔

تورات کے متضاد بیانات سے بالکل واضح ہے کہ جو بات اسرائیلیوں کے جی میں آئی اسے الہام سے منسوب کر کے تحریر کر دی۔ یہی سبب ہے کہ تورات کے بیان میں تضاد ہر قدم پر عیاں ہے جس نے ان کے جھوٹ کے قلعی بالکل کھول دی۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی تعداد کا ذکر بھی اسی طرح کا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا بیان ہے۔

داستان بنی اسرائیل: غرقابی فرعون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لئے وادی سینا کی آزاد فضاؤں میں آ کر مقیم ہوئے۔ لیکن وہ قوم جس کے مزاج میں بوئے غلامی صدیوں سے رچی بسی ہوئی ہو وہ حریت کی قدر و قیمت تو کیا اس نعمت کے حصول کے لئے بھی کسی زحمت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کی آزادی اور سلامتی کے لئے علم حق بلند کیا اور فرعون سے اعلانیہ مخالفت مول لی تو بنی اسرائیل بہت جز بز ہوئے۔ تورات میں ہے۔ ''اور جب فرعون نزدیک ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے آنکھیں اوپر کیں۔ اور مصریوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھا وہ شدت سے ڈرے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہم کو بیاباں میں مرنے کی طرف لایا ہے۔ تو نے ہم سے یہ کیا معاملہ کیا ہم کو مصر سے نکال لایا۔ کیا یہ وہی بات نہیں جو ہم نے تمہیں مصر میں کہی تھی کہ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ تا کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیاباں میں مرنے سے بہتر ہے۔'' (خروج ۱۴۔۱۲۔۱۰) مصریوں کی غلامی سے نجات پا کر بجائے اس کے یہ لوگ شکر خداوندی بجالاتے۔ اب قدم قدم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایات کرتے اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے۔ کبھی کہتے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم ہمیں کہاں اٹھا لائے جہاں کھانے کو ملتا ہے نہ کچھ پینے کو۔ ہمیں تو اس حال سے مصریوں کی غلامی ہی بہتر تھی۔ تورات میں ہے'' ساری جماعت بنی اسرائیل کی اس بیاباں میں موسیٰ اور ہارون پر جھنجلاتی۔ اور بنی اسرائیل نے کہا کہ کاش ہم خدا کے ہاتھ زمین

Marfat.com

مصر میں جس وقت کہ ہم گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور روٹی من بھر کر کھاتے تھے مارے جاتے۔ کیونکہ تم ہم کو اس بیاباں میں نکال لائے ہو۔ کہ سارے مجمع کو بھوک سے ہلاک کرو۔ (خروج ۱۶، ۳-۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شکایت کو عرض کیا چنانچہ مبداء فیاض نے ان کی بھوک پیاس کا اس طور انتظام کیا کہ بنی اسرائیل کو سفید یا زرد رنگ کے دانے جو دھنئے کے دانے جتنے ہوتے تھے زمین پر منتشر ملنے لگے۔ یہ اسے جمع کرتے۔ پیستے اور اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے۔ یہ من کہلائے پھر جب منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے گوشت کو جی چاہا۔ تو پھر منہ بسور کر بیٹھ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا چنانچہ قدرت الٰہی نے سلویٰ کو نازل کیا۔ یہ ایک قسم کے پرندے تھے جو دریا کی جانب سے آتے تھے۔ بنی اسرائیل ان سے گوشت حاصل کرتے۔ پانی کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے یوں پورا کیا کہ دامن کوہ سے بارہ چشمے نکل آئے۔

کفران نعمت: مصر کی غلامی سے نجات پانے کا سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے اور کچھ دیر گوشۂ تنہائی پکڑنے کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے گئے اور تین ماہ تک وہاں قیام کیا تو اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو بھلا کر پھر سرکشی اختیار کر لی۔ اور انہوں نے ایک گائے کو جسے سامری نے تیار کیا۔ اپنا نجات دہندہ سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا۔ سامری سے متعلق کوئی حتمی رائے قائم نہیں ہو سکی کہ وہ کون تھا؟ بنی اسرائیل سے تھا یا کسی اور قوم سے بہر کیف اتنا یقینی ہے کہ اس کا اصل نام حور تھا اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا۔ لیکن آپ کی عدم موجودگی میں وہ پھر گمراہ ہو گیا۔ اور نہ صرف خود سیدھی راہ سے بھٹکا۔ بلکہ اپنے ساتھ تمام قوم اسرائیل کو بھی لے مرا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو جانشین بنا گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ سامری کو بطور معاون مقرر کر دیا تھا۔

جناب ہارون: حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبی تھے۔ مگر ایک نبی کی ذات سے یہ قطعاً بعید ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے معبود بنائے۔ اور پھر اس کی پرستش کی قوم کو ترغیب دے۔

Marfat.com

-ن تورات میں یہ الزام آپ ہی کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اترنے کو دیر کرتا ہے تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوئے اور ان سے کہا کہ اٹھ ہمارے لئے معبود بنا کر ہمارے آگے چلو۔ کیونکہ یہ مرد موسیٰ علیہ السلام جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ ہم اسے نہیں جانتے کہ کیا ہوا۔ ہارون نے کہا کہ زیور سونے کے جو تمہاری بیویوں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کر ہارون کے پاس لائے۔ اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور ایک بچھڑا۔ ڈھال کر اس کی صورت حکا کے ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا۔ کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی۔ اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے۔ اور وہ صبح کو اٹھے۔ اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ اور سلامتی کی قربانیاں گزرائیں۔ اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے۔ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو انہوں نے ہارون سے کہا۔ کہ تمہارے ساتھ قوم نے کیا کیا تھا کہ تم سب اتنا بڑا گناہ کرنے لگے۔ ہارون نے کہا کہ میرے سردار مجھ پر ناراض مت ہو آپ کو تو معلوم ہے کہ اس قوم کو شر سے کیسی دلچسپی ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ ہمارے لئے ایک خدا بنا دیجئے۔ جو ہمارا پیشوا بنے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر جو ہمیں مصر لایا تھا۔ کیا مصیبت آئی میں نے اس لوگوں سے کہا کہ تم میں سے جس کے پاس سونا ہو وہ میرے پاس لے آئے۔ میں نے اس سونے کو آگ میں ڈال دیا۔ اور اس سے ان کے لئے یہ بچھڑا نکل آیا۔" تورات کے اس بیان نے تو ماقبل کے مضامین کو بھی مات کر دیا۔

قرآن حکیم اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ **فکذلک القی السامری فاخرج لهم عجلا جسد له خوار فقالو هذالهکم واله موسیٰ فنسی افلا یرون الا یرجع الیهم قولا ولا یملک لهم ضراً ولا نفعا ولقد لهم هرون من**

Marfat.com

قبل یاقوم انما فتنتم به. وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی واطیعوامری قالو لن نبرح علیه عکفین حتیٰ یرجع الینا موسٰی قالو یھٰرون مامنعک اذرٰ یتھم ضلّوالا تتبعین انعصیت امری قال یانبو م لاتاخذ بتحیتی ولا براسی انّی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی .

"چنانچہ اس طرح جب سونا فراہم ہوگیا تو سامری نے اسے آگ میں ڈالا اور ان کے لئے ایک بچھڑا بنا دیا۔ محض ایک بے جان جسم جس کے آگے سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ یہ دیکھ کر بول اٹھے یہ موسیٰ علیہ السلام کا اور ہمارا خدا ہے۔ لیکن وہ بھول میں پڑ گیا۔ افسوس! کیا انہیں یہ بات بھی دکھائی نہ دی۔ کہ بچھڑا (جو آواز تو رکھتا ہے لیکن) ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نہ انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔ اور ہارون نے انہیں جتا دیا تھا کہ بھائیو! اس کے سوا یہ کچھ نہیں کہ تمہاری استقامت کا امتحان ہو رہا ہے۔ تمہارا رب تو وہی رحمٰن ہے۔ دیکھو میری پیروی کرو۔ اور میرے کہنے سے باہر مت چلو۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس نہ آجائے ہم اس پرستش پر جمے ہی رہیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے ہارون جب تو نے دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو کیا بات پیش آئی کہ تو نے انہیں روکا نہیں۔ کیا تو نے پسند کیا کہ میرے حکم سے باہر ہو جائے۔ ہارون نے کہا۔ اے میرے عزیز بھائی میری داڑھی اور سر کے بال مت نوچ مجھے ڈر تھا کہ تم کہیں یہ نہ کہو کہ تو نے بنی اسرائیل کے فرقے بنا دیئے اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

جناب ہارون علیہ السلام نے اپنی برآت میں پھر کہا۔ کہ میں نے ان کو سختی سے جو نہیں روکا اس کا ایک سبب یہ تھا کہ کوئی بات مانتا اور کوئی نہ مانتا۔ اور اس طرح یہ لوگ فرقوں میں تقسیم ہو جاتے۔ دوسری وجہ یہ کہ **یا ابن ام ان القوم اسیضعفونی و کادوا یقتلو ننیٔ.** اے میری ماں کے بیٹے یہ قوم مجھے کمزور سمجھتی تھی اور مجھے قتل کئے ڈالتی تھی۔

Marfat.com

قرآن حکیم سے معلوم ہوا کہ بچھڑا سامری نے بنایا تھا۔ سامری مصر کے مندروں کی شعبدہ بازیوں اور کرامتوں سے واقف تھا۔ رئیس المفسرین مفتی مکہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس نے اس بچھڑے کے خالی پیٹ میں کوئی ایسی کل یا پرزہ بنادیا کہ جس سے ہوا کے نفوذ وخروج سے آواز پیدا ہو جاتی تھی۔

ضلالت سامری: واقعہ کی تفتیش کے بعد جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے استفسار کیا۔ اے سامری تجھے کیا ضرورت پیش آئی۔ اس نے کہا۔ کیا کہوں؟ میرے جی میں ہی کچھ ایسی بات آ گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اچھا اگر ایسا ہے تو جا زندگی میں تیرے لئے ہونا ہے کہ تو کہے کہ میں اچھوت ہوں۔ اور ہاں دیکھ جس کی پوجا پاٹھ پر تو جما بیٹھا تھا۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے اور اس کی راکھ سمندر میں اڑا کر بہا دی جائے گی۔ سامری سے متعلق مورخین کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان چلا آیا۔ اور اچھوت قوم اس کی نسل سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل کو پھر سے توبہ کرائی۔ اور ان کے دل، و دماغ سے گائے کی پرستش کا تصور نکالنے کے لئے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ''لیکن خوئے بدرا بہانہ بسیار کے مصداق'' وہ بات بات پر حجت کرتے کبھی کہتے گائے کیسی ہو۔ بوڑھی کہ جوان نوعمر ہو کہ بچہ۔ کبھی کہتے اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کی جسامت کتنی ہو؟ غرض ایک طول وطویل اتمام حجت کے بعد وہ گائے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے اور گائے ذبح کی گئی۔

سلطنت یہود کے اسباب عروج وزوال: کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو وارث تخت وتاج بنایا جائے گا۔ چنانچہ اب وہ وقت آ پہنچا تھا۔ عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے انہیں مٹانا چاہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ آدمی اطراف شام میں معلومات لانے کے لئے روانہ کئے۔ جب وہ لوٹ کر آئے اور آ کر عمالقہ کے ڈیل ڈول قد وقامت اور طاقت وجسامت کا حال بیان کیا تو بنی اسرائیل ڈر گئے۔ اور نبی سے اس

Marfat.com

بات کا صاف انکار کر دیا کہ ہم جہاد نہیں لڑیں گے۔ اور کہنے لگے اے موسیٰؑ جا تو اور تیرا رب دونوں مل کر دشمنوں سے لڑ لو۔ جب کامیابی ہو جائے تو ہمیں پکار لینا۔ بنی اسرائیل کے ان کفر آلود الفاظ سے موسیٰ ملول ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے رب میری قوم میرے اختیار میں نہیں۔ البتہ میری جان، اور میرا بھائی تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ حکم ہوا۔ اے موسیٰ علیہ السلام تو افسوس نہ کر۔ ہم نے ان چالیس برس کے لئے وادی مقدس میں داخل ہونا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ اس ناشکر گزار قوم کے لوگ مذکورہ عرصے تک اردن و فلسطین کے درمیان جنگلوں میں مارے مارے پھرا کئے اور حضرت موسیٰؑ ان کے پیچھے پیچھے! وہ کبھی من وسلویٰ طلب کرتے کبھی زمین کی پیداوار مانگتے، کبھی کہتے ہم پیاسے مر گئے کبھی کہتے ہم ان جنگلوں میں ویران ہو گئے۔ غرض بنی اسرائیل نے قدم قدم پر کفران نعمت کیا۔

ہارون کا انتقال: عمالقہ بہت قریب تھے کہ حملہ کرتے۔ حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون۔ یوشعؑ اور کاتب کے ساتھ عمالقہ کے مقابلے کو اٹھے اور بحکم خدا آپ کے مومنوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ادھر منکرینِ جہاد بیابانوں میں بھٹکتے پھرتے۔ مر کھپ گئے البتہ قدرت الٰہی نے چند مومنین اکرام اور ان کی نسل کو محفوظ کر لیا۔ اس دوران میں جناب ہارون علیہ السلام خروج مصر کے چالیسویں برس راہی ملک بقا ہوئے۔ پھر فریضۂ نبوت کے ادا ہونے کے بعد ایک سو بیس برس کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لئے گئے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یوشعؑ نون ابن افراہیم ابن یوسف علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کلثم یا مریم جناب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد سات برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب اور وصی رہے۔ اس کے بعد نبی ہوئے اور حکم ہوا کہ اے یوشع اب جنگل سے کہ جس میں بنی اسرائیل چالیس برس سے بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ انہیں نکالو اور جہاد کر کے جبارین

Marfat.com

عمالقہ سے ملک شام لے لو۔ اور اس کے بعد مصر کی طرف بڑھو۔ چنانچہ یوشع ابن نون نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس جہاد میں آپ کے ہاتھ سے اکیس بادشاہ قتل ہوئے اور ملک شام پر بنی اسرائیل کا تسلط قائم ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگیا۔ کہ اس نے بنی اسرائیل کو ملک وملت کا مالک بنادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کی زمام نظم ونسق حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں لی اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے اردن، فلسطین اور غور میں چلے آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے اکتیس برس تک بنی اسرائیل دین موسیٰ علیہ السلام پر قائم رہے۔ پھر حضرت یوشع کے انتقال کے بعد فیحناس العزر بن ہارون نے بنی اسرائیل کا انتظام وانصرام سنبھالا۔ اور پچیس برس تک استقلال واستقامت کے ساتھ انہیں شریعت موسوی کا پابند بنائے رکھا۔ نیز لکھا ہے کہ تورات بھی انہی کے پاس تھی۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو بنی اسرائیل دین سے پھر گئے۔ اور کفر اختیار کرلیا۔ اور کھلم کھلا بت پرستی کرنے لگے۔

بنی اسرائیل، وفات موسوی سے لے کر حضرت طالوت کی حکومت کے عہد تک کہ ان کے سب سے پہلے بادشاہ تھے۔ سات مرتبہ مرتد ہوئے۔ پہلی مرتبہ آٹھ برس تک مرتد رہے۔ دوسری بار اٹھارہ سال تک۔ تیسری دفعہ بیس برس تک۔ چوتھی مرتبہ سات سال۔ پانچویں بار تین برس۔ اور اکثر اس سے بھی زیادہ عرصے تک چھٹی مرتبہ اٹھارہ سال اور ساتویں بار چالیس برس تک مرتد وکافر اور بت پرست رہے۔ ایسے عالم میں اور اتنی طویل مدت میں اور پھر ایک چھوٹے سے شہر میں جس کا راستہ تین دن میں طے ہو۔ اور ان کی کتاب اور ان کے دین کا ماننے والا بھی ان کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ بھلا کون سی کتاب ہے جو محفوظ رہ سکتی ہے۔

حضرت طالوت بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ تھے۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر آتا ہے۔ بنی اسرائیل نے ان کو قتل کردیا۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام ناظم الامور ہوئے

Marfat.com

جن کی بادشاہت چالیس برس تک قائم رہی۔ داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے اور نبی ہوئے۔ ان کی حکومت بھی چالیس برس تک رہی۔ اور ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا رجعام بن سلیمان بادشاہ بنا جس کی بادشاہت سترہ برس تک قائم رہی۔ رجعام نے باپ کا دین ترک کر کے اعلانیہ بت پرستی اختیار کر لی۔ اس کی دیکھا دیکھی پر عوام بھی کافر و بت پرست ہو گئے۔ اسی کے زمانہ میں فرعون مصر نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا چنانچہ وہ غالب آیا۔ اور اس نے تلوار کے زور سے بیت المقدس کو لے لیا۔ رجعام بھاگ نکلا۔ فرعون مصر نے شہر، محل اور ہیکل کو خوب لوٹا۔ اور اس میں جو کچھ تھا اسے لے کر مصر واپس آ گیا۔ رجعام کفر ہی کی حالت میں مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابیاس بادشاہ بنا۔ یہ بھی اپنے باپ ہی کے نقشِ قدم پر چلا۔ اور اس نے بت پرستی کو خوب فروغ دیا۔ اس کی سلطنت چھ برس تک رہی۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اسا بن ابیا بادشاہ بنا۔ یہ ایک مومن اور موحد شخص تھا۔ اس نے تمام بت خانے ڈھا دیئے اور ایمان و یقین کی دولت سے عوام کو مالا مال کرنے کی سعی کی۔ اس نے مسلسل اکتالیس برس تک حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد زمام حکومت اس کے بیٹے یہوشافاط کے ہاتھ میں آئی اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ایماندار تھا۔ اس نے پچیس برس تک حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یہورام حکمران ہوا۔ یہ بے ایمان تھا۔ اور اسی حالت میں آٹھ برس حکومت کر کے اس دنیا سے چلا گیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اخزیا بادشاہ کہلایا۔ یہ بھی کفر و ضلالت ہی پر رہا۔ اور اس نے بت پرستی کو خوب ترقی دی۔ یہ صرف ایک برس ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کی جگہ عتلیاہ بنتِ عمری والی سلطنت ہوئی۔ اور یہ سب سے زیادہ بت پرست واقع ہوئی۔ اور بدترین عورت تھی اس نے حکم دیا کہ وہ عورت جو زنا کا ارادہ کرے اسے کوئی روک ٹوک نہ کی جائے۔ اس عورت نے سات برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد وہ بھی قتل کر دی گئی۔ اس کے بعد اس کا پوتا یواش

Marfat.com

ابن احزیا تخت نشین ہوا۔ وہ بھی کافر اور بت پرست رہا۔ اسی نے حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا۔ اس نے برابر چالیس برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے امصیا ہونے حکومت کی۔ یہ بھی کافر و بت پرست تھا۔ اس نے انتیس برس تک حکومت کی۔ اور پھر قتل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عزیا ہو بادشاہ بنا۔ یہ بھی کافر و بت پرست رہا اور اس کی رعایا بھی اس کے حال پہ قائم رہی۔ وہ باون برس حکومت کر کے مر گیا۔ عاموص ذاؤدی نبی اس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یوثام بادشاہ بنا۔ معلوم نہیں یہ کس حال میں رہا۔ اس نے پچیس برس حکومت کی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا احاز تخت پر بیٹھا۔ اس نے سولہ برس تک حکومت کی اور یہ بھی مرتے دم تک کافر و بت پرست رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حزقیا بادشاہ ہوا۔ یہ مومن و موحد تھا۔ اس نے تمام بت خانے مسمار کر دیئے اور خلق خدا کو توحید کی تعلیم دی۔ نیز بت خانے کے تمام پجاریوں کو قتل کر دیا۔ اس کے انتقال تک رعایا بھی ایمان پر قائم رہی۔ اس کی بادشاہت کے ساتویں برس بنی اسرائیل کے دس اسباط کی سلطنت ختم ہو گئی۔ اور ان پر بادشاہ موصل سلیمان الاعسر نے غلبا پالیا۔ اس نے ان کو آمد اور جزیرہ کی طرف منتقل کر دیا۔ جہاں یہ لوگ مذہب وسامری کے پیروکار ہو گئے۔

حزقیا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منشا حکمران ہوا۔ اس نے بت خانے تعمیر کرائے اور شعیا نبی کو سر سے نیچے تک آرے سے چیر ڈالا۔ جب منشا مر گیا تو اس کا بیٹا آمون تخت پر بیٹھا۔ یہ بھی مرتے دم تک کافر و بت پرست رہا۔ اس کی حکومت صرف دو برس رہی۔ پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا یوشیا بادشاہ بنا۔ یہ ایمان دار تھا۔ اس نے حکومت سنبھالتے ہی تمام صلیبیں توڑ دیں۔ اور انہیں جلا ڈالا۔ تمام قربان گاہوں کو جڑ سے کھدوا دیا۔ اور ان کے پجاریوں کو قتل کر دیا۔ اور اپنے قتل ہونے تک ایمان دار رہا۔ یوشیا کو فرعون مصر نے قتل کیا۔ اس کے بعد یہویا جوز اسکا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ وہ نہایت بت پرست واقع ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے تورات کاہن ہارونی سے لے کر پراگندہ کر دی۔ اور اپنی رعایا کو

Marfat.com

بت پرستی کی ترغیب دی۔اس کی حکومت صرف تین مہینے رہی کہ فرعون مصر نے اسے گرفتار کر لیا۔اس کے بعد اس کا بھائی یہویاقیم بن یوشامسند نشین ہوا۔اس نے بھی تمام قلمرو میں بت خانے تعمیر کروائے اور تورات کا ہن ہارونی سے لے کر نذر آتش کردی اور اس کا نشان تک باقی نہ رکھا۔اس کی حکومت گیارہ برس رہی۔اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یہویاکین بادشاہ بنا۔یہ بھی شدید بت پرست و کافر رہا۔اس کی حکومت بھی صرف تین مہینے رہی۔اسے بخت نصر نے گرفتار کیا۔اس کی گرفتاری کے بعد اس کا چچا متنیا بن یوشیا والی ہوا۔اور صدقیا لقب اختیار کیا۔اسے بھی بخت نصر نے گرفتار کر لیا۔بیت المقدس اور شہر کو ڈھا دیا اور تمام بنی اسرائیل کو پکڑ کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔صدقیا نے گیارہ سال حکومت کی۔یہ بنی اسرائیل و بنی سلیمان دونوں کا آخری بادشاہ تھا۔

جیسا کہ ہم پچھلے اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل منتشر ہو گئے۔اعادہ کے طور پر یہ بات نظر کے سامنے رکھئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے بارہ خاندان جنہیں اسباط کہا جاتا ہے۔دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ایک تو وہ جو اولاد یہودا اور بنیامین کا گروہ تھا۔وہ بیت المقدس میں بنی سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔بقیہ دس اسباط اپنے خاندان کے ایک بادشاہ کی سلطنت میں شریک ہو گئے جو بیت المقدس سے اٹھارہ میل کے ایک فاصلہ پر نابلس میں رہتا تھا۔

دس اسباط کے بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ یربعام بن ناباط الافرائی اب یوسفؑ تھا۔جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا والی مقرر ہوا۔اس نے اپنے عہد سلطنت میں سونے کے دو بچھڑے بنائے اور کہا یہی دونوں تمہارے خدا ہیں جنہوں نے تمہیں مصر کے ہاتھوں سے رہائی دلائی۔نیز اس نے دو قربان گاہیں بنائیں اور ان پر دو مجاور بٹھائے۔یہ شخص بیس برس تک بادشاہی کر کے مر گیا۔اس کے بعد اس کا بت پرست بیٹا ناداب ابن یربعام حکمران ہوا۔لیکن دو ہی برس حکومت کرنے پایا تھا کہ اسے اور

Marfat.com

اس کے تمام خاندان کے لوگوں کو بنی یساکر کے ایک شخص بعشا بن ایلا نے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ یہ پرلے درجے کا بت پرست اور کافر تھا۔ اس نے چوبیس برس تک حکومت کی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ایلا بن بعشا تخت نشین ہوا۔ یہ دو برس حکمران رہا۔ اسے زمری نامی اس کے لشکر کے ایک سردار نے کنبہ سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ زمری محض سات دن بادشاہ رہا کہ یہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے گھر کے لوگ نذر آتش ہو گئے۔

اب حکومت دو شخصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک متنبی ابن جینہ تھا اور دوسرا عمری تھا یہ دونوں بھی کفر و بت پرستی کے حال میں بارہ برس تک رہے۔ پھر متنبی فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد عمری سلطنت کا اکیلا ایک مالک رہ گیا۔ اس نے آٹھ برس تک حکومت کی اور مر گیا۔ عمری کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا احاب ابن عمری بادشاہ بنا جو گیارہ برس تک انتہائی کفر و شرک اور بت پرستی کے عالم میں حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے عہد میں حضرت الیاس علیہ السلام اس سے اور اس کی بیوی دختر بادشاہ صیدا سے ڈر کے مارے جنگلوں میں بھاگتے پھرتے رہے۔ یہ دونوں میاں بیوی آپ کو قتل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بت پرست و مشرک بیٹا اخزیا بن احاب تین سال تک حکمران رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی یہورام ابن احاب حکمران بنا۔ یہ بھی کافر تھا اور گیارہ برس تک حکومت کرتا رہا۔ اسی کے زمانے میں الیسع علیہ السلام نبی ہوئے۔ یہ اور اس کا تمام کنبہ قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد منشا خاندان سے یاہو بن منشی مسند نشین ہوا۔ ہر چند یہ کفر میں سخت نہیں تھا۔ اس نے وہ قربان گاہیں جو بتوں کے نام سے تعمیر کروائیں، مہندم کر دیں۔ اور مجاوروں کو قتل کر دیا۔ تاہم اس نے بت پرستی کا استیصال نہیں کیا۔ اس نے اٹھائیس برس تک حکومت کی اور اسی حال میں فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا یہویاحاز ابن یاہو نے سترہ برس حکومت کی۔ اور اس نے پھر سے بت خانے تعمیر کروائے۔ اس کے مرنے کے بعد پھر اس کا بیٹا یواش حکمران ہوا۔ جس نے سولہ

Marfat.com

برس تک حکومت کی۔ وہ سخت بت پرست تھا اس نے بیت المقدس میں جنگ کی اور ہیکل کو
خوب لوٹا۔ جب مر گیا تو اس کا بیٹا یاربعام پینتالیس برس تک حکمران رہا۔ اور اپنے باپ ہی
کی طرح سخت بت پرست تھا۔ اور اس نے بھی بیت المقدس میں جنگ کی۔ داؤدی بادشاہ
جواس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا اس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ پھر جب یہ مر گیا تو اس کا بیٹا زخریا ابن
یاربعام چھ مہینے تک بحالت کفر حکمران رہا۔ جب یہ اور اس کا تمام کنبہ قتل کر دیا گیا تو نفتالی
خاندان کا ایک شخص شلوم بن ناس تخت نشین ہوا۔ لیکن یہ بھی ایک ہی ماہ حکومت کرنے پایا
تھا کہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے بعد یساخر خاندان کا میاحیم بن تارا نامی ایک
شخص بادشاہ بنا۔ وہ بھی کافر و بت پرست تھا۔ اس نے بیس برس تک بادشاہت کی اور مر
گیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محیا بن خیم بادشاہ ہوا جو بحالت کفر و شرک دو برس
حکومت کر کے اپنے تمام اہل و اعیال سمیت قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد خاندان دانی سے
ناحج بن نلیا نامی ایک شخص بادشاہ بنا۔ اس نے اٹھائیس برس تک حکومت کی اور بت پرستی کو
خوب ترقی دی۔ جب یہ بھی مع اہل و عیال قتل ہو گیا تو جادا خاندان کا ہوسیع ابن ایلا کافر و
بت پرست شخص حکمران ہوا۔ اس نے سات برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد بادشاہ
موصل سلیمان الاعسر نے جب اسے گرفتار کیا۔ اور بنی اسرائیل کے نو اسباط اور کچھ حصہ
منشا خاندان کا بھی قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا تو دس اسباط کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ وہ
بچے کچھے لوگ جو آمد و جزیرہ سے بنی اسرائیل کے اوطان میں منتقل کئے گئے تھے۔
تورات کے بالکل ہی منحرف تھے۔ ان کے خیال میں تورات ایک دوسری کتاب تھی جو
یہودوالی تورات کے علاوہ تھی۔

مختصراً یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد اسباط اسرائیل میں دو
اسباط یعنی اولاد بنیامین اور بنی یہودا کی سلطنت چار سو سال کے لگ بھگ عرصہ تک قائم رہی
۔ اس مدت میں بنی سلیمان ابن داؤد علیہ السلام میں انیس بادشاہ ہوئے۔ ان کے علاوہ ایک
عورت بھی حکمران رہی۔ ان میں سے محض پانچ بادشاہ مومن و موحد تھے بقیہ سب کے سب

Marfat.com

شدید کافر اور مشرک و بت پرست تھے۔ یہاں تک کہ بخت نصر نے ان پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو بالکل ختم کر دیا۔ یہ سب لوگ گرفتار ہوئے۔ بیت المقدس ڈھایا گیا۔ اور اس کا نشان تک باقی نہ رکھا۔ اب ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ تورات جو اسی ہیکل میں رہی جسے کئی مرتبہ لوٹا گیا محفوظ رہ سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تورات بیت المقدس کے ویران ہونے کے ستر برس یا اس سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد عزرا الوراق الہارونی نے محض اپنی یادداشت سے کام لے کر لوگوں کو لکھوادی۔ یہودی اپنی کتابوں میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ عزرا نے بیت المقدس آنے کے ایک عرصہ بعد تورات لکھی اور اس کی اصلاح کی نیز یہودیوں نے اقرار کیا ہے کہ عزرا نے تورات کو لوگوں کے پاس ایسی حالت میں پایا کہ اس میں بہت کچھ ردوبدل ہو چکا تھا۔ غرض اسی وقت سے تورات کی اشاعت ہوئی اور اسے نقل کیا گیا۔ ہرچند اس کی اصلاح کی گئی۔ لیکن اس کے باوجود اس میں خرابی وخلل تھا۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پڑتی رہی۔

تورات کی اشاعت کے بعد شاہ بطلیموس کے لئے جو قوم کے ستر شیوخ نے ترجمہ کیا وہ اس تورات کے برعکس ہے جو عزرا الوراق نے ان کے لئے تحریر کی۔ علامہ ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے کہ یوشع کی کتاب میں تو اس امر کے قطعی دلائل پائے جاتے ہیں کہ یہ کتاب یقیناً ایک تاریخ ہے جسے بعض متاخرین یہود نے تالیف کیا اور یوشع نے اسے ہرگز تحریر نہیں کیا۔ اس بات کا ثبوت کہ یہ حضرت یوشع کی تحریر نہیں خود اس میں ایک نص ہے جو قطعاً خلاف عقل ہے۔ کہ یوشع اس بات کی اطلاع دیں کہ سلیمان ابن داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا کیونکہ حضرت سلیمان کی پیدائش حضرت یوشع کے کئی سو برس بعد ہوئی ہے۔

<u>**معجزات موسیٰ ؑ پر ایک نظر:**</u> تورات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے غلاموں کے سامنے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ پھر فرعون نے جادوگروں کو

Marfat.com

بلایا۔ انہوں نے بھی ایسا کر دکھایا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان سے بازی لے گیا۔

پھر بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر عصا اٹھالیا اور اسے نہر کے پانی میں مارا جو فرعون اور اس کے غلاموں کے آگے جاری تھا۔ وہ پانی خون بن گیا اور اس کی تمام مچھلیاں مر گئیں۔ اور نہر سڑ گئی۔ مصریوں کو اس کا پانی پینے کی گنجائش نہ رہی۔ تمام ملک مصر میں پانی خون بن گیا۔ پھر مصر کے ساحروں نے بھی ایسا کر دکھایا۔

اس کے بعد لکھا ہے۔ ہارون نے مصر کے ہر پانی پر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس سے مینڈک نکلے۔ اور تمام ملک مصر پر چھا گئے۔ جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا اور وہ بھی سرزمین پر مینڈکوں کو لے آئے۔

پھر لکھا ہے، ہارون نے اپنا ہاتھ عصا پر ڈالا اور اسے زمین کی گرد پر مارا۔ اس سے تمام آدمیوں اور جانوروں میں مچھر پیدا ہو گئے۔ اور تمام ملک کا گرد و غبار مچھر بن گیا۔ ساحروں نے بھی چاہا کہ وہ مچھر پیدا کر کے دکھائیں۔ لیکن اس مرتبہ وہ اس کام پر قادر نہ ہو سکے۔

معجزہ سے مراد اس عمل کے لئے جاتے ہیں جس کا جواب غیر ممکن ہو۔ لیکن مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تورات کے مصنف نے معجزہ کا نہ صرف جواب ممکن ہونا پیش کیا ہے۔ بلکہ اسے جادو کے برابر ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ افسانے تراشنے میں جو اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی قطعی آشکار ہو گئی کہ وہ موجودہ تورات ہرگز کتابِ موسیٰ نہیں بلکہ وہ حماس نام کے ایک شخص کی من گھڑت باتوں کا ایک مجموعہ ہے۔

اول تو ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ اگر ساحر، نبی کے مقابلہ میں وہی شے پیش کر سکتا ہے جو نبی لاتا ہے تو ساحر اور نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

دوم یہ کہ معجزات موسیٰ علیہ السلام کے باب میں جو افسانہ تراشی کی گئی ہے اس میں اگر کہنے سننے کی کوئی گنجائش ہے تو وہ قطعاً معجزات نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ پہلا اعتراض تو یہ ہے

Marfat.com

کہ اگر سرزمینِ مصر کا تمام پانی خون بن گیا تو وہ کون سا پانی باقی رہا جسے جادوگروں نے خون بنایا۔ دوسرا اعتراض یہ کہ اگر تمام ملک کا پانی خون بن گیا ہوگا تو لوگ زندہ کیسے رہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ان اعتراضات کا یہودیوں کے پاس کوئی جواب نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ کتاب جسے یہ لوگ تورات سمجھے بیٹھے ہیں ہرگز وہی تورات نہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

مضامین تورات سے متعلق یہ حتمی ہے کہ ان میں کمی بیشی ایک مدت سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ بنا بریں اگر آج یہودیوں نے مذکورہ بالا بیان کو تورات سے نکال دیا ہے۔ تو بات پھر بھی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ہر چند یہود نے دھوکہ دینے کی سعی کی ہے۔ لیکن تورات کے نسخوں میں اس بیان کے مرقوم ہونے کے سبب انہیں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔

مذہب یہود: ابتداء میں یہودیوں کے پانچ فرقے تھے۔

(۱) سامریہ: ان کے خیال کے مطابق شہر قدس۔ بیت المقدس سے اٹھارہ میل پر ہے یہ لوگ اس سے باہر نکلنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ نیز بیت المقدس کی حرمت کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور اس کا احترام بھی نہیں کرتے۔ یہ لوگ ملک شام میں رہتے ہیں۔

سامریہ کے لوگ حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء آئے ان میں سے کسی کو نہیں مانتے۔ شمعون۔ داؤد۔ سلیمان۔ اشعیا۔ الیاس۔ الیسع۔ عاموص۔ حبقوق۔ اور زکریا وغیرہ اہم انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے ہیں۔ اور قطعاً ان کی بعثت کا اقرار نہیں کرتے۔

(۲) صدوقیہ: یہ فرقہ صدوق نام ایک یہودی بادشاہ سے منسوب ہے۔ تمام یہودیوں میں یہی وہ لوگ ہیں جو عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ لوگ ساکنانِ یمن ہیں۔

(۳) عنانیہ: یہ فرقہ عانان یہودی کے نام پر مشہور ہوا۔ انہیں یہود عراق و مس بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ احبار کے اقوال سے بیزار ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۴) ربانیہ: یہ لوگ احبار کے مذہب کو مانتے ہیں اور ان کے اقوال کو مانتے ہیں۔ اکثر

Marfat.com

یہی لوگ یہودی کہلاتے ہیں۔

(۵) عیسویہ: یہ فرقہ ابوعیسیٰ اصبہانی کے نام پر قائم ہے یہ لوگ نبوت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اسماعیل اور تمام عرب کی طرف۔

(۶) تورات سامریہ: جو تورات گروہ سامریہ کے پاس ہے وہ اس بات سے بالکل مختلف ہے جو دوسرے یہودیوں کے پاس ہے۔ سامریہ گروہ کا دعویٰ ہے کہ یہی وہ اصل تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ اس کے علاوہ جو دوسروں کے ہاتھ میں تورات ہے وہ یکسر محرف و متبدل ہے۔ اس کے برعکس دیگر فرقوں کے یہود یہ کہتے ہیں کہ تورات سامریہ متغیر و متبدل ہو چکی ہے۔

مضامین کی ایک جھلک: تورات کے شروع میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آدم کو اپنی شکل و شباہت کے مانند بناؤں گا۔

تخلیق آدم کے تذکرے کے بعد پھر ایک نہر کا ذکر کیا ہے جس سے آگے چل کر چار نہریں اور نکلتی ہیں۔ جن سے باغہائے جنت سیراب ہوتے ہیں پھر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنتِ عدن میں رکھا۔ لیکن جب آپ نے اس درخت کا پھل کھالیا کہ جس کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ تو آپ جنت سے نکال دیئے گئے۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ جنت عدن کے مشرقی جانب ایک درخت حیات ہے جس پر فرشتوں کا پہرہ بٹھایا ہوا ہے۔ بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ زندگی کے درخت پر حضرت اسرافیل پہرہ دے رہے ہیں۔

پھر ایک بیان میں آتا ہے کہ جب روئے زمین پر اولاد آدم بکثرت ہو گئی۔ تو خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ آدم کی بیٹیاں بہت خوبصورت ہیں لہٰذا انہوں نے دخترانِ آدم کو اپنی بیویاں بنالیا۔

پسرانِ خدا سے متعلق بعض اسلاف یہود ملائکہ مقربین مراد لیتے ہیں۔ ہمیں اس

Marfat.com

بیان سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات جن کا قرآن حکیم میں کوئی ذکر نہیں ۔ اور نہ ان سے متعلق کوئی سند ملتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں میں راہ پا گئے یا مشہور ہو گئے ۔ دراصل انہیں ہمارے واعظین کی خوش کلامی و رنگین بیانی لے اڑی ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایسے دین فطرت سے ایسے واقعات کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

کذب و افترا: مرتبینِ تورات نے انبیاء علیہم السلام پر جو کذب و افترا باندھے ہیں۔ ان کے دیکھ لینے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یہ تورات جس کے بارے میں یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔ ہرگز موسیٰ علیہ السلام پر نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ کتاب محض انہی لوگوں کی شرارت کا نتیجہ ہے کہ جن کے قلب، ایمان سے خالی تھے۔ اور انہوں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے کلام خدا کو محروف اور متبدل کر دیا ہے۔ مثلاً

نبی پر بہتان: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک روز دوپہر کے وقت آپ خیمہ کے دروازے کے قریب تشریف رکھتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بلوطات ممرا کے نزدیک انہیں تجلی دی۔ ابراہیم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کو اپنے سامنے تین شخص دکھائی دیئے۔ آپ ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور زمین پر سجدہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک اگر میں تجھ سے کوئی نعمت پائی ہوتی تو وہ تیرے بندے سے آگے نہ بڑھتی۔ پھر ان تینوں سے کہا کہ پانی لے کر تم لوگ اپنے پاؤں دھولو۔ اور اس درخت کے نیچے تکیہ لگا لو۔ اور میں تمہارے لئے روٹی کا ٹکڑا لاتا ہوں جس سے تمہارے دل مضبوط ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تم چلے جانا۔ کیونکہ اسی کے لئے تمہارا گزر بندے کے پاس ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم نے جیسا کہا ہے کرو۔ ابراہیم علیہ السلام جلدی سے سارہ کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا تین صاع میدہ گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ایک نرم اور موٹا بچھڑا لے کر غلام کو دیا۔ اور اس کے تیار کرنے کی تاکید کی۔ غرض ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام نے گھی۔ دودھ اور وہ بچھڑا لیا جسے پکا کر تیار کیا گیا تھا۔ اور ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا۔ اور خود ان کے قریب درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ "کھاؤ"۔

اس بیان میں دیکھنے کی پہلی شے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے سامنے جلوہ گر ہوا۔ اور انہوں نے تین شخص دیکھے اور ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سجدہ کیا۔ کیا اس نے نصاریٰ تثلیث کے اثبات میں استدلال نہیں کرتے؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ چیز تثلیث سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر بندے اور خدا کے درمیان جو یہاں گفتگو نقل ہوتی ہے کیا عبودیت کے مطابق ہے۔؟ ہرگز نہیں! یہ صریحاً جھوٹ ہے۔ اور تثلیث کے اثبات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر بہتان لگایا گیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیوں سے متعلق لکھا ہے کہ بڑی بیٹی نے چھوٹی بیٹی سے کہا۔ کوئی شخص اس سرزمین میں ایسا نہیں جو ہمارے پاس عورتوں کی راہ سے آئے۔ آؤ ہم اپنے بوڑھے باپ کو شراب پلائیں اور ان سے نسل حاصل کریں۔ اس رات کو ان دونوں نے آپ کو شراب پلائی۔ بڑی لڑکی آئی اور اپنے والد کے پہلو میں لیٹ گئی۔ جب صبح ہوئی تو بڑی نے چھوٹی سے کہا کل شب میں اپنے والد کے پہلو میں لیٹی تھی۔ آؤ ہم انہیں اس شب کو بھی شراب پلائیں اور تم ان کے پہلو میں لیٹو۔ اور والد سے نسل حاصل کرو۔ لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اپنے والد سے حاملہ ہو گئیں۔ بڑی کے ہاں مواب نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔ کہ آگے چل کر بنی مواب کا مورث اعلیٰ بنا۔ اور چھوٹی کے ہاں ابن عمی پیدا ہوا۔ ابن عمون اسی کے نام پر مشہور ہوئے۔ بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین. اور ہم کیا کہیں؟ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی ذات گرامی پر اتہام ہے۔

ابراہیم کا جھوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق تورات سامریہ میں دو مقام پر آتا ہے کہ سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہِ مصر فرعون نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد ابو مالک بادشاہ خلص نے پکڑ لیا۔ اللہ نے ان دونوں بادشاہوں کو خواب میں کوئی ایسی شے دکھا دی جس سے انہوں نے سارہ کو چھوڑ دیا۔ نیز آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے دونوں

Marfat.com

مرتبہ بادشاہوں سے اپنی زوجہ سارہ سے متعلق یہ کہا کہ وہ میری بہن ہے میرے باپ کی بیٹی ہے۔ لیکن میری ماں کی بیٹی نہیں۔ اس لئے وہ میری زوجہ ہو گئی ہے۔ بعض تورات میں یہودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف یہ صاف طور پر منسوب کر دیا ہے کہ آپ نے اپنی بہن سے نکاح کر لیا۔

محدث ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مذکورہ بالا بیان ایک یہودی اسماعیل بن یوسف کاتب عرف ابن النغراکی کے سامنے رکھا اس نے کہا تورات میں تصریح لفظ اُخت (بہن) ہے۔ عبرانی میں یہ لفظ بہن اور قرابت دار دونوں کے لئے آتا ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ اس لفظ کو قرابتدار کے معنی میں لینے سے اس کا یہ کہنا مانع ہے کہ وہ میری ماں سے نہیں صرف میرے باپ سے ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ آپ نے اخت سے اپنے باپ کی بیٹی ہی مراد لیا۔ یہودی یہ بات سن کر گھبرا گیا۔ اور جواب نہ دے سکا۔

نبوت یعقوب علیہ السلام: تورات میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی نبوت باپ سے دھوکہ کرنے کی بنا پر قائم کی تفصیل یوں ہے کہ ایک روز حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے بیٹے عیسو سے کہا۔ اے میرے بیٹے میں اب ضعیف ہو چکا ہوں۔ مجھے اپنے مرنے کے دن کا علم نہیں لہٰذا تم شکار کے لئے جاؤ اور وہاں سے جو ملے اس کا کھانا تیار کر کے مجھے کھلاؤ۔ اس سے قبل کہ میں اس دنیا سے جاؤں تمہارے لئے دعائے خیر و برکت کرتا جاؤں۔ عیسو و یعقوب علیہ السلام کی والدہ رفقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے دو مینڈھے لا کر ان سے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میرے بھائی عیسو کے بال ہیں۔ اور میرے بدن پر بال نہیں۔ شاید میرے والد نا گواری محسوس کریں اور میں ان کے نزدیک کھلاڑی ثابت ہو جاؤں۔ اور اپنے لئے بددعا حاصل کروں۔ یعقوب علیہ السلام کی والدہ نے کہا تم پر سے بددعا کو دفع کرنا میرا ذمہ۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے وہی کیا جو

Marfat.com

کہا گیا تھا۔ یعقوب کی والدہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے کپڑے یعقوب علیہ السلام کو پہنا دیئے۔ اور مینڈھوں کی کھال ہاتھوں اور گردن پر پہنا دی۔ اور انہیں کھانا دے دیا۔ یعقوب علیہ السلام اسے لے کر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا اے میرے والد میں تمہارا فرزند عیسو ہوں۔ لیجئے میرا شکار حاضر ہے کھایئے۔ اسحاق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو ٹٹولا اور کہا آواز تو یعقوب کی ہے اور ہاتھ عیسو کے ایسے ہیں! پوچھا کہ بتاؤ تم ہی میرے بیٹے عیسو ہو۔ یعقوب نے کہا ہاں میں ہی آپ کا بیٹا عیسو ہوں۔ تب حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی اور کہا۔ اُمتیں تمہاری خدمت کریں اور قبیلے تمہارے آگے جھکیں۔ اور تم اپنے بھائیوں کے سردار بنو۔ اور تمہارے بھائی تمہیں سجدہ کریں۔

جھوٹ پکڑا گیا: تورات میں پھر بیان آتا ہے کہ جب عیسو اسحاق کے پاس شکار لائے تب حضرت اسحاق کو یعقوب سے متعلق واقعہ کا علم ہوا لیکن اس پر یہودیوں نے دروغ بیانی میں بس نہیں کیا۔ لکھا ہے کہ اسحاق نے عیسو سے کہا اب تو میں یعقوب کے متعلق دعا کر چکا ہوں۔ اور بادشاہی دے دی ہے۔ نیز ان کے تمام بھائیوں کو ان کا غلام بنا دیا ہے۔ عیسو نے کہا اے میرے باپ میرے لئے بھی دعا کرو۔ تب اسحاق نے دعا کی اور اپنی دعا میں جو کہا وہ یہ تھا۔ کہ ”خراب زمین تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اوپر سے شبنم گرے گی۔ اپنی تلوار کے بھروسے پر زندگی بسر کرو گے۔ اور اپنے بھائی کے غلام رہو گے۔ لیکن ایسا ہوگا کہ جب تم اسے چھوڑنا چاہو گے تو اس کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے اتار دو گے۔“

حقیقت یہ ہے کہ امتوں نے یعقوب اور یعقوب کے بعد ان کے بیٹوں کی نہ کبھی خدمت کی ہے اور نہ کبھی سر جھکایا ہے اور نہ یعقوب کو یعقوب علیہ السلام کے بھائیوں نے سجدہ کیا ہے بلکہ یہی لوگ (بنی اسرائیل) یعنی اولاد یعقوب ہی ہر دور میں امتوں کی خدمت میں لگے رہے۔ نیز یہ لوگ اپنے دور حکومت میں بھی اور اس کے بعد بھی قبیلوں کے آگے جھکتے رہے۔ حضرت اسحاق کا یہی کہنا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے سردار بنو گے۔ اور تمہیں تمہارے بھائی سجدہ کریں گے۔ ہرگز صحیح نہیں بدیں صورت یا تو

Marfat.com

پیغمبر کی بات غلط ہوتی یا پھر انہی لوگوں کا صریحا جھوٹ ہے جنھوں نے آپ کی ذات سے منسوب کر کے صاف طور پر نبی کی توہین کی ہے۔ پھر مذکورہ بیان کی تردید خود انہی کی تورات سے یوں ہو جاتی ہے۔ کہ یعقوب اپنے چچا زاد بھائی لابان ابن ناحور بن لا مالک کے بیس برس تک خادم اور چرواہے رہے۔

ارتکاب زنا: حضرت یعقوب کے نکاح سے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے ماموں لابان بن شوال کے پاس گئے اور ان سے ان کی بیٹی راحیل کے متعلق کہا۔ کہ میں آپ کی سات برس تک خدمت کروں گا۔ یہ مجھ سے بیاہ دی جائے۔ لابان نے منظور کیا۔ جب مدت معینہ کی خدمت میں تمام ہوئی تو لابان نے اپنی بڑی لڑکی لیاان کے نکاح میں دے دی۔ یعقوب لیا کو دلہن بنا کر لے آئے۔ جب رات گزری اور صبح ہوئی تو آپ نے اپنے ماموں سے شکایت کی کہ میں نے تو آپ سے راحیل مانگی تھی اور آپ نے مجھ لیا کو دے دیا۔ آپ نے مجھ کو دھوکا دیا ہے۔ لابان نے کہا ہمارے ہاں یہ دستور نہیں کہ بڑی لڑکی سے پہلے چھوٹی لڑکی کا بیاہ کر دیا جائے۔ لہٰذا راحیل کو پانے کے لئے تمہیں ابھی سات برس اور خدمت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب سات برس پورے ہو گئے تو آپ کا راحیل سے نکاح کر دیا گیا۔

مقام غور ہے کہ شان بیان کی جا رہی ہے کہ ایک عورت نکاح کے بغیر ایک شب نبی کے پہلو میں رہی۔ اور نبی کو خبر نہ ہوئی۔ خبر ہوئی تو کب؟ جب صبح ہوئی۔ گویا اس لحاظ سے نبی زنا کا مرتکب ہو چکا تھا۔ اور پھر کس عورت سے کہ جس کے بیٹوں میں موسیٰ علیہ السلام۔ ہارون۔ داؤد اور سلیمان علیہم السلام وغیرہ ہم پیغمبر پیدا ہوئے۔

خدا سے کشتی: اس بیان سے آگے چل کر لکھا ہے کہ ایک شخص صبح تک یعقوب علیہ السلام سے کشتی لڑتا رہا۔ جب وہ ہار گیا تو اس نے یعقوب علیہ السلام چڑھے کے جوڑ مارا۔ یعقوب علیہ السلام کے چڑھے کا جوڑ اس کی کشتی میں اکھڑ گیا۔ اس نے یعقوب سے کہا کہ اب مجھے جانے دو صبح ہو گئی ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

Marfat.com

تاوقتیکہ تم میرے حق میں دعائے خیر و برکت نہ کرو۔ اس نے پوچھا تمہارا نام انہوں نے کہا۔ یعقوب! تب اس نے کہا کہ آج سے تم یعقوب علیہ السلام نہیں کہلاؤ گے۔ بلکہ اسرائیل کہلاؤ گے۔ کیونکہ تم خدا سے طاقتور ہو۔

اسی مقام پر اس نے آپ کے لئے دعائے خیر و برکت کی اور یعقوب نے اس مقام کا نام فنیل رکھا۔ اور کہا کہ میں نے خدا کو آمنے سامنے دیکھا اور میں سلامت رہا۔ مقام فنیل سے گزرنے کے بعد آفتاب خوب روشن ہو گیا۔ اور یعقوب اپنے پاؤں سے لنگڑاتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ بنی اسرائیل اب چڑھے کے جوڑ کا پچھلا حصہ نہیں کھاتے۔ ان پر ران کی رگوں کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

حرف آخر: تورات جو اس وقت یہودیوں کے پاس موجود ہے جناب مسیح علیہ السلام سے چار سو چوالیس برس پہلے تحریر ہوئی اور جناب موسیٰ علیہ السلام سے گیارہ سو پچیس برس بعد لکھی گئی ہے۔ جو یروشلم کی کتاب تورات اور عذار کی کتاب تورات دونوں سے ملا کر مرتب ہوئی۔

تورات کے نام سے یہودیوں کے پاس جو کچھ دین کا برائے نام سرمایہ تھا وہ بھی تمام کا تمام بخت نصر کے حملے میں یکسر مٹ گیا۔ اور یہ بات ایک بخت نصر تک ہی ختم پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد بھی ہر زمانے میں ایسے قہرمان۔ ظالم و جابر بادشاہ پیدا ہوتے رہے۔ جن کی تمام تر قوت یہودیت ہی کو دنیا سے نیست و نابود کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

چنانچہ انٹونس نامی ایک یونانی حکمران نے حکم دیا کہ تورات کا ایک ورق بھی جس کسی کے پاس ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس کے بعد رومی حاکم طیطس آتا ہے۔ وہ گیارہ لاکھ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پھر قیصر ہڈسن آتا ہے۔ وہ پانچ لاکھ یہودیوں کو تہ تیغ کر دیتا ہے اور ان کی ایک ایک چیز کو مٹا ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ یروشلم کو گرا کے اس کا نام بھی بدل دیتا ہے۔

Marfat.com

اور ایلسیا رر کھتا ہے۔

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات قطعی واضح ہوگئی ہے کہ موجودہ کتاب تورات ہرگز کتاب موسیٰ علیہ السلام نہیں۔ بلکہ محض اسکا تخیلی ترجمہ ہے۔ اگر یہ کتاب واقعی تورات موسیٰ علیہ السلام ہوتی تو اس میں نہ تو جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کے نام آتے اور نہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور کفن دفن کا اس میں ذکر ہوتا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ایسے بیانات ملتے ہیں جو ہرگز کسی الہامی کتاب کے نہیں ہو سکتے۔

مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور اللہ میاں کے درمیان کشتی ہوئی۔ اللہ میاں ہار گیا۔ اور جناب یعقوب علیہ السلام جیتے گئے۔ ملاحظہ ہو کتاب مقدس برکش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی مطبوعہ (۱۹۳۰) کتاب پیدائش۔

یہودی اپنی کتاب مقدس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اول تورات، دوم نبسیم، سوم کھتوبیم۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت تورات کو دی جاتی ہے کہ اسی کتاب میں یہودیوں کا قانون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی ان کا قانون مل جاتا ہے۔

ربی یہودا ہاسی نے متعدد یہودیوں کی مقدس روائتوں اور تحریروں کو جمع کر کے ان کا انتخاب کیا اور پھر ایک بڑی کتاب قانون تیار کی۔ اس کا نام مشنا رکھا۔ پھر اس کتاب کی تفسیر وتشریح اور تنقید پر ایک کتاب جمارا کے نام سے تیار کی پھر ان دونوں کو ملا کر تالمود تیار کی گئی۔

تالمود دو طرح کی ہے ایک بابل کی۔ دوسری فلسطین کی۔ پھر ان کتابوں میں قانون کے علاوہ چونکہ مراقبے اور فرضی قصے کہانیاں نصیحتیں اور مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ربی موسیٰ علیہ السلام میمو ینڈ نے تالمود سے مقدس قانون کو علیحدہ کر کے مشنا تورات کو چودہ کتابوں میں مرتب کر دیا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بچے کو دودھ پلاؤ۔ اور جب اس کے متعلق خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال

Marfat.com

دو۔ نہ ڈرنا۔ نہ غم کھانا۔ ہم اسے تیری طرف واپس لے آئیں گے۔ اور اسے برگزیدہ رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ سو وہ اسے دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعون کے لوگوں نے اسے محسوس بھی نہ کیا۔

پس فرعون کے لوگوں نے اسے لیا تا کہ وہ ان کے لئے دشمن اور موجب غم وآلام ہو۔ فرعون اور ہامان اور ان کے لاؤ لشکر بلاشبہ خطاوار تھے اور ان کے گناہوں کی سزا۔ اس بچے کے ہاتھوں ملنے والی تھی۔

اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ بچہ میرے اور تیرے لئے راحتِ چشم ہوسکتا ہے اسے قتل نہ کر۔ شاید ہمیں یہ کوئی فائدہ پہنچادے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مشئیتِ ایزدی نے کیا منصوبے قائم کیے ہیں۔

سو ہم نے اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے۔ اور وہ غم نہ کرے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے تھے کہ مشیت ایزدی اپنی تدبیریں کس طرح بروئے کار لاتی ہے۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچا اور توانا ہوگیا تو ہم نے اسے علم و حکمت عطا کی۔ اور اس طرح ہم لوگوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں۔

وہ شہر میں اس کے باشندوں کی غفلت کے وقت داخل ہوا۔ تو اس میں دو شخصوں کو لڑتے پایا۔ ان میں سے ایک اس کی قوم میں سے تھا۔ اور دوسرا دشمنوں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایک مکا مارا۔ اور اس کا کام تمام کردیا۔ اور جب دیکھا وہ تو مر ہی گیا تو افسوس سے کہا کہ یہ شیطان کے باعث ایسا ہوگیا۔ وہ یقیناً دشمن اور کھلا ہوا گمراہ کرنے والا ہے۔

Marfat.com

عرض کیا اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے پس تو میری حفاظت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی کہ وہ غفور الرحیم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اس لئے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے۔ اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

پس موسیٰ علیہ السلام ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ پیچھے سے آکر کوئی پکڑ نہ لے۔ وہاں سے نکل پڑا۔ اور عرض کی اے میرے رب مجھے ان ظالموں سے محفوظ رکھ۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تو کہا کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر لگا دے گا۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے پیاؤ پر پہنچا تو وہاں مویشیوں کو کچھ لوگ پانی پلاتے نظر آئے۔ اس کے علاوہ دو عورتوں کو بھی دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک چرواہے اپنے جانوروں کو نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے۔ اس لئے کہ ہم کمزور عورتیں ہیں اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔

سو اس نے ان عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا اور پھر سائے کی طرف لوٹ آیا۔ اور عرض کیا کہ اے میرے رب تو جو بھلائی میری طرف بھیجے میں اس کا محتاج ہوں۔

سو ان دو لڑکیوں میں سے ایک نہایت شرم وحیاء کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا میرے والد نے تمہیں بلایا ہے۔ تا کہ جو تم جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے۔ اس کا اجر خدمت دیں۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آیا۔ اور اسے اپنی سرگزشت بیان کی اس نے کہا کہ خوف مت کھاؤ۔ تم ظالموں کی گرفت سے بچ گئے۔

ان میں سے ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا اسے نوکر کیوں نہ رکھ لیا جائے۔ یہ بہترین نوکر ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ یہ قوی بھی ہے اور امین بھی۔

اس (شعیب) نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں

Marfat.com

سے ایک کا عقد تجھ سے کردوں۔اس شرط پر کہ تو آٹھ سال تک میری نوکری کرے۔ پھر اگر تو دس برس مکمل کردے تو یہ تیری طرف سے حسنِ معاملہ ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر ناجائز بوجھ ڈالوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تو اچھے لوگوں میں پائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان جو عہد ہوا ہے میں پورا کردوں گا۔ پھر مجھ پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر خدا کارساز ہے۔

سو جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں اپنی مدت پوری کرلی۔ اور اپنے اہل کو ہمراہ لے کر چلا تو اس نے کوہ طور کی جانب ایک آگ دیکھی۔ اس نے اپنے اہل سے کہا کہ ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ تمہیں وہاں سے کچھ خبر لا دوں۔ یا آگ کا انگارہ کہ تم آگ سینک لو۔

پھر وہ جب وہاں پہنچا تو اس وقت پکارا گیا۔ اے موسیٰ علیہ السلام میں ہوں تیرا رب۔ پس تو اپنا جوتا اتار دے کہ تو وادی قدس میں کھڑا ہے۔ اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لئے چن لیا۔ پس تجھے جو کچھ وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سن میں ہوں رب میرے سوا کوئی اور حاکم و معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی اختیار کرو۔ اور میرے ذکر کے لئے نظام صلوٰۃ قائم کرو۔

اور اے موسیٰ علیہ السلام تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا لاٹھی ہے جس سے چلنے میں سہارا لیتا ہوں۔ اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے حاصل کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے لئے اس میں اور بھی فائدے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا اے موسیٰ علیہ السلام اس عصا کو زمین پر ڈال دے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ عصا تو ایک سانپ ہے۔ جو دوڑ رہا ہے۔ پھر حکم ہوا اے موسیٰ علیہ السلام اب اسے پکڑ لے۔ ہم اسے پھر اس کی اصل حالت میں قائم کر دیتے ہیں۔ نیز حکم ہوا اے موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ پہلو میں رکھ اور پھر نکال بغیر اس کے کہ اس میں کسی طرح کا نقص ہو۔ چمکتا ہوا نکلے گا جو تیرے لئے دوسری نشانی ہے۔ یہ دو نشانیاں تجھے

Marfat.com

اس لئے دی گئی ہیں کہ آئندہ تجھے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اے موسیٰ علیہ السلام تو فرعون کی طرف جا۔ وہ بڑا ہی سرکش ہو گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے کہ میری بات لوگوں کے دلوں میں اتر جائے۔ نیز میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میر بار اٹھانے والا بنا دے۔ تا کہ میری قوت مضبوط ہو جائے، وہ میرے کام میں میرا شریک ہو۔ تا کہ ہم دونوں مل کر تیرے سونپے ہوئے کام کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ سرگرم عمل ہوں اور تیرے ذکر کو غالب کرنے کے لئے بیش از بیش مساعی کر سکیں۔ اور اے رب تو ہمارے حال سے بخوبی باخبر ہے۔ میرے بھائی کو بھی میرے ہمراہ روانہ کر دے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے۔

ہاں تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اس کی سرکشی بہت بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر جب اس کے پاس پہنچو تو اس سے نرمی سے بات کرنا۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے اس رویے سے تمہاری بات سن لے اور اپنی غلطی سمجھ کر اپنی روش کے نتائج سے ڈر جائے۔ اور اسے چھوڑ دے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے فرعون میں اس کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی مت اختیار کرو۔ میں تمہارے پاس آیات بینات لے کر آیا ہوں۔ اور سنو اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے تکبر کیا۔ ان کا گروہ مجرموں کا گروہ تھا۔

فرعون نے کہا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ دیوانہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ ذات جو مشرق و مغرب اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ ان سب کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو تو اس باب میں تمہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

فرعون نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو میرے سوا کسی اور کو اللہ تسلیم کرے گا تو

Marfat.com

میں تجھے قید و بند میں جکڑ دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ کو تم پتھروں سے مار ڈالو۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ سو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔

فرعون نے جادوگروں کو طلب کیا۔ چنانچہ وہ اس کے حضور میں آئے اور کہا۔ کہ اگر ہم موسیٰؑ پر غالب آ گئے تو اس کے صلہ میں ہمیں انعام و کرام سے نوازا جائے۔ فرعون نے کہا ضرور تمہیں انعام واکرام دیا جائے گا۔ اور تم سب کے سب میرے مقربین میں داخل کر لئے جاؤ گے۔

سو جادوگر وعدے کے مطابق وقتِ مقررہ پر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ تم لوگ جمع نہ ہو جاؤ گے۔ اگر جادوگر غالب آ گئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام و ہارون بھی مقرر کئے ہوئے وقت پر پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر درباریوں نے کہا کہ یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کی طاقت سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں۔ پس اپنے تمام داؤ پیچ اکٹھے کر کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ۔ جو شخص آج بازی لے گیا تو سمجھو وہی کامیاب ہو گیا۔

جادوگروں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام پہلے تم لاٹھی پھینکتے ہو کہ ہم پھینکیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم پہل کرو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا کرتب دکھایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ کی طرح دوڑ رہی ہیں۔

اس وقت ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتاری کہ تم بھی اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دو۔ جونہی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی میدان میں پھینکی تو جو کچھ جادوگروں نے کرتب کئے تھے وہ سب کے سب ملیامیٹ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جادوگروں کے تمام کرتبوں کو سانپ بن کر نگل گیا۔ دراصل انہوں نے جو کچھ بنایا ہے۔ وہ محض ان (جادو گروں) کا فریب ہے۔ اور جادوگر کبھی کسی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجتاً آخر یہ نکلا کہ درباریوں کو اس مقابلہ میں شکست ہوئی۔ درباریوں نے کہا ہم اس پر ایمان لائے جو تمام

Marfat.com

جہانوں کا اور موسیٰ وہارون کا رب ہے۔

فرعون نے غضب ناک ہو کر ان سے کہا۔ کیا مجھ سے اجازت لئے بغیر تم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے معلوم ہوتا ہے یہ ضرور کوئی خفیہ سازش ہے۔ اچھا تمہیں تھوڑی ہی دیر میں اس کا مزا چکھا دیا جائے گا۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا۔ اور کھجور کے تنوں پر تمہیں پھانسی دے دی جاے گی۔

انہوں نے کہا کہ جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جو کچھ دلائل و بصائر کی بناء پر ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ اس کے پیش نظر اب ہم تجھے کسی قیمت پر بھی ترجیح نہیں دے سکتے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے خاص کر جادوگری کا گناہ جس پر ہمیں تو نے مجبور کیا تھا۔ ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والی ایک ذات ہے۔

فرعون کے درباریوں نے کہا کہ تو کیا موسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح چھوڑ رکھے گا۔ اور اس کی قوم پر بھی کوئی گرفت نہیں کرے گا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے۔ اور ہم ان پر غالب ہی رہیں گے۔

اور پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی تھی کہ اب میرے بندوں کو راتوں رات مصر سے نکال کے لے جا۔ پھر سمندر میں ان کے لئے خشکی کی راہ نکال لے۔ نہ تو تعاقب کرنے والوں سے اندیشہ ہوگا نہ خطرہ۔

سو انہوں نے سورج نکلتے ہی موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کا پیچھا کیا۔ سو جب دو جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم یقیناً پکڑے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ہم گھیر لئے جائیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ پس وہ یقیناً مجھے سلامتی کی راہ دکھائے گا۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر نکل گیا تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا۔ سو ہم نے اسے اور اس

Marfat.com

کے لشکروں کو پکڑا اور سمندروں میں غرق کر دیا۔

اور ہم نے قومِ فرعون کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں اور عزت والے مقامات سے محروم کر دیا۔ اور اس طرح ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔

اور ہمارے حکم سے ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل سمندر پار اتر گئے۔ وہاں ان کا گزر ایک گروہ پر ہوا کہ اپنے بتوں پر مجاور بنا بیٹھا تھا۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ وہی ہے جس نے تمہیں اقوام عالم پر فضیلت عطا کی۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام طور پر حاضر ہوا تو ہم نے پوچھا کہ اے موسیٰؑ کس بات نے تجھے جلدی ابھارا۔ اور تو قوم کو پیچھے چھوڑ کر چلا آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا وہ مجھ سے دور نہیں۔ وہ میرے نقشِ قدم پر ہے اور اے میرے رب میں نے تیرے حضور آنے میں تیری رضا جوئی کی خاطر جلدی کی۔ فرمایا۔ کہ ہم نے تیرے پیچھے تیری قوم کی استقامت کا امتحان لیا۔ اور سامری نے اسے گمراہ کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اس کے طور پر جانے کے بعد اپنے زیورات کو گلا کر ایک بچھڑے کا دھڑ بنا دیا۔ جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ اور اس کی پوجا کرنی شروع کر دی۔ افسوس ان پر کیا اتنی سی بات بھی نہ سمجھی کہ بچھڑا آواز تو نکالتا ہے۔ مگر ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔

اور جب موسیٰؑ غضب ناک ہو کر افسوس کرتا ہوا اپنی قوم میں واپس آیا۔ تو اس نے کہا افسوس تم پر۔ اور جوش میں آ کر تختیاں پھینک دیں اور ہارون کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اے میری ماں کے بیٹے لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قتل کئے ڈالتے تھے۔ پس میرے ساتھ ایسا نہ کر کہ دشمن ہنسیں۔ اور نہ مجھے ظالموں کے ساتھ شمار کر۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے رب میرا گناہ معاف کر دے کہ میں جوش میں آ گیا۔ اور میرے

Marfat.com

بھائی کا بھی کہ گمراہوں کو سختی سے نہ روک سکا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ہے ان کے حصے میں ان کے رب کا غضب آئے گا۔ اور دنیا کی زندگی میں بھی ذلت ورسوائی پائیں گے۔

اور اے بنی اسرائیل یاد کرو اس وقت کو جب تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی طرح کے کھانے پر قناعت کرلیں۔ یعنی من وسلویٰ پر۔ اپنے رب سے کہو کہ ہمارے لئے وہ تمام چیزیں پیدا کردی جائیں جو زمین کی پیداوار ہیں سبزی ترکاری۔ گیہوں۔ دال۔ پیاز۔ لہسن۔ وغیرہ جو ہم مصر میں کھاتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ افسوس تمہاری اس غفلت و بے حسی پر۔ کیا تم چاہتے ہو ایک ادنیٰ سی بات کے لئے اس مقصد سے دست بردار ہو جاؤ۔ جس میں تمہارے لئے بڑی خیر و برکت ہے۔

اور پھر وہ واقعہ یاد کرو جب تم نے کہا تھا۔ اے موسیٰؑ ہم کبھی تم پر یقین کرنے والے نہیں جب تک کہ کھلے طور پر اللہ کو نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ اس غرض سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی چنے۔ پھر جب لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے رب کیا ایسی بات کے لئے جو ہم میں سے چند بے وقوف کر بیٹھے تو ہم سب کو ہلاک کردے گا۔ اے رب تو ہمارا ولی ہے۔ ہمیں بخشش دے اور ہم پر رحم کر۔ تجھ سے بہتر بخشنے والا کوئی نہیں۔

<u>حکم جہاد:</u> موسیٰ علیہ السلام نے کہا لوگو مقدس سرزمین کی طرف بڑھ جاؤ۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دیا ہے۔ اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف مت ہٹو۔ کہ نقصان و تباہی میں جا پڑو۔ لوگوں نے جواب میں کہا۔ اے موسیٰ علیہ السلام اس سرزمین میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو بڑے ہی طاقتور ہیں۔ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم اس سرزمین میں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے خود ہی چلے جائیں تو پھر ہم ضرور داخل ہو جائیں گے۔ یہ حال دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے میرے رب میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور پر اختیار نہیں رکھتا۔ پس تو ہم میں اور نافرمان

Marfat.com

لوگوں میں اپنے حکم سے فیصلہ کردے۔

اللہ کا حکم ہوا کہ جب ان لوگوں کی محرومیوں کا یہ عالم ہے تو اب چالیس برس تک وہ سرزمین ان پر حرام کردی گئی۔ یہ اسی جنگل میں سرگرداں و پریشان پھریں گے۔

اور اے ایماندارو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح تکلیف پہنچائی تھی۔ سو اللہ نے ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے تھے علیحدہ رکھا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا تھا۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت الیاس: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع کالب اور خرخیل علیہم السلام اول خلیفہ ہوئے۔ پھر منصب نبوت پر فائز کیے گئے۔ بنی اسرائیل کی روائتی گمراہی و بے دینی اور شرک و بت پرستی جن دنوں اپنے شباب پر تھی ان ایام میں ان کی ہدایت کے لئے حضرت الیاس علیہ السلام نبی ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے باغیوں کو درس توحید دینے کی سعی کی۔ لیکن بعلبک اور اس کی قوم گمراہی میں اس قدر مبتلا تھی کہ اس نے مطلق کان نہ دھرا۔ بلکہ آپ کے قتل پر تیار ہوگئی۔ تفسیر روح المعانی جلد پنجم میں لکھا ہے کہ حضرت الیاس جب روپوش ہو گئے تو حکومت کی طرف سے آپ کی گرفتاری پر ایک بہت بڑے انعام کا اعلان کیا گیا۔ نیز چپہ چپہ پر جاسوسی کے جال بچھا دیئے گئے۔ اور بڑی مستعدی کے ساتھ آپ کی تلاش ہونے لگی۔ کامل آٹھ برس تک آپ کو ڈھونڈا گیا۔ لیکن آپ کا کہیں سراغ نہ پایا۔

روضۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ آپ سے اکثر معجزات کی فرمائش کی جاتی تھی اور اقرار کیا جاتا کہ اگر فلاں معجزہ دکھا دیں تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کرلیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے اور فرمائش پوری ہو جاتی۔ لیکن کفار اتنے ڈھیٹ اور شقی القلب واقع ہوئے تھے کہ انہیں اپنے کہے کا کچھ پاس نہ تھا۔ کیے گئے وعدے بھول جاتے اور جوں کے توں گمراہی پر قائم رہتے۔ حضرت الیاس قوم کی اس روش کو دیکھ کر بالآخر مایوس ہو گئے اور انہوں نے حضرت الیسع علیہ السلام کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور خود لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور اس کے بعد ان کا کوئی علم نہیں کہ وہ کیا ہوئے اور کہاں گئے۔؟

Marfat.com

اخبار الرسل میں بیان آتا ہے کہ حضرت الیسع اول خلیفہ ہوئے۔ پھر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نبی بنا دیئے گئے۔ آپ کے معجزات بیشتر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ دمشق کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کے ایک حاکم کو لکھا کہ میری برص کی بیماری کے علاج کے لئے کوئی اچھا سا طبیب روانہ کرے۔ حاکم نے آپ سے درخواست کی۔ آپ نے کہا جاؤ اس سے کہو کہ وہ دمشق کی نہر میں غسل کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اچھا ہو جائے گا۔ ہر چند بادشاہ نے اس بات سے آگاہ ہو کر غسل کرنے میں تامل کیا۔ غالباً اس لئے کہ وہ اس میں بارہا غسل کر چکا ہے۔ مگر پھر امراء وزراء کے اصرار پر بالآخر غسل کر ہی آیا۔ قدرتِ خدا کہ وہ تندرست ہو گیا۔

تفسیر ابن جریر طبری جلد سوم میں لکھا ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کھیتی باڑی کر کے بسر اوقات کرتے تھے۔ اور زندگی میں سادگی بہت زیادہ تھی۔ آپ بنی اسرائیل کو سیدھی راہ پر لانے کی سعی فرماتے۔ قوم پر آپ کا رعب وداب اور دبدبہ تھا۔ آپ جب وعظ و نصیحت کرتے۔ لوگوں کے دلوں پر ہیبت طاری رہتی۔ طبری نے لکھا ہے کہ مسلسل سعی و تبلیغ کے باوجود قوم سیدھے راستے پر نہیں آئی۔ آپ ان سے جب نہایت بیزار ہو گئے تو آپ نے دعا کی کہ وہ اٹھا لئے جائیں۔ اب وہ اس قوم میں رہنا گوارہ نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لئے گئے۔

ذوالکفل: آپ کے انتقال کے بعد حضرت ذوالکفل آپ کے خلیفہ ہوئے۔ آپ بڑے صاحب علم و فضل انسان تھے۔ نیز حسب و نسب اور تدبیر و سیاست کے تفوق کے ساتھ ساتھ متمول بھی تھے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے کہ آپ وزارت کے عہدے پر فائز تھے کہ بنی اسرائیل کے لوگ قید کر لئے گئے۔ آپ نے بادشاہ کے حکم کے خلاف ان کو رہائی دی۔ اور پھر انہیں لے کر اپنے محل میں آئے۔ انہیں عمدہ عمدہ کھانے کھلائے اور اعلیٰ پوشاکیں پہنائیں۔ اس کے بعد تیز رو گھوڑے منگوا کر ان سے کہا کہ یہ لو ان پر سوار ہو جاؤ۔ اور صبح ہونے تک سرحد پار کر جاؤ۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد آپ نے وزارت کے عہدے سے استعفا دے دیا اور فلسطین کی راہ لی۔ یہاں پہنچ کر آپ کو نبی کی صحبت میسّر آئی۔ چنانچہ اول آپ الیسع علیہ السلام کے خلیفہ بنے پھر موہبت الٰہی نے ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نبی منتخب کر لیا۔ تفسیر خازن جلد دوم میں لکھا ہے کہ آپ شریعت موسوی پر عمل پیرا تھے۔ آپ حضرت الیسع علیہ السلام اور ان سے پہلے کے پیغمبروں کی طرح صاحب کتاب نہیں تھے بلکہ تورات ہی کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے۔

داؤد علیہ السلام: آپ کے بعد نبی اسرائیل کی ہدایت کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ ص کے علاوہ کئی ایک سورتوں میں آتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

آپ بڑے الوالعزم اور جلیل القدر نبی تھے۔ زبور آپ پر ہی نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موہبت نبوت کے ساتھ ساتھ سعادتِ دولت دنیا بھی عطا کی تھی۔ آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی تھے۔ قصص القرآن میں لکھا ہے کہ ابتداء میں آپ بہت غریب تھے۔ جنگل میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور اپنے تیرہ بھائیوں میں سب سے زیادہ کمزور تھے۔ جب بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت نے جو پیغمبر بھی تھے۔ اعلان کیا کہ جو شخص جالوت سے مقابلہ پر آئے گا۔ اور اسے شکست دے گا اسے نصف سلطنت بھی ملے گی اور شہزادی سے اس کا بیاہ بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ اس اعلان پر بہت سے لوگ قسمت آزمائی پر نکلے مگر کسی کو جالوت کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

وہ جب جالوت کی شجاعت و طاقت کے قصے سنتے تو راستے ہی سے پلٹ آتے۔ آخر کار اب آپ کی باری آئی۔ جالوت کی بہادری و شہ زوری کی ہر طرف دھوم تھی۔ جب آپ اس کے سامنے گئے پہلے تو اس نے آپ کو ایک نگاہ غلط انداز سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

یہاں جا کیوں اپنی جان کا دشمن ہو رہا ہے۔ تجھ پر تو میرے لئے تلوار اٹھانا بھی شرم کا باعث ہے۔ جا۔ جا۔ اپنی جان نہ گنوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کی باتیں سن کر مسکرائے۔ پھر اس کے مغرور جواب میں گوپھن میں ایک پتھر رکھ کر اس زور سے مارا کہ وہ اس کی ایک ہی زد سے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس واقعہ سے جالوت کا لشکر تھرا اٹھا۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ سپاہوں کا لشکر جرار بھاگ نکلا۔ اور میدان حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ رہا۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام تیس برس کے ہو چکے تھے۔ اور آپ کا حسن وشباب اپنے جوبن پر تھا۔ آپ لوگوں میں بہت مقبول اور پسندیدہ تھے۔ اور نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کہ حضرت طالوت کو آپ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کھٹکنے لگی۔ حضرت طالوت نے آپ کو ٹھکانے لگانے کی سوچی۔ اور آپ کو اپنی بیٹی کے ذریعہ کہ وہ آپ کی بیوی تھی۔ قتل کرانا چاہا۔ آپ جب اپنی بیوی کے کہنے پر مطلع ہوئے تو فلسطین بھاگ گئے۔ ادھر آپ کی بیوی نے اپنے باپ کی خواہش پوری کرنے کے لئے یہ چال چلی کہ پانی کا ایک مشکیزہ چارپائی پر رکھ کر چادر اوڑھا دی۔ اور اپنے باپ طالوت سے کہا کہ یہ داؤد علیہ السلام سو رہے ہیں قتل کر دو۔ رات کا وقت تھا انہوں نے داؤد سمجھ کر مشک کو قتل کر دیا۔

محدث ابن حزم لکھتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ حضرت طالوت بحیثیت ایک نبی کے ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر مزید خرافات یہودیوں ہی کی افتادِ طبع کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ حضرت طالوت نے بنی ہارون کے تقریباً نواسی مردوں، عورتوں اور بچوں کو صرف اس جرم میں قتل کر دیا کہ انہوں نے داؤد علیہ السلام کو روٹی کا ٹکڑا کھلا دیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ والدہ سلیمان کے ہاں جناب سلیمان کی ولادت سے قبل ایک اور بیٹا پیدا ہوا جو زنا سے تھا اور مر گیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ طالوت کے انتقال کے بعد اب کی تمام اولاد کو بجز ایک اپاہج بچے کے حضرت داؤد علیہ السلام نے موت کے گھاٹ

Marfat.com

اتار دیا۔ بھلا ان بدبختوں کی باتوں کا اعتبار کیا۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جو دل میں آ گیا، الہام کے نام سے پیش کر دیا۔

صحف سماوی پر ایک نظر: قرآن حکیم نے پہلی آسمانی کتابوں کے انبیاء پر نازل ہونے کو نہ صرف حق کہا ہے بلکہ اس حقیقت پر ایمان لانا بھی اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام پر صحیفوں کا نازل کرنا حق ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنا حق ہے۔ جناب داؤد علیہ السلام کو زبور دینا حق ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کرنا حق ہے۔ اور وہ کتابیں اور صحیفے اور وہ نبی و رسول جن کے نام ہمیں نہیں بتائے گئے۔ ان پر ان چیزوں کا نازل کرنا حق ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے وہ کتابیں جنہیں یہود و نصاریٰ لئے بیٹھے ہیں اور منزل من اللہ سمجھتے ہیں ان کے حق ہونے کی ہرگز تصدیق نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے۔ کہ یہ کتابیں یکسر متبدل و محرف ہو چکی ہیں۔ تاریخ الانبیاء میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصحیح کے لئے کبھی نہیں بھیجا گیا۔ جب ایک کتاب انسانی خواہشات سے مملو ہو گئی تو اس کی تصحیح کی بجائے اللہ تعالیٰ نے دوسری کتاب کو نازل کیا۔ کہ اپنی تعلیمات کو انسانی خواہشات کی آمیزش سے پاک کرنے کا یہی مناسب ذریعہ تھا۔ نیز بندوں سے کتاب کی پرستش کروانی مقصود نہیں۔ بلکہ وحدت الٰہی کو قائم رکھنا مقصد ہے۔ لہٰذا دریں صورت کہ قرآن حکیم سے پہلے کی کتابوں کو لوگوں نے یکسر بدل ڈالا ان کتابوں کی تصحیح کی صورت فقط یہ ہے کہ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کیا جائے۔

قرآن حکیم کا یہ چیلنج فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ اس باب میں قبول نہ کرنا کہ اگر قرآن حکیم کو اللہ کا کلام نہیں سمجھتے۔ تو لاؤ اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کے سوا کوئی کتاب یا ضابطہ حیات ایسا نہیں جس سے ہر دور، ہر ماحول اور ہر قوم کے تقاضے اور ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

قرآن حکیم اور دیگر صحف سماوی سے متعلق ایک مبسوط و مفصل کتاب کی

Marfat.com

ضرورت ہے جسے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہت جلد لکھنے والے ہیں۔ ہم یہاں کتاب زبور کے مضامین کی جھلکیاں پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے اس بات کا کچھ اندازہ ہو سکے کہ یہود نے زبور کے نام کا سہارا لے کر جو رطب و یابس پیش کر رکھا ہے۔ وہ کہاں تک منزل من اللہ ہونے میں صحیح ہے؟

مضامین زبور: زبور کے مزمور اول میں ہے۔ ''اے داؤد تو میرا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا ہے۔'' چوالیس مزمور میں ہے اے اللہ تیرا عرش دنیا میں اور ابد میں ہے۔ عدل کی شاخ تیری سلطنت کی شاخ ہے۔ اس کے سبب مجھے نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت ہے۔ تیرے خدا نے تیرے شریکوں کے درمیان تیرے روغن فرحت لگایا۔ آگے چل کر لکھا ہے۔ تیرے دائیں طرف تیری بیوی کھڑی ہے جس کا جوڑا سونے کا ہے۔ اے بیٹی سن! اور اپنے کان لگا اور دیکھ اور اپنے کنبے اور اپنے باپ کے گھر سے انس و رغبت کر۔ تیری خواہش میں بادشاہ ہے اور وہی رب اور اللہ ہے۔ لہٰذا خوشی سے اسے سجدہ کر۔ پھر لکھا ہے رب نے میرے رب سے کہا تو میرے دائیں طرف بیٹھ جا۔ تا کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے قدموں کی رسی بنا دوں۔ مزمور ستترہویں (۷۷)۔؟ میں لکھا ہے۔ رب کھڑا ہوا۔ جس طرح اپنی نیند سے بیدار ہونے والا۔ یا اس ظالم کی طرح جس کا نشہ کافور ہو رہا ہے! جیسا کہ بیل کھڑا ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے اپنے رب سے ڈرو جس کی قوت بیل کی قوت کی طرح ہے۔ اکیاسیویں (۸۱) مزمور میں لکھا ہے کہ خداؤں کے مجمع میں کھڑا خدائے عزت سب خداؤں کے درمیان حکم دے رہا تھا۔ اٹھاسیویں (۸۸) مزمور میں ہے کہ داؤد مجھے والد پکارتا ہے۔ اور میں نے اسے اپنا فرزند اکبر بنا لیا ہے۔ اس بیان کو دیکھئے اور زبور پر ایک ایک نگاہ ڈالئے۔ کیا یہ وہی زبور ہو سکتی ہے جو داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

Marfat.com

ملخص

بیان زبور:

(۱)۔خدا کا بیٹا۔

(۲)۔خدا کی شان۔

(۳)۔خدا کی بیوی اور بیٹی۔

(۴)۔خدا کی انسانیت۔

(۵) خدا کیسے کھڑا ہوا۔

(۶) بیل جیسا خدا۔

(۷) خدا سب خداؤں کو حکم دے رہا تھا۔

(۸) فرزندان خدا۔

یہ باتیں جو نام نہاد زبور سے ہم نقل کی ہیں انہیں سامنے رکھئے تو کہنا پڑتا ہے کہ عیسائی جو تثلیث کی دعوت دیتے ہیں یعنی تین میں ایک اور ایک میں تین کے قائل ہیں مفت میں بدنام ہیں۔ یہودی تو ان سے بھی کہیں زیادہ آگے نکلے۔

تورات کا بیان: اور خداوند نے ناتن کو داؤد کے پاس بھیجا۔ اس نے اس کے پاس آ کر اس سے کہا ایک شہر میں دو شخص تھے۔ ایک تو دولت مند اور دوسرا کنگال۔ اور مالدار کے پاس بہت بے شمار بھیڑ، بکری، گائے اور بیل کے گلے تھے۔ پر اس کنگال کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ نہ تھا۔ جسے اس نے مول لیا تھا اور پالا تھا اور پوسا تھا۔ اور وہ اس کے اور اس کے لڑکوں کے پاس بڑھی تھی۔ وہ اسی کی روٹی کھاتی اور اسی کے پیالے سے پیتی تھی۔ اور اس کی گود میں سوتی تھی اور اس کی بیٹی کی جگہ تھی۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مسافر

Marfat.com

ایک دولت مند کے پاس آیا۔ سو اس نے اپنے بیل اور بھیڑ بکری کو بچا رکھا تھا۔ اور اس مسافر کے لئے جو اس کے پاس آیا تھا۔ نہیں پکایا بلکہ اس کنگال کی بھیڑ لے لی۔ اور اس شخص کے لئے جو اس کے پاس آیا تھا پکا ڈالی۔ تب داؤد غصہ سے اس شخص پر شدت سے بھڑکا۔ اور اس نے ناتن کو کہا زندہ، خداوند کی قسم کہ وہ شخص جس نے یہ کام کیا واجب القتل ہے۔ سو وہ شخص چوگنی بھیڑیا اسے پھر دے کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اور کچھ رحم نہ کیا تب ناتن نے داؤد کو کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے تجھے مسح کیا تا کہ اسرائیلیوں پر سلطنت کرے۔ اور میں نے تجھے ساؤل (طالوت) کے ہاتھ سے چھڑایا اور اس نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی جوروؤں کو تیری گود میں دیا۔ اور اسرائیل اور یہود کا گھرانہ تجھے دیا۔ اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھے فلاں فلاں چیز بھی دیتا۔ سو تو نے کیوں خداوند کے حکم کی تحقیر کر کے اس کے آگے بدی کی۔ کہ تو نے حتی اوریا کو تیغ سے قتل کروایا۔ اور اس کی جورو کو لے کر اپنی جورو کیا۔ اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے مروا ڈالا۔ سو اب تیرے گھر سے تلوار کبھی نہ جائے گی۔ تو نے مجھے حقیر کیا اور حتہ اوریاہ کی جورو کو لے کر اپنی جورو کیا۔"

"داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی۔ جس کا نام تمر تھا۔ اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہوا۔ اور امنون ایسا بے چین ہوا کہ اپنی بہن تمر کے لئے بیمار پڑا۔ کیونکہ وہ کنواری تھی۔ سو امنون نے اس سے کچھ کرنا اپنے لئے دشوار جانا۔ اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یوندب امنون کا دوست تھا۔ سو اس نے کہا کہ تو بادشاہ کا بیٹا ہو کے کیوں روز بروز دبلا ہوتا جا رہا ہے۔ کیا تو مجھے خبر کرے گا۔ تب امنون نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابی اسلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں۔ سو یوندب نے کہا کہ تو بستر پر پڑا رہ اور اپنے تئیں بیمار رہنا۔ اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو اسے کہہ میری بہن تمر کو پروانگی دیجئے کہ آئے اور مجھے بھی کھلائے پلائے۔ اور میرے سامنے کھانا پکائے تا کہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ تب امنون پڑا رہا۔ اور اپنے تئیں بیمار بنایا۔ اور جب بادشاہ اس کو

Marfat.com

دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ سے کہا کہ میری بہن تمر کو آنے دیجئے۔ کہ وہ میرے سامنے دو پھلکے پکائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو بھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لئے کھانا پکا۔ سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اور اس نے آٹا لیا اور گوندھا اور اس کے لئے پھلکے پکائے۔ اور انہیں لے کر ایک قالب میں دھرا۔ اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے کھانے سے انکار کیا۔ تب امنون نے کہا۔ سب مرد میرے پاس سے نکل جائیں اور ہر ایک اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لا۔ تاکہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو تمر نے وہ پھلکے جو پکائے تھے اور کوٹھری میں اپنے بھائی کے پاس لائی۔ اور جب وہ کھانا اس کے سامنے لائی کہ وہ اسے کھلائے۔ تو اس نے اسے پکڑا اور اسے کہا کہ اے میری بُوا۔ آ مجھ سے ہم بستر ہو۔ وہ بولی نہیں۔ میرے بھائی۔ مجھے رسوا نہ کر۔ کہ اسرائیل میں ایسا کرنا اچھا نہیں۔ سو تو ایسی بے وقوفی نہ کر۔ اور میں کیا کروں گی کہ میری رسوائی رفع ہو۔ تو اسرائیلیوں کے احمقوں میں سے ایک کی مانند ہوگا۔ پس اب بادشاہ سے کہہ وہ مجھے تجھ سے منع نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی کہ وہ اس سے زور آور تھا۔ سو اس سے زبردستی کی اور اس سے ہم بستر ہوا۔"

علامہ طبری نے تفسیر طبری جلد شانزدہم میں لکھا ہے کہ حضرت طالوت کو جب اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی تو کسی بزرگ نے انہیں مشورہ دیا کہ تم اللہ کی راہ میں اپنے بیٹوں کو شہید کرواؤ اور خود بھی لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ۔ یہی ایک صورت ہے تمہارے گناہ کے کفارہ کی چنانچہ طالوت نے یہی کیا۔

ہمارے نزدیک حضرت طالوت کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے بجز اس کے اسرائیلیاتی کذب وافترا ہے اور کچھ نہیں۔ حضرت طالوت علیہ السلام نے چالیس برس تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی اور ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا۔

عہد حکومت داؤدی: حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل

Marfat.com

کے بادشاہ بنے ہر چند اس وقت حکومت کے لائق آپ کے سوا کوئی اور شخص نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کو تخت کے لئے جنگ کرنا پڑی۔ دشمنوں نے آخر کار منہ کی کھائی۔ اور فتح ونصرت نے آپ ہی کے قدم چومے۔

جناب طالوت کی طرح آپ کو بھی اکثر و بیشتر جہاد کرنے پڑے۔ آپ نے بنی مواب، بنی منعان، اور اہل روم سے کہ شدید گمراہ لوگ تھے۔ سخت لڑائیاں لڑیں۔ یہاں تک انہیں مطیع و باجگزار بنالیا۔ اور سب سے جزیہ وصول کیا۔ دمشق۔ حلب اور حجوں پر بھی جزیہ لگایا گیا۔ مختصراً یہ کہ آپ کے عہد میں بنی اسرائیل کی سطوت وحکومت تمام قوموں پر مسلم ہوگئی۔ سلطنت کی حدود بڑھیں اور کامل اقتدار حاصل ہوگیا۔

تفسیر جامع البیان میں آپ کے حالات و کمالات سے متعلق لکھا ہے کہ آپ نہایت قوی و دلیر اور پیکر شجاعت تھے اور بڑے فہیم و لَسنیق سپہ سالار تھے۔ آپ کے رعب وداب اور دبدبے کا عالم یہ تھا کہ دشمنوں کے دل آپ کے نام سے دھڑکنے لگتے۔ اور جب دربار لگا کر بیٹھتے تو کسی کو نظر اٹھا کر آپ کو دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن بایں ہمہ صفات آپ نہایت منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے۔ بیت المال پر آپ کی گزر بسر کا بار نہیں تھا۔ آپ زرہیں بنا کرتے اور اس سے جو کچھ وصول ہوتا اس سے اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ شب کو اپنے رب کی بارگاہ میں بڑے درد وکرب اور سوز وگداز سے اس کا ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ لحن داؤدی اسی مناسبت سے ضرب المثل بن گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے پینتالیس (۴۵) برس تک بڑے طنطنے اور کروفر کے ساتھ حکومت کی۔ نیز آپ کی مساعی جمیلہ اور فریضۂ نبوت کے طفیل بنی اسرائیل بت پرستی سے منہ موڑ چکے تھے اور ان میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف چلنے کی قطعاً جرات نہیں رہی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بارگاہ میں واپس بلالیا۔

<u>مسند سلیمانی:</u> آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام مسند حکومت پر جلوہ گر ہوئے۔ حضرت سلیمان خلافت و نبوت اور سلطنت ہر سہ ۳ نعمائے عظمیٰ

Marfat.com

سے بہرور تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سورہ انعام۔ سورہ انبیاء۔ سورہ سبا۔ سورہ نمل۔ سورہ بقرٰ اور سورہ صٓ میں آتا ہے۔ آپ کے عہد حکومت میں اسرائیل کا عروج و اقتدار نقطہ کمال پر پہنچ چکا ہے۔

بلاشبہ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑی قوت و سطوت اور شان و شوکت کے مالک تھے۔ آس پاس اور دور و نزدیک کے تمام بادشاہوں کے دلوں پر آپ کا نام ہے۔ ہیبت طاری تھی اور آپ کے دربار کا یہ عالم تھا کہ کسی میں آپ کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ جلد دوم میں لکھا ہے۔ کہ بحیثیت نبی آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ قدرت نے تمام جنات وشیاطین اور وحوش وطیور کو آپ کا مطیع و منقاد بنا دیا تھا۔ لکھا ہے کہ آپ نے جنات کی مدد سے ایک نہایت خوشنما او وسیع و عریض فرش زر و جواہر سے تیار کروایا تھا۔ جس پر تمام دربار بیٹھ جاتا تھا اور تمام سامان مہیا رہتا تھا۔ جب آپ حکم دیتے تھے جنات اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لے جاتے تھے۔ اور اسی فرش پر آپ کا تخت بھی نصب تھا۔ جس پر آپ بڑی شان وشوکت کے ساتھ دربار لگا کر بیٹھتے تھے۔ نیز اس فرش کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ اس پر بیٹھ کر ایک ماہ کی راہ ایک دن میں طے کر لیتے تھے۔

تخت اور دربار کی شان وشوکت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اعظم برخیاؔ آپ کے سامنے ہیرے جواہرات سے آراستہ کرسی پر بیٹھا کرتے تھے۔ چار ہزار علماء آپ کی دائیں جانب اور چار ہزار امراء وزُوسا آپ کی بائیں طرف دست بستہ کھڑے رہتے اسی طرح چار ہزار جنؔ اور پریاں بھی دربار میں حاضر رہتی تھیں۔ یہ سب لوگ صبح کی نماز پڑھ کر دربار میں آتے اور زوال کے وقت تک سلطنت کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں اپنے فرمان لکھواتے۔ رپورٹیں اور شکائتیں سنتے۔ اور نہایت مستعدی کے ساتھ کام لیتے تھے۔

البدایہ والنہایہ جلد دوم میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت رواں جب ایک مقام پر آ کر رکا اور آپ نماز ادا کرنے کے لئے اترے تو ہد ہد نے اس

Marfat.com

دوران میں اس کے مقام کے طول وعریض کو دیکھنے کے لئے پرواز کی۔ چنانچہ وہ سبا نام کے ایک شہر میں جا پہنچا۔ وہ نہایت سرسبز وشاداب اور بہت خوبصورت تھا۔ ہدہد اس کی خوشنمائی سے بے حد متاثر ہوا۔ چنانچہ اس نے واپس آ کر سبا کی آپ سے کیفیت بیان کی۔ اور کہا ایک بلقیس نام کی عورت یہاں حکمران ہے۔ جواہر سے آراستہ تخت احمر پر بیٹھ کر حکومت کرتی ہے جس کے پائے یاقوت وزبرجد کے ہیں۔ اور تیس گز اس تخت کا طول وعرض ہے آپ نے ایک خط بلقیس کے نام لکھ کر ہدہد کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے پہنچا آؤ۔ ہدہد خط لے کر چلا وہ بلقیس کے محل میں جب داخل ہوا تو روشن دان کی راہ سے اس کمرے میں پہنچ کر اس کی چھاتی پر خواب کی حالت میں رکھ کر چلا گیا۔ جب وہ بیدار ہوئی اور اس نے خط پایا۔ اور اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام کی مہر دیکھی۔ تو اپنے اراکین حکومت سے آپ کے متعلق استفسار کیا اور کہا کہ کیا تم انہیں نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ بہت بڑے طاقتور اور جلیل القدر فرماں روا ہیں۔ لوگوں کو دین موسوی کی طرف بلاتے اور خود کو نبی کہلواتے ہیں۔ ملکہ نے یہ بات سن کر مزید حالات معلوم کرنے کے لئے آپ کے دربار میں اپنے سفیر بھیجے۔ سفیروں نے واپس آ کر وہاں جو کچھ دیکھا بلا کم وکاست بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ ان کا مقابلہ کرنا انسان کے بس کا کام نہیں۔ وہ بہت مضبوط اور طاقتور بادشاہ ہیں۔

اب ملکہ بلقیس دربارِ سلیمانی میں جانے کے لئے بذات خود تیار ہوئی۔ اس نے اپنے تخت کو درمیان کے محل میں منتقل کیا جس کے چاروں طرف ایسے ہی سات محل تھے۔ جن کی دہلیزوں کو طے کئے بغیر کوئی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ نیز بہت سی فوج محلات کی حفاظت کے لئے مقرر کی اور ایک لشکر عظیم کو ساتھ لے کر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جب آپ کے قریب پہنچنے کو ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو الہام کے ذریعے اس کے آنے کا علم ہوا تو آپ نے اپنے درباریوں کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ کوئی ہے جو ملکہ کے تخت کو یہاں پہنچنے سے پہلے لا کر حاضر کر دے۔ تو ایک جن بولا زوال کے وقت تک تو

Marfat.com

میں لاسکتا ہوں۔آپ نے فرمایا یہ تو بہت دیر ہے مجھے اس سے بھی پہلے چاہئے۔اب تمام درباری خاموش تھے۔ بالآخر آپ کے وزیر اعظم برخیا نے کہا۔ میں اسے چشم زدن لاسکتا ہوں۔صاحب کتاب اس امر کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ برخیا آپ کے صحابی تھے۔ ولی بھی اور اسم اعظم سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے پلک جھپکنے کی دیر میں تخت لا کے پیش کر دیا۔

اسباب دعوت حق: علامہ طبری نے لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو اپنے محل میں اتارا اور بڑے آرام اور آسائش کی اشیاء اس کے لئے مہیا کیں۔ جب حرم سرا میں یہ اطلاع پہنچی کہ آپ کا ارادہ ملکہ سے نکاح کرنے کا ہے تو بیبیوں نے کہا کہ ملکہ کی پنڈلیوں پر تو بال ہیں۔ یہ آپ کی بیوی بننے کے لائق نہیں۔ یہ بات سن کر آپ نے تجربہ و مشاہدہ کے لئے ایک بلوری فرش بنوایا جو عالم آب دکھائی دیتا تھا۔ملکہ نے پانی سمجھ کر اپنے پائنچے اٹھا لیئے۔عورتوں نے دیکھا تو واقعی بال موجود تھے۔ معاملہ کی تصدیق ہو جانے پر آپ نے جنات سے کوئی ایسی دوا منگا کر لگائی کہ بال معدوم ہو گئے۔ اس واقعہ پر بلقیس ایمان لے آئی اور آپ سے نکاح کر لیا ازاں بعد آپ سے اجازت لے کر سبا چلی گئی۔

جنات و شیاطین: جنات و شیاطین کے باب میں دو خیال ہیں پہلا تو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جنات و شیاطین سے سرکش قومیں مراد لی جاتی ہیں چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باب میں جہاں جہاں ان قوتوں کا ذکر آیا ہے وہاں روئے سخن وحشی قبائل اور پہاڑی لوگوں کی طرف ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غیر متمدن زندگی بسر کرتے تھے۔اور بلا کے جفاکش تھے۔ ہیکل سے متعلق جو بیان کیا گیا ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات و شیاطین کی مدد سے تعمیر کرایا۔ درحقیقت اس سے انہی جفاکش۔ بلانوش۔ تومند اور غیر متمدن قبائل کی طرف اشارہ ہے جو متمدن زندگی بسر کرنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔اس باب میں جنات و شیاطین سے متعلق تورات کا یہ بیان شاہد ناطق ہے۔

Marfat.com

تورات میں ہے:

''اور سلیمان نے ارادہ کیا کہ خداوند کے نام پر ایک گھر بنائے۔ اور سلیمان نے ستر ہزار بار برداروں اور اسی ہزار پتھر توڑنے والوں کو پہاڑ میں ٹھہرایا۔ اور تین ہزار چھ سو آدمی کہ ان سے کام لیں۔''

اس تفصیل سے یہاں یہ بات واضح ہے کہ یہ سب آدمی تھے۔ وہاں یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ آدمی بنی اسرائیل کے نہیں تھے بلکہ دیگر اقوام کے تھے۔ اور خود تورات میں بھی ایک مقام پر صراحت کے ساتھ آتا ہے۔ ''لیکن وہ ساری قوم جو حتیوں۔ اور اموریوں۔ اور فترزیوں۔ اور حویوں۔ اور یبوسیوں سے باقی رہی اور اسرائیلی نہ تھی۔ ہاں ان کی اولاد جو بعد ان کی زمین میں باقی رہی اسے اسرائیل نے نیست و نابود کیا۔ پس سلیمان نے ان سے خراج کے بدلے کام لیا۔ جیسا کہ آج کے دن ہوتا ہے۔

لیکن سلیمان نے اپنے کام میں اسرائیل میں سے کسی کو مزدور ہونے کے واسطے مقرر نہ کیا۔ وہ جنگی مرد اور اس لشکر کے سردار اور اس کی گاڑیوں کے اور اس کے سواروں کے بندوبست کرنے والے تھے۔''

دوسرا خیال وہی ہے جو عام ہے کہ جنات و شیاطین ایک مستقل ناری اور اولاد آدم سے ایک علیحدہ مخلوق ہے جو موجود تو ضرور ہے مگر ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔

ہُد ہُد: ہدہد سچ مچ کوئی پرندہ تھا یا کسی آدمی کا نام تھا؟ اس سے متعلق بھی مفسرین میں اختلاف ہے۔ جو لوگ اسے پرندہ خیال کرتے ہیں وہ اس خیال کو مزید تقویت دینے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔

لیکن جن لوگوں کو اس سے اختلاف ہے ان کے نزدیک ہدہد کسی جانور کا نام نہیں بلکہ ایک انسان کا نام ہے اور اس خیال کی مناسبت سے وہ منطق الطیر کے معنی بجائے پرندوں کی بولیوں کے گھوڑوں کے لشکر کے قواعد و ضوابط مراد لیتے ہیں۔

ان کے خیال میں طیر (بمعنی پرندہ) ایک قبیلے کا نام تھا جو حضرت سلیمان علیہ

Marfat.com

السلام کے زمانے میں گھوڑوں کے لشکر پر مشتمل تھا۔ جیسا کہ نمل (بمعنی چیونٹی) نام کا ایک قبیلہ تھا۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آتا ہے۔ حتی اذااتوعلی دادالنمل قالت نملة یاایھا النمل ادخلو مسکنکم ۔ یہاں تک کہ جب وہ قبیلہ نمل کی وادی سے گزرا تو ایک نملی نے کہا۔ اے نمل کے لوگو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ کہیں تمہیں سلیمان کا لشکر روند نہ ڈالے۔

جناب سلیمان علیہ السلام واقعی ایک لشکر جرار کے مالک تھے۔ جس میں پہاڑی لوگ، شہری اور مختلف قبائل کے جفاکش اور بہادر لوگ شامل تھے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔ وحشر سلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہر طرح کے لشکر اکٹھے کر دیئے۔ کیا وحشی۔ کیا بدوی۔ اور کیا متمدن یعنی شہری اور حضری قبائل اور اس کے علاوہ گھوڑوں کے رسالے جنہیں کثرت پکڑنے پر ضبط کیا جاتا نیز روکا جاتا تھا۔

فریق ثانی کا خیال یہ ہے کہ جو لوگ منطق الطیر کے معنی پرندوں کی زبان کے لیتے ہیں اور ہدہد سے بھی ایک پرندہ ہی مراد لیتے ہیں۔ حقیقت میں وہ لوگ منطق الطیر کے ظاہر پر چلے گئے۔ ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہو سکا کہ ہدہد بجائے پرندے کے ایک شخص کا نام ہے۔ جسے دربار سلیمانی میں بڑا تقرب حاصل تھا۔ پرندوں پر انسانوں کے نام ہونے کی بات کوئی نئی بات نہیں۔ بیشتر قبائل کے نام پرندوں، جانوروں حتیٰ کہ درندوں کے ناموں پر بھی رکھے گئے ہیں۔

ان کے نزدیک ہدہد کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک اودمی شہزادہ تھا۔ اودم کے معنی سریانی سرخ رنگ کے ہیں۔ یہ عرفی نام عیسو ابن یعقوب علیہ السلام کا تھا۔ اسی مناسبت سے عیسو کی اولاد اودمی کہلائی۔ مورخین ہدہد کو اودمی شہزادہ بتاتے ہیں۔ اور اس کا نام ہدہد تھا۔ اس نے ایک روز دربارِ سلیمانی میں عرض کیا کہ میں سبا نامی ایک شہر کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ وہاں ایک ملکہ حکومت کرتی ہے۔ اور اس کے پاس ایک بہت ہی قیمتی تخت ہے جس سے اس ملک کی

Marfat.com

خوشحالی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اخلاقی طور پر سبا کے رہنے والے بہت گرے ہوئے ہیں۔ وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں اور وہ خدا جس نے یہ تمام کائنات بنائی۔ چرند پرند۔ انسان حیوان غرض ہر شئے کو انسان کے لئے پیدا کیا، اسے بھولے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر اول تحقیق کی۔ جب یہ بات صحیح نکلی تو آپ نے ہدہد کے ہاتھ ملکہ سبا کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں اسے توحید کی دعوت دی۔ ہدہد جب یہ خط لے کر پہنچا تو ملکہ نے اپنے اراکین حکومت سے مشورہ کیا نیز کہا کہ میں سلیمان علیہ السلام سے لڑائی لینا نہیں چاہتی۔ اس لئے جب ایک بادشاہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتا ہے تو ملک کی سرسبزی وشادابی اور خوشحالی اس کے غیظ وغضب کی نذر ہو جاتی ہے۔ اس سے قبل کہ سلیمان ہم پر حملہ کرے میں اس کے پاس کوئی ہدیہ بھیجنا مناسب سمجھتی ہوں۔ چنانچہ ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں اپنے ایلچی کے ہاتھ کوئی ہدیہ بھیجا۔

آپ نے ایلچی سے کہا کیا تم دولت وحشمت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے دعوت نامہ مال ودولت کے حصول کے لئے بھیجا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے۔ وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دے رکھا ہے۔ تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش اختیار کرے اور اس طریقہ وروش سے باز آئے جو اس نے اختیار کیا ہوا ہے ورنہ ہم فوجیں لے کر آرہے ہیں جن کا مقابلہ تم سے نہیں ہو سکے گا۔

ملک سبا: سبا ایک قوم کا نام ہے جس کی ملکہ کا نام بلقیس تھا۔ قرآن حکیم میں ملکہ سبا کا ذکر آیا ہے۔ سبا کا ملک اسی قوم کے نام پر مشہور ہے جو اس کا مسکن تھا۔ یہ لوگ یمن کے مشرقی علاقے میں رہتے تھے۔ اور مآرب ان کا دارالسلطنت تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ قوم سبا ایک طاقت ور اور تاجر قوم تھی۔ ان کے دیار ومسکن میں قیمتی دھاتیں، ہیرے، جواہرات، نیز ریشم وبخورات اور مسالے بکثرت ملتے تھے۔ نیز ہندوستان کا مال یمن کے ساحل پر اترتا تھا۔ جہاں سے یہ لوگ ہندوستانی مال کو شام وفلسطین اور مصر وغیرہ میں لے جاتے اور خوب

Marfat.com

تجارت کرتے تھے۔ غرض ملک سبا ایک وادی زرخیز اور سرسبز شاداب ملک تھا۔

لیکن قومِ سبا۔ دولت وحکومت کے نشہ میں خدا کو بھول چکی تھی۔ اور وہ تمام خرابیاں اور برائیاں جو قوم عاد وثمود میں تھیں ان میں بھی موجود تھیں حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر یہاں پہنچیں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ وحشی قوم کے عفریت نامی ایک شخص نے کہا کہ اس سے قبل کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں میں اتنی قوت رکھتا ہوں کہ اسے لاکر آپ کے قدموں حاضر کروں۔ لیکن ان درباریوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا۔ جسے اس خط وکتابت کا علم تھا جو ملکہ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے درمیان ہوئی تھی۔ وہ بولا کہ یہ کام میرے سپرد کر دیا جائے۔ اسے میں بخوبی سرانجام دے سکوں گا۔ یہ شخص وحشی قبائل میں سے تھا۔ اور نہایت فہیم ولئیق اور اس کے ساتھ ساتھ لحیم شحیم بھی تھا۔ اس کے بازوؤں میں بڑی طاقت تھی۔ چنانچہ یہ مہم اس کے ذمہ لگا دی گئی۔ جسے اُس نے بہت جلد سر کر لیا۔

یلغار کے وقت حضرت سلیمانؑ کی طرف سے چونکہ یہ ہدایت کی گئی تھی۔ کہ ملک سبا کو تاخت وتاراج اور ویران و برباد نہ کیا جائے جیسا کہ عموماً اس زمانے کے بادشاہ کیا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہونے کے علاوہ چونکہ نبی بھی تھے لہٰذا یہ ان کے منصب نبوت کے خلاف تھا کہ وہ فاتحین کے طریقہ کی پیروی کرتے۔ پس جب ملک سبا فتح ہو گیا۔ اور ملکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اسی بات کو جتانے کے لئے کہ دعوت نامہ مذکور مال و دولت کے حصول کے لئے نہیں تھا۔ کہا۔ دیکھو یہی ہے نا تمہاری دولت وحکومت اس میں کوئی کمی بیشی تو واقع نہیں ہوئی۔ ملکہ کے دل نے یہ عالم دیکھ کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور وہ ایمان لے آئی۔

علامہ طبری نے ملکہ کے قیام سے متعلق جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اہتمام بیان کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ قرآن حکیم سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ شیش محل میں ملکہ ٹھہرائی گئی چونکہ اس سے قبل ملکہ نے شیش محل نہیں دیکھا تھا لہٰذا جب اسے بلوریں

Marfat.com

فرش پر درودیوار کا عکس نظر آیا تو اس نے خیال کیا کہ یہ پانی ہے وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ لیکن یہ کہنا کہ مذکورہ اہتمام صرف ملکہ کی پنڈلیوں پر بال دیکھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ سراسر بیہودہ ہے اس کی کوئی سند نہیں۔

سحر بابل: دراصل یہودیوں نے اپنی افتاد طبیعت کی بنا پر جہاں انبیاء کرام کو قتل کیا ہے تکلیفیں پہنچائی ہیں وہاں ان پاک لوگوں کی ذات بھی ان کے کذب وافتراء کے حملوں سے بھی محفوظ نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ چونکہ بنی اسرائیل کے انتہائی عروج وکمال کا زمانہ تھا۔ لہٰذا یہودیوں نے آپ کے باب میں بھی خوب جی بھر کے غلو کیا ہے۔ اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں کیا کہ ان باتوں سے نبی کی عصمت پر حرف آتا ہے۔ چنانچہ یہ تو خیال ظاہر ہے کہ آپ سے متعلق جنوں۔ بھوتوں۔ پریوں اور دیوؤں وغیرہ کا مطیع ہونا منسوب کیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس تمام طلسم کے باندھنے کے لئے یہودیوں نے ایک اسم اعظم بھی ایجاد کیا جو واقعی ان کا نتیجہ فکر ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ مسلمان میں بھی راسخ ہے لیکن ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہودیوں نے کمال یہ کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلم السحر گردانا ہے۔ اور ان کے جادو کی بنیاد ہاروت وماروت کے سحر پہ رکھی ہے۔ جن کو بقول ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا دیکھنے کے لئے زمین پر بھیجا۔ لیکن یہ دنیا پر آ کر زہرہ (ستارہ) سے عشق کر بیٹھے جو رنڈی تھی۔ اور اس کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو تو ستارہ بنا کر آسمان پر اٹھا لیا۔ لیکن یہ دونوں عشق ومحبت کی پاداش مین دھر لئے گئے۔ اور چاہِ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے۔ جہاں وہ ان لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے ہیں جو سیکھنے کے لئے ان کے پاس چلے جائیں۔

مذہب کتب سلیمانی: یہود جو کتابیں جناب سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تین ہیں۔ اول شار ہین۔ اس کتاب میں بجز بے سروپا باتوں کے کچھ نہیں۔ مطلق سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہنا چاہتے ہیں کبھی مرد وعورت کی عاشقانہ گفتگو ہوتی ہے۔ کبھی کیمیا کے گُر بتائے جاتے ہیں اور کبھی ہذیانیت دکھائی جاتی ہے۔

Marfat.com

دوسری کتاب مثل ہے جس میں کچھ کہانیاں ہیں اور کچھ نصیحتیں ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان بنایا تو میں موجود تھا۔ جب دو ستاروں کی حدِ صحیح مقرر کر رہا تھا۔ انہیں ٹھونک رہا تھا۔ آسمانوں کو عالم بالا میں مضبوط کر رہا تھا پانی کے چشموں کا اندازہ کر رہا تھا۔ اور جب وہ اس زمین کی بنیادیں درست کر رہا تھا میں اس کے ہمراہ سب کاموں کے لئے تیار تھا۔

تیسری ''فوہلث۔'' اس میں یہ مضمون ہے کہ انہوں نے اللہ کو مخاطب کر کے یہ بات کہی کہ مجھے اپنی امت کے لئے بحیثیت امیر اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں پر بطور حاکم کے منتخب کر دے۔

اسم اعظم: تالمود بابلی اور فلسطینی۔ ہر دو نسخوں کے مضامین مراقبہ ونصائح اور بیانات اور فرضی قصص وامثال پر مشتمل ہے۔ اسم اعظم کا افسانہ تالمود ہی کے افسانوں میں سے ایک ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اس پر ''اسم اعظم'' کندہ تھا۔ اس کی تاثیر یہ تھی کہ انسان، حیوان، چرند، پرند، اور جن بھوت پری، دیوی وغیرہ آپ کے پاس کھینچے چلے آتے تھے۔ جب آپ کی سلطنت عظیم الشان ہوگئی اور آپ کو اپنی قوت وقدرت پر بڑا ناز اور گھمنڈ ہونے لگا۔ تو یہ بات خداوند یہود کو بہت ناگوار گزری۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوؤں کے ملک کا بادشاہ حموذیس کسی ترکیب وچالاکی سے آپ کی انگوٹھی لے اڑا۔ جس سے آپ کا تمام کاروبار جو کہ انگشتری کی تاثیر ہی سے چل رہا تھا۔ چوپٹ ہو گیا۔ چنانچہ آپ اس انگوٹھی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے فقیروں کا بھیس اختیار کر کے اپنے ملک سے نکلے۔ اور بادشاہ آلمون کے ہاں ایک باورچی کی نوکری کر لی۔ لیکن یہاں پیر نہ جمانے پائے تھے کہ شہزادی سے محبت کرنے پر جلد ہی نکال دیئے گئے۔ اور شہزادی کو بھی آپ کے ساتھ دھکیل دیا گیا۔ اب یہ دونوں بھیک منگوں کے بھیس میں ایک مقام پر پہنچے۔ وہاں ایک ماہی گیر کا گزر ہوا۔ بھکارن شہزادی کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے ماہی گیر سے ایک مچھلی خرید لی۔ قدرت خدا کہ جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں

Marfat.com

وہی انگوٹھی نکل آئی۔ جو حمودیس نے چرائی تھی۔ اب کیا تھا۔ انگوٹھی کے ملنے سے پھر سب کچھ مل گیا۔ پل جھپکنے کی دیر میں آپ بیت المقدس پہنچے۔ آپ نے حمودیس کو غداری کی سزا دی۔ اور اپنا کاروبار حکومت از سرِ نو قائم کیا۔"

یہ ہیں وہ خرافات جو ہمارے بعض نام نہاد محدثین کرام اور واعظان خوش بیان کی سخن طرازیوں اور لے نوازیوں کی بدولت ہمارے ہاں بھی راہ پا چکی ہیں۔

وفات: ہمارے چند واعظانِ خوش بیان نے یہ نگارش بھی تورات ہی سے لی ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ ایک برس تک میرے موت کا ہرگز کسی کو علم نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ ایک روز مسجد میں گئے اور وہاں عصا ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ کہ اس دوران میں آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ لیکن ایک سال سے لوگ یہی سمجھتے رہے کہ آپ عصا ٹیکے عبادت میں محو ہیں۔ اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔ تب آپ کو بیت المقدس میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی سیرت پر تفصیل تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ہفتم میں پڑھی جا سکتی ہے۔

لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے غریبوں اور ناداروں کے لئے ایک لنگر جاری کیا جس میں سات سو گاڑیاں صرف آٹے آٹے کی خرچ ہوتی تھیں۔ باقی چیزیں اس کے علاوہ تھیں۔ جو آٹے کی گاڑیوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا خود اپنا حال یہ تھا کہ زنبیلیں تیار کر کے بیچتے اور اس سے جو کچھ حاصل وصول ہوتا اس سے اپنی بسر اوقات کرتے۔ گھر میں جو کچھ پکتا اسے مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اور پھر تمام رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ دن میں عدل و انصاف کے ساتھ کاروبار سلطنت چلاتے۔ مختصراً یہ کہ سیرت و صورت دونوں اعتبار سے آپ کی شخصیت نہایت حسین و جمیل تھی۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب علیہ السلام دیا۔ ہم نے ان سب کو ہدایت کی راہ دکھائی۔ اور اس سے پہلے نوح علیہ

Marfat.com

السلام کو دکھا چکے ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یوسفؑ۔ موسیٰؑ۔ اور ہارونؑ کو بھی یہی راہ دکھائی۔ ہم اس طرح نیک بندوں کو ان کی نیک کرداری کی جزا دیتے ہیں۔

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے تیرا رب سب کا حال جاننے والا ہے۔ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دے دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور دیکھو ہم نے زبور میں یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کے وارث وہی لوگ ہوں گے جن میں وراثت ارضی کے رکھنے کی صلاحیت ہوگی۔

اور دیکھو ہم نے داؤد اور سلیمان علیہ السلام کو علم عطا فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں پکار اٹھے کہ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومنوں پر برتری بخشی اور دیکھو۔ ''ہم نے اس کی مملکت کو مضبوط بنا دیا اور اس کو دانائی اور معاملہ فہمی عطا کی۔''

اور ہم نے جنات کو داؤد کے لئے مسخر کر دیا تھا کہ وہ تمام امور کو سرانجام دیتے اور ایسے ہی قبیلہ طیر کو بھی۔ اور ہم ایسا ہی کرنے والے تھے۔ ہم نے اسے زرہ بکتر بنانا سکھایا کہ وہ تمہیں ایک دوسرے کی زد سے بچائے تو کیا تم ہمارے شکر گزار نہیں ہوتے۔

اور دیکھو ہم نے تند ہواؤں کو بھی سلیمان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ کہ اس کے حکم پر چلتی تھیں اور اس سرزمین کے رخ پر جس میں ہم نے بڑی ہی رحمت و برکت رکھی ہے۔ اور ہم ساری باتوں سے آگاہ ہیں۔ اور دیکھو ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے سمندر کی ہواؤں کو مسخر کر دیا تھا جو صبح کو ایک مہینہ کی اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت طے کر لیا کرتی تھیں۔ اور دیکھو ہم نے اس کے لئے تانبہ کا ایک چشمہ بہا دیا تھا۔ اور وحشی قبائل میں سے ان لوگوں کو فرمانبردار بنا دیا تھا۔ جو اس کے سامنے ہر طرح کے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم میں سے روگردانی کرتا ہم اسے جہنم کے عذاب کا مزا چکھاتے۔

اور سرکش لوگوں میں سے ایسے جو سلیمان علیہ السلام کی خاطر غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ اور بھی قسم قسم کے کام کرتے۔ اور انہیں اپنی حفاظت میں لئے ہوئے تھے۔ اور

Marfat.com

دیکھو ہم نے سرکش اور وحشی قبائل کو اس کا تابع کر دیا۔ کیا معمار اور کیا غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور سرکش بھی تھے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے اور ہم نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ سب کچھ ہمارا عطیہ ہے۔ کسی کا تم پر قرض نہیں۔ پس اگر تم چاہو تو لوگوں کو اس میں سے عطا کرو اور اس طرح سے ان پر احسان کر دیا۔ اگر تم چاہو تو اسے بے حساب روکے رکھو۔ مزید برآں ان کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب اور نیک انجام ہے۔

اور دیکھو جب سلیمان علیہ السلام نے رسالوں کی حاضری لی تو کہا۔ کیا بات ہے میں ہُد ہُد کو یہاں نہیں پاتا۔ کیا وہ یہاں نہیں ہے؟ میں یقیناً اسے بہت سخت عذاب دوں گا۔ بلکہ اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ اِلّا یہ کہ وہ کوئی واضح حجت پیش کر دے چنانچہ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہُد ہُد آ گیا اور کہنے لگا۔ میں ایک ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔

میں آپ کے لئے قوم سبا کے پاس سے تحقیقی خبر لے آ رہا ہوں۔ اس نے وہاں ایک عورت کو پایا کہ ان لوگوں پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر طرح کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا قیمتی تخت ہے۔

ہُد ہُد نے کہا میں نے اسے اور اس کی قوم کو خدا کی بجائے آفتاب کی پرستش کرتے دیکھا ہے۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مزین بنا رکھا ہے۔ سیدھی راہ روک رکھی ہے۔ اس لئے وہ راہ حق پر نہیں چلتے۔ یعنی اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے۔ اور ایسا عالم الغیب ہے کہ تمہاری ان باتوں کو بھی جو تم چھپاتے ہو، اور ان کو بھی جنہیں تم ظاہر کرتے ہو۔ جانتا ہے۔ اللہ ہی وہ ایک ذات ہے جس کو سوا کوئی عبادت گزاری کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

سلیمان نے کہا میرا یہ خط لے جا۔ اور اسے پہنچا کر چلا آ۔ دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ملکہ نے کہا۔ اے اہل دربار میرے پاس ایک بڑا وقیع خط آیا ہے۔ مجھے اس سے متعلق مشورہ دو۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا ہم بڑی طاقت و قوت رکھتے ہیں۔ معاملہ

Marfat.com

تمہارے ہاتھ میں ہے۔غور کر لو۔ملکہ نے کہا بادشاہ جب،

کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر ڈالتے ہیں اور اس کے معززین کو ذلیل کرتے ہیں۔میں ان کے پاس فی الحال ایک تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا خبر لے کر آتے ہیں۔

جب ملکہ سبا کا ایلچی تحفے لے کر پہنچا تو سلیمان نے کہا۔کیا مال سے تم میری مدد کو آئے ہو۔جو کچھ مجھے اللہ نے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دے رکھا ہے۔البتہ کچھ تم ہی اپنے ان تحائف پر اتراتے ہو گے۔اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر تم اپنی روش سے باز نہیں آتے تو ہم ایسی فوجیں لے کر آرہے ہیں جن کا تم سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔

ملکہ سے کہا گیا کہ اس محل میں سلیمان سے ملنے کے لئے داخل ہو جاؤ چنانچہ اس نے جب محل کا صحن دیکھا تو اسے پانی کا بھرا ہوا حوض خیال کیا اور سخت کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔سلیمان نے کہا گھبراؤ نہیں یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے۔

ملکہ پکار اٹھی۔اے رب! بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔اور میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خدا رب العالمین کی مطیع و فرمانبردار ہو گئی۔

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام

ولادت و بعثت: عبرانی میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام یوناہ آتا ہے۔ آپ کا زمانہ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً سات سو برس پہلے کا خیال کیا جاتا ہے۔ آپ سر زمین نینوا میں پیدا ہوئے۔ اور اسی ملک کے باشندوں کی ہدایت کے لئے مامور کیے گئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے چھ سو برس کے مصائب و آلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جو عروج و اقتدار پایا۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بامِ ترقی میں پہنچ کر آپ کے انتقال پر ختم ہو گیا۔ جناب حضرت سلیمان علیہ السلام کی آنکھ بند ہوتے ہی بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے۔ جب ان کا کفر و ضلالت حد سے بڑھا تو قدرت الٰہی نے ان پر بخت نصر، شاہ نینوا کو مسلط کر دیا۔ جس نے بنی اسرائیل کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔ اور بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہیکل سلیمانی اور مسجد اقصیٰ کو لوٹ لیا۔ تمام ہیرے جواہرات نکال کر انہیں کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ بخت نصر کے اس آخری اور شدید حملے میں ستر ہزار اسرائیلی قتل ہوئے۔ بادشاہ بنی اسرائیل گرفتار ہوا۔ اور اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ شہزادے جان بچا کر مصر بھاگ گئے۔ مگر یہ برق و باد کی طرح وہاں بھی جا پہنچا اور سب کو دبوچ لیا۔ اور وہ غارت گری بپا کی کہ پناہ بخدا۔ بخت نصر اربوں روپے کی اشیاء اور ساٹھ ہزار اسرائیلیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔

بخت نصر کے اس حملہ نے بنی اسرائیل کی تمام شان و شوکت خاک میں ملا دی۔ اور اس قوم کے تمام عالموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے حکم سے تورات کے تمام

Marfat.com

نسخے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نذر آتش کر دیئے گئے۔ نیز حکم دیا جو اسرائیلی عبادت کرتا ہوا پکڑا جائے اسے وہیں تلوار کی ضرب سے ڈھیر کر دیا جائے۔ غرض یہ ایک عذاب الٰہی تھا جس نے آن کی آن میں جاہ وحشمتِ اسرائیل کو پائے حقارت سے روند ڈالا۔ نصف صدی گزرنے کے بعد جب انہوں نے پھر کروٹ لی ہے اور بیت المقدس کو پھر سے آباد کیا تو ایک رومی نے اٹھ کر انہیں پھر وہیں اسفل السافلین میں پہنچا دیا۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں کا شکر ادا نہیں کرتی۔ بے شک اس کا یہی حشر ہونا چاہئے تھا۔ اس کے بعد عراقیوں کو اقتدار نصیب ہوا۔ جن میں اہل بابل و نینوا دونوں شامل ہیں یہ قومیں بھی سخت کافر و نافرمان تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام سے ۸۱۵ آٹھ سو پندرہ برس بعد تشریف لائے۔

سرکشی: حضرت یونس بنی اسرائیل میں خاندان بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام سے تھے۔ نینوا کی شان و شوکت اور عروج و اقتدار کا وہی عالم تھا جو بابل اور بیت المقدس وغیرہ کا تھا۔ اس کا تمدن اور اس کی تہذیب اپنے وقت کی بہترین تہذیب و تمدن خیال کی جاتی تھی۔ اب تو نینوا کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن ان ایام میں عروس البلاد تھا۔

اہل نینوا بڑے دولت مند اور ترقی یافتہ لوگ تھے۔ مگر دولت کے نشہ میں وہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے تھے۔ انسانیت پائے حقارت سے ٹھکرائی جا رہی تھی۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کی اور مقدور بھر اہتمام دعوت حق کیا لیکن یہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے۔ تمسخر کرتے اور قریب سے نکل جاتے تھے۔ انہیں آپ کی بات کا سننا گوارا نہیں تھا۔ ایک روز آپ نے قوم کے سامنے تقریر کی اور انہیں توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! اگر تم اس دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو سن لو کہ عذاب الٰہی تمہارا مزاج بحال کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے۔ مگر لوگوں نے اس کان سے بات سنی اور اُس کان سے نکال دی۔ اور دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بطن ماہی: اس تقریر کے تیسرے دن صبح کو افق پر ایک ابر سرخ نمودار ہوا جو دیکھتے دیکھتے

Marfat.com

تمام آسمان پر پھیل گیا۔ اوراس سے فضا میں سخت حدت پیدا ہوگئی۔ لوگ گھبرائے اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلے کہ اس مصیبت میں ان کو خدا یاد آ گیا۔ چنانچہ وہ خدا کی بارگاہ میں جھک گئے اور اپنی بھول کی معافی مانگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے حال پر رحم آ گیا۔ اور عذاب ٹل گیا۔ اب یہ بیان تورات کا ہے۔ ''کہ عذاب الٰہی کے ٹلنے پر آپ ایک غار سے نکلے اور قوم کا رنگ ڈھنگ دیکھنے کو چل دیئے۔ لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ اللہ کا عذاب انہیں پکڑتے پکڑتے رہ گیا تو سخت خفت ہوئی۔ اوراس خیال سے کہ مذاق اڑے گا رسوائی ہوگی۔ آپ نے قوم کے سامنے جانے سے تامل کیا اور دل میں خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ خلافی کی''۔

چنانچہ آپ نے سرزمین نینوا کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ترسیس کی جانب چلنے کو جہاز میں سوار ہو گئے۔ جب جہاز عین دریا میں پہنچا تو گرداب نے اسے گھیر لیا۔ ملاحوں کا عقیدہ ہے کہ ایسے حال میں کوئی گنہگار جہاز میں سوار ہوتا ہے۔ جس کے سبب سب کے سب عذاب الٰہی میں پکڑ لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس عقیدے کی بنا پر آپ نے دل میں سوچا کہ یہ میرے ہی گناہ کی شامت ہے۔ جو سب پر آ رہی ہے۔ قرعہ اندازی پر جب آپ کا نام نکلا تو ملاحوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا۔ جہاں ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ لیکن قدرالٰہی نے آپ کے وجود کو مچھلی کی غذا نہیں بنایا بلکہ اس کے وجود کو آپ کیلئے قید خانہ بنا دیا۔ جو شیشہ کی طرح بالکل صاف تھا۔ پھر جب دریائے رحمت جوش میں آیا تو قدرت الٰہی نے آپ کو بطنِ ماہی سے نجات دے دی۔

کتاب نور الیقین میں لکھا ہے کہ بحکمِ پروردگار مچھلی نے آپ کو دریائے فرات کے ساحل پر اگل دیا۔ لیکن اس وقت آپ بالکل بے دم اور بے حس و حرکت تھے۔ قوت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اس اثناء میں بحکم خدا وہاں کدو کی ایک بیل پیدا ہوگئی۔ جس نے بڑھ کر اور پھیل کر آپ کو اپنے سایہ میں لے لیا۔ اور ایک جنگلی ہرنی آپ کے دونوں وقت آ کر دودھ پلا جاتی۔ پھر جب آپ کے جسم میں کامل توانائی آ گئی تو وہ بیل آپ سے آپ

Marfat.com

خشک ہوگئی ۔ المختصر جب ایک ایک کر کے تمام مصائب ختم ہو گئے ۔ اور آپ کے بدن کو دھوپ لگنے لگی تو آپ رو دیئے ۔ اور عین اسی وقت وحی نازل ہوئی کے اے یونس علیہ السلام ایک بیل کے خشک ہو جانے پر تو تمہیں اتنا غم ہوا اور میرے لاکھوں بندوں کے عذاب سے بچ جانے پر تم بہت رنجیدہ ہوئے ۔ حالانکہ وہ بھی تو میرے ہی بندے تھے ۔

بیان تورات: تورات کا بیان ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اہل نینوا کی شان و شوکت سے خائف ہو کر حکم الٰہی کے خلاف نینوا کی بجائے ترسیس کی طرف چل دیئے ۔ پھر جب قدرت نے ان کو اپنے حکم کی خلاف ورزی کی پاداش میں بطن ماہی میں پہنچا کر بخش دیا تو آپ نینوا کے باشندوں کی ہدایت کے لئے ادھر چلے آئے ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ توحید کی دعوت دی۔ لیکن جب وہ نہ مانے تو آپ نے کہا۔ اے اہل نینوا کان کھول کر سن لو کہ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی۔ اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا نہ کیا۔ تو آج سے چالیس روز کے بعد عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے ۔ لیکن جب عذاب الٰہی ٹل گیا تو آپ کھسیانے ہوئے ۔ اور شرم کے مارے شہر سے باہر ایک چھپر بنا کر بیٹھ گئے ۔ اور وہاں رینڈی کے درخت کی شاخوں نے ادھر ادھر پھیل کر سایہ کا سامان بہم پہنچا دیا۔ لیکن جب اس درخت میں کیڑا لگ گیا اور اس کے پتے اور شاخیں سب خشک ہو گئیں تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر بمطابق تورات "تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے کچھ محنت نہ کی اور نہ تو نے اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات اگا اور ایک ہی رات سوکھ گیا۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوا پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیاں سے زیادہ ہیں۔ جو اپنے بائیں اور داہنے ہاتھ کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے ۔ اور مویشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں۔

بیان قرآن: قرآنِ حکیم میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر سورہ صافات ۔ سورہ انبیاء۔ سورہ انعام اور سورہ یونس میں آیا ہے۔ چنانچہ سورہ صافات میں ارشاد ہوتا ہے۔ وان یونس لمن المرسلین اذابق الی الفلک المشحون . اور یونس علیہ السلام بھی

Marfat.com

ہمارے رسولوں میں سے تھا۔ اور یاد کرو جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگا تھا۔ سورہ انبیاء میں آتا ہے وہ راہِ حق میں خشمناک ہوکر چلا گیا تھا۔ فساھم فکان من المد حضین فالتقمه الحوت وھو ملیم۔ پس جہاز کے مسافروں کے ساتھ وہ شریک ہو گیا اور پر وہ ان لوگوں میں ہو گیا جو سمندر میں ڈال دیئے گئے۔ پھر ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ نیز قرآن حکیم میں آتا ہے کہ جب اس پر حالت تنگ ہو گئی اور نا امیدیوں کے اندھیرے میں سے اس نے پکارا اے میرے رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فاستجبنا له و نجینه من الغم و کذالک ننجی المومنین ۔ تب ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اور غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے کشتی سے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ ''بھری ہوئی تھی'' اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کشتی ایک حد سے بڑھ جانے پر سواریوں کے وزن کی متحمل نہ ہو سکی۔ لہٰذا ممکن ہے کہ کوئی ایسی صورت پیش آئی ہو جس سے حضرت یونس علیہ السلام کو لوگوں کی جان بچانے کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ قرآن حکیم میں آتا ہے۔ فلو لا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون فنبذ بالعراء وھو سیقم۔ پس اگر وہ ہاتھ پیر مار کر تیرنے والا یعنی مسبحین میں سے نہ ہوتا تو وہ روز قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتا۔ پھر ہم نے اسے ایک میدان میں ڈال دیا۔ وہ اس وقت بڑا سقیم یعنی مضمحل و کمزور تھا۔ وانبتنا علیه شجره من یقطن ۔ اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا۔ وارسلنه الی مائة الف اویذیدون ۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

تبلیغ حق: علامہ طبری نے تفسیر طبری جلد پنجم میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ تبلیغ کی غرض سے نینوا کی طرف چلے اور نینوا کے قریب پہنچ کر جب ایک چرواہے سے آپ نے تھوڑا سا دودھ مانگا۔ تو وہ کہنے لگا جب سے ہمارے نبی جناب یونس علیہ السلام غائب ہوئے ہیں تب سے ہمارے ملک میں قطعاً بارش نہیں ہوئی۔ اور پانی کے نہ برسنے کا یہاں

Marfat.com

اس قدر سخت اثر پڑا ہے کہ بکریوں کے تھن دودھ سے خالی ہو گئے۔ ہمارے شاہ نینوا نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص ان کی خبر دے گا میں اس کے عوض مخبر کے ہاتھ ملک وقوم سونپ کر خود تخت وتاج سے الگ ہو جاؤں گا۔ لکھا ہے کہ جب آپ نے چرواہے کی یہ بات سن کر بکریوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ چرواہا یہ معاملہ دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ یہی ہمارے نبی ہیں۔ چنانچہ اس نے بسرعت تمام اپنی قوم کے پاس پہنچ کر آپ کے آنے کی اطلاع دی۔ ایک عالم اس اطلاع پر ٹوٹ پڑا۔ اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا گیا۔ اور تمام لوگوں نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور مشرف بہ ایمان ہوئے۔

ترجمہ ملخصات آیات قرآن حکیم: اور دیکھو یونس بھی ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے تھا یاد کرو۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی سے نکل گیا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اسے تنگی میں نہیں ڈالیں گے۔ لیکن پھر جب اس پر حالت تنگ ہوئی۔ تو مایوسیوں کے اندھیرے میں اس نے ہمیں پکارا۔ اے رب! تیری پاک ذات کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ تب ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اور مصیبت سے نجات دی۔ اور دیکھو مومنین کو ہم اس طرح سے نجات دیا کرتے ہیں۔

پس یونس علیہ السلام جہاز کے مسافروں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ چنانچہ یہ بھی ان لوگوں میں ہو گئے جو سمندر میں ڈال دیئے گئے۔ پھر ایک بڑی مچھلی نے ان کو منہ میں دبوچ لیا۔ پس اگر یونس مسبحین میں سے نہ ہوتا۔ تو وہ قیامت کے دن تک اس کے پیٹ میں رہتا۔ پھر ہم نے اسے ایک میدان میں ڈال دیا لیکن ایک مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث وہ کمزور تھا۔ اور دیکھو ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ یونس علیہ السلام کی قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب اس پر سے ٹال دیا۔ جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا۔ اور ایک خاص عرصے تک سروسامان حیات سے بہرہ ور ہونے کی مہلت دے دی۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عزیر: جن ایام میں بخت نصر شاہِ نینوا بنی اسرائیل کو پکڑ کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا۔ حضرت عزیر السلام بھی اس کے ہمراہ تھے۔ جو ستر برس تک اس کی قید میں رہے۔ جب جیل سے رہائی ملی تو آپ تن تنہا ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف ہو لیے۔ جس راستے سے وہ روانہ ہوئے۔ اس میں ایک شہر پڑا جو کھنڈر ہو چکا تھا۔ اور ہر طرف انسانوں کی بوسیدہ ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ آپ نے اس نظارا کو بڑی عبرت کی نگاہ سے دیکھا۔

قصص القرآن میں لکھا ہے کہ رہائی کے بعد حضرت عزیز السلام نے کامل پچاس برس تک اپنی قوم بنی اسرائیل کو توحید کی تعلیم دی۔ اور انہیں ایک مالک ازلی کا بندہ بنانے کی کامل کوشش کی۔ آپ کے عہد میں بنی اسرائیل پھر ترقی کرنے اور خوشحال ہونے لگے۔ اور بیت المقدس جو بخت نصر کے حملہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ پھر بارونق ہو گیا۔

تصور ابنیت: بنی اسرائیل حضرت عزیر علیہ السلام کو تہہ دل سے چاہتے تھے۔ ہر شخص ان کی تحریم و تکریم کرتا آپ جو حکم دیتے۔ دل و جاں بجالاتا۔ مگر افسوس حضرت عزیر السلام کے انتقال کے بعد یہ لوگ پھر گمراہ ہو گئے۔ اور سخت کفر و شرک کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت عزیر تو اللہ تعالیٰ کے بہت ہی پیارے بیٹے تھے۔ اور تمام بنی اسرائیل نے اس پر اتفاق کر لیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے بعد جناب زکریا کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ آپ حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کی اولاد

Marfat.com

سے تھے۔ اور علمائے بیت المقدس کی طرف سے قوم کے سردار تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کثیر العبادت۔ صائم الدہر۔ اور قائم اللیل ہونے کے باوجود نہایت منکسر المزاج نیک طبع اور بہت خوش اخلاق تھے۔ تفسیر طبری جلد دوم میں لکھا ہے کہ آپ نے ہر چند قوم بنی اسرائیل کو سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کی۔ لیکن آپ کی ہر کوشش بے کار ثابت ہوئی۔

جناب مریم: جناب مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کی بھانجی تھیں اور اپنے بوڑھے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ اور اپنے باپ کے بڑھاپے میں بڑی بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے پیدا ہوئیں تھیں۔ آپؑ کے دامن شفقت و پرورش میں رہتی تھیں۔ آپ نے ان کے لئے ایک الگ کمرہ تعمیر کروادیا تھا۔ جہاں وہ اکثر مصروفِ عبادت رہتیں۔ جب لوگوں کی سرکشی و عداوت حد سے بڑھ گئی تو بدبختوں نے حضرت زکریاؑ پر آپؑ سے زنا کا اتہام لگا دیا۔ اور معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ بادشاہ الطیفن ہر دوس تک کو بھڑکا دیا۔ اس ظالم و فاسق بادشاہ نے آپ کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ جامع البیان میں لکھا ہے کہ جناب زکریا علیہ السلام نے خاموشی سے اپنا سر کٹوا لیا۔ آپ آرے کے ساتھ ناحق چیر دیئے گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام: جناب یحییٰ علیہ السلام بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد جناب زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد محترم : اب زکریا علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نبی مقرر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا اور اسے ہر دم یاد رکھنا۔ ہر لحظہ اس کا ذکر کرتے رہنا۔ قرآن حکیم نے آپ کی نمایاں خصوصیات بتائی ہیں۔

روضۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ بادشاہ بنی اسرائیل کی ایک ملکہ نہایت شاطر و عیار تھی۔ جب اس کی جوانی کا رنگ روپ ختم ہونے کو آیا۔ اور آفتاب شباب ڈھلنے لگا تو اس پر بادشاہ کی نگاہ التفات کچھ کم ہو گئی۔ ملکہ نے یہ سوچ کر کہ محلات پر کسی دوسری ملکہ کا قبضہ نہ ہو جائے۔ ایک خوبصورت کنیز منگوا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔ اور کہا کہ میں اس کنیز کو آپ کے نکاح میں دے رہی ہوں۔ بادشاہ نے کہا میں یحییٰ سے پوچھ لوں کہ آیا سے یہ نکاح

Marfat.com

جائز بھی ہے؟ کہتے ہیں ملکہ کو یہ بات ناگوار گزری۔ چنانچہ اس کے دل میں یحییٰ کے خلاف کدورت پیدا ہو گئی۔ اور بالآخر آپ کو شہید کر دیا۔ (وَاللّٰہ اعلم بالصَّوابُ)

تفسیر طبری میں مرقوم ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر قلم کروانے کے بعد آپ کے سر کا خون بند نہیں ہوتا تھا۔ آخر شاہِ فارس نے عذاب الٰہی کی صورت میں بنی اسرائیل پر حملہ کر کے اپنے لشکر کے سپہ سالار کو حکم دیا کہ شہر میں اتنے بنی اسرائیل قتل کر دیئے جائیں کہ ان کا خون ایک ندی کی شکل اختیار کر کے میرے خیمے تک پہنچ جائے۔ کہتے ہیں کہ ستر ہزار انسان قتل ہو چکے تو حضرت یحییٰ کا خون بند ہوا۔ اور ادھر سپہ سالار کے دل میں بھی رحم آ گیا اس نے بادشاہ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے چوپائے منگوا کر ذبح کئے اور خون بادشاہ کے خیمہ تک پہنچا۔ تب کہیں جا کر قتل عام کا حکم موقوف ہوا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد آپ کے بھانجے حضرت عیسیٰ علیہ السلام منصب نبوت پر فائز کئے گئے۔ اس وقت آپ تیس برس کے ہو چکے تھے۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جہاں تک موقع ملا، انہوں نے اپنے بھانجے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیمات الٰہی دینے۔ وحی الٰہی میں رنگنے اور آپ کو روحانی طور پر کامل بنانے کی پوری کوشش کی۔ حضرت یحییٰ نابلس میں دفن کئے گئے۔ اور آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کا بار آپ کے کندھوں پر ڈالا۔

عیسیٰ ابن مریم: قرآن حکیم میں جناب عیسیٰ ابن مریم کا ذکر بیشتر مقام پر آتا ہے لیکن سورہ بقر۔ سورہ آل عمران۔ سورہ نسا۔ سورہ مائدہ۔ سورہ توبہ۔ سورہ مومنون۔ سورہ الصف۔ سورہ حدید میں کثرت سے ہے۔

وجہ تسمیہ: جوہری کے نزدیک عیسیٰ کا لفظ عبرانی ہے یا سریانی سے لیا گیا ہے۔ لیث کا خیال ہے کہ لفظ عیسیٰ ایشوع سے معدول ہے۔ یا ممکن ہے عیسو کی بگڑی ہوئی شکل ہو۔ راغب کا خیال ہے کہ اگر لفظ عربی الاصل ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ العیس سے لیا گیا ہو۔ عربی میں العیس کے معنی سفید اونٹ کے ہیں۔ جس کے رنگ میں قدرے

Marfat.com

سیاہی ہو۔ تاج نے لکھا ہے کہ العیس ایسے سفید اونٹ کے معنی میں آتا ہے کہ جس میں ذرا بھورا پن ہو۔

غالباً جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و شباہت نیز رنگت کی مناسبت سے یہ نام تجویز ہوا۔

خاندان عیسیٰ علیہ السلام: جناب عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان اور زہد واتقا کے اعتبار سے ایک امتیازی شان کا مالک تھا۔ آپ جناب داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ جناب مریم علمائے یہود کے سردار بیت المقدس کے مجاور عمران ابن ماثان کی دختر نیک اختر تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام حسنہ بنت ناقود بن قبیل تھا۔ اور آپ کی خالہ ایشاع جناب زکریا علیہ السلام کے عقد میں تھیں۔

جناب مریم: جناب مریم ایک خدا رسیدہ اور پاک باطن خاتون تھیں۔ اپنے خالو جناب زکریا علیہ السلام کے زیر سایہ آپ نے تربیت و پرورش پائی۔ آپ اکثر مسجد میں مصروف عبادت رہتی تھیں۔ آپ کی بزرگی اور زہد واتقا کا ایک عالم میں شہرہ تھا۔

اناجیل میں آپ کے منگیتر کا نام یوسف نجار لکھا ہے۔ جو یعقوب ابن ماثان کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے یوسف آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ مریم پاک باطن خاتون، بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے حاملہ ہو گئیں۔ اور جناب آدم علیہ السلام کی طرح آپ کے بطن سے وہ ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ مسیح رکھا۔ اور آپ کے وجود کو اپنی قدرت کاملہ کی ایک علامت قرار دیا۔

ولادت: جناب عیسیٰ کی والدہ محترمہ "ناصرہ" میں تھیں کہ آپ جناب زکریا علیہ السلام سے ملنے بیت المقدس آئیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ بدبخت یہودیوں نے جناب زکریا علیہ السلام کو آپ سے زنا کرنے کے الزام میں قتل کر ڈالا۔ تو آپ الٹے پاؤں پلٹ گئیں۔ ابھی راستے ہی میں تھیں کہ آپ کو درد زہ شروع ہوا۔ اور بیت المقدس سے چھ میل دور بیت اللحم کے قریب کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔ اور وہیں

Marfat.com

جناب عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔

منصب نبوت: جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی فقیرانہ عنوان سے بسر ہوئی ہے۔ آپ کی تیس برس کی عمر تک آپ کے ماموں جناب یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام کا سکہ نبوت رواں رہا۔ اور اب اس کے بعد آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ اور زیادہ سے زیادہ تین ساڑھے تین برس تک آپ ایک نبی کی حیثیت سے بندوں کے درمیان موجود رہے۔

اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کیا کرتے رہے۔ آپ کا بچپن اور لڑکپن کس حال میں گزرا۔ اس سے متعلق کچھ تفصیل سے نہیں کہا جاسکتا۔ آپ کے حالات مکمل طور پر اب تک نگاہوں کے سامنے نہیں آسکے۔

محقق رینان کا خیال ہے کہ آپ نبوت سے قبل فرقہ السینی سے متعلق رہے۔ اس گروہ کا اجمال یہ ہے کہ اس کے اراکین، بڑی بڑی سخت و دشوار آزمائشوں اور زہرہ گداز ریاضتوں کے بعد اس فرقہ کے رکن خیال کئے جاتے تھے۔ اس گروہ کا مقصد خلق خدا کی خدمت کرنا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ بیماروں کا مفت علاج کرتے اور ناداروں کا دکھ درد سنتے اور حتیٰ الامکان ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ مصر و فلسطین اس فرقہ کے خصوصی مرکز تھے۔ قیاس کہتا ہے کہ جناب عیسیٰ کا بعنوان فقیرانہ زندگی بسر کرنا اسی فرقہ کی رکنیت کا نتیجہ تھا۔

گمراہان ازلی: تیس برس کی عمر تک پہنچنے کے بعد جب آپ نبوت کے منصب پر فائز کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آپ کو نبی منتخب کیا اور آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کیا۔ بنی اسرائیل کو توحید کی طرف بلایا۔ اور انہیں ایک آسمانی انقلاب کی دعوت دی۔ نیز خلافت الٰہیہ قائم کرنے پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ ملوکیت و سرمایہ داری اور پیشوائیت کے خلاف جہاد کرنے پر وعظ کیا۔ آپ کے عہد رسالت میں بنی اسرائیل قیصر روم کے باجگوار بن چکے تھے اور اس کی غلامی کا طوق گلے میں تھا۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ ہر وہ بات جو فائدے کی غرض سے ان سے کہی جاتی یہ اسے الٹا سمجھنے لگتے۔ اور اپنے مفاد کے خلاف جانتے گویا نافرمانی و ناشکری ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

Marfat.com

ہر چند آپ نے انہیں ہدایت کا راستہ دکھانے کی سعی کی۔ لیکن یہ گمراہان ازلی خدا کے پیغام کو قبول کرنے والے نہ تھے۔ انہوں نے کسی عنوان سے تعلیمات الٰہی کو قبول نہ کیا۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کا وعظ صرف یہودیوں کے حق میں سم قاتل تھا۔ انہوں نے اپنی ذات میں برہمیت کی صفات پیدا کر کے اپنے لیے خدائی مسندیں بچھا رکھی تھیں۔ لہٰذا جناب عیسیٰ کی ہر روز مخالفت کی گئی۔ اور یہاں تک کہ انہیں حکومت سے باغی قرار دے کر ٹھکانے لگانے کی کوشش کی گئی۔

آمد مسیح: جناب مسیح کے بارے میں دو خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جناب مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

قیامت کے قریب امت مسلمہ کی تجدید و احیاء کے لئے آپؑ ایک بار پھر ظاہر ہوں گے۔ اور اس کے بعد آپ کی طبعی رحلت ہو گی۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ آپ مصلوب نہیں بلکہ غائب ہو گئے اور پھر گوشۂ گمنامی ہی میں فوت ہو گئے۔ اب وہ دنیا میں دوبارہ کسی حال میں بھی نہیں آ سکتے۔

فریق ثانی کا خیال ہے کہ جناب عیسیٰ کی ذات سے رومیوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ جناب عیسیٰ کا وجود صرف بنی اسرائیل کے لئے گراں تھا۔ جسے وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ انہی کے طوفان بدتمیزی بپا کرنے کا اثر تھا۔ کہ قیصر کو جناب عیسیٰ کے پھانسی دیئے جانے کے حکم پر مہر حکومت ثبت کرنی پڑی۔ لیکن جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام مثلاً ہود۔ صالح اور لوط اور جناب ابراہیم ایک جگہ سے دوسری جگہ چپکے سے ہجرت کر گئے۔ اسی طرح جناب عیسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فلسطین سے کسی نامعلوم علاقے کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس کے بعد ان کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ ان کے ساتھ قدرت الٰہی کا معاملہ کیا رہا۔

فریق ثانی اپنے بیان کی بنیاد اس آیہ قرآنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ پر اٹھاتے ہوئے اس رائے کا شدت سے اظہار کرتا ہے کہ آمد مسیح کا نظریہ ہی اصل میں نبوت کا وہ ظلی یا

Marfat.com

بروزی دروازہ ہے جس نے جھوٹے نبیوں کو امت میں آنے اور ایک نئی یا پرانی نبوت کا دعویٰ کرنے کی جرأت دلائی۔

کچھ عرصہ ہوا یورپ کے ماہرین قانون نے قدیم نوشتوں کی مدد سے جناب مسیح کے مقدمہ کی روداد پھر سے مرتب کی ہے جس میں ایک کتاب انیس نامی انگلستان کے بیرسٹر نے لکھی ہے۔ اور دوسری کتاب اٹلی کے ایڈوکیٹ روزیڈی نے شائع کی ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مقدمہ میں یہ بالکل نہیں ہوا کہ رومی عدالت سے کوئی اجتہادی غلطی ہو گئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ یہودیوں نے جناب مسیح کے خلاف ایک جھوٹا استغاثہ بنایا۔ پہلے اسے اپنی مذہبی عدالت میں بے ضابطہ کاروائیاں کر کرا کے پیش کیا جہاں سے ارتداد کے جرم میں جناب عیسیٰ کو موت کی سزا ہوئی۔ پھر اسے ملک کی فوجداری عدالت میں لے گئے اور عدالت کے حاکم پر طرح طرح کے زور آور دباؤ ڈال کر بغاوت کے جرم میں سولی کا حکم دلانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے درمیان مسیح ناصری نامی ایک شعبدہ باز و مفسدہ پرداز انبیائے سابق اور شریعت موسوی کی توہین کرنے والا پیدا ہوا تھا۔ سو ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ خدا دنیا کے گنہگاروں پہ رحم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سب کو یک لخت معاف کر دینا اس کے قانون عدل کے خلاف تھا۔ اس لئے وہ خود یا اس کا اکلوتا بیٹا انسان کے قالب میں یسوع ناصری کے نام سے ظاہر ہوا۔ اور اس نے اپنے آپ کو نوع انسانی کے کفارہ کے طور پر پیش کر دیا۔ سو اس نے انسانی قاعدے کے مطابق سولی پر چڑھ کر جان دی۔ پھر وہ تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا۔

واقعہ صلیب: قرآن حکیم نے بڑی بے جگری کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے مسلمات کو چیلنج کیا اور صاف کہہ دیا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ اور نہ مسیح کو قتل کیا اور نہ پھانسی دی اور لوگوں کو دھوکہ ہو گیا۔ فریق ثانی کے خیال میں شُبِّهَ لَهُمْ سے قرآن حکیم

Marfat.com

کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جن لوگوں نے مسیح کو سولی دیتے دیکھا انہیں دھوکا ہوا۔ درحقیقت وہ سولی نہیں تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ چند آدمیوں نے مسیح کے دشمنوں سے رشوت ٹھہرا لی۔ اور انہیں آبادی سے دور کسی طرح لے گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد جب مسیح غائب ہو گئے تو ان لوگوں نے وہاں سے آ کر مسیح کے دشمنوں سے یہ واقعہ چھپایا۔ اور ان سے یہی کہہ دیا کہ ہم نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ اپنی رشوت کے دام کھرے کر لئے شُبِّهَ لَهُمْ سے فقط اس بات کی اطلاع ملتی ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ جو اپنے اسلاف کی تقلید میں کہتے تھے۔ کہ مسیح علیہ السلام قتل کر دیئے گئے۔ اور انہیں سولی دے دی گئی۔ اور ان لوگوں کو شبہ میں ڈالا گیا۔ اس وقت ان کو دھوکا دینے والے چند بدکار بڈھے اور کچھ بدمعاش لوگ تھے جن سے متعلق یہ مان لیا گیا کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا اور سولی چڑھا دیا۔ حالانکہ یہ بدمعاش جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور انہوں نے جس کو پایا پکڑا اور خفیہ طور پر لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے جن پر اس واقعے کی خبر مشتبہ تھی دفن کر دیا۔

<u>واقعہ فرار:</u> فریق ثانی کے نزدیک جناب عیسیٰ علیہ السلام کے فرار ہونے کی تفصیل اس بنیاد پر مسلم ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ قبل از تاریخ کا نہیں۔ بلکہ تاریخ کا زمانہ ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ملک آپ ہی کے ہم قوم یہود یا بنی اسرائیل کا ملک ہے۔ اس پر حکومت اعلیٰ یہود کی نہیں بلکہ اپنے زمانے کی مشہور و مہذب و متمدن رومی قوم کی تھی۔ لیکن اقتدار اعلیٰ کے ماتحت نیم سیاسی آزادی اور مذہبی حیثیت سے پوری آزادی یہودیوں کو حاصل تھی۔ یہودیوں کا نیم خود مختار وہ فرماں روا اس وقت مشہور زبردست جابر تھا۔ جس کے حکم سے چند سال پہلے یحییٰ کا سر قلم کیا گیا۔ ملک کی فوجداری اور دیوانی عدالتیں ان کے علاوہ فوج اور پولیس کے محکمے رومی حکومت کے ماتحت تھے۔ یہودی رعایا کے مقدمے سب سے پہلے خود آبائے یہود اور مشائخ بنی اسرائیل کی عدالتوں میں پیش ہوتے اور وہیں سے فیصلے صادر ہوتے۔ لیکن جرم اگر فوجداری کا ہوتا تو سزا کے نفاذ کے لئے دوبارہ ملکی عدالت میں پیش ہوتا۔

Marfat.com

روایات سب اس پر متفق ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے مذہبی عدالت سے ارتداد کے جرم میں موت کی سزا ملی۔ اس کے بعد ملکی عدالت میں رومی حاکم سے آپ کو بغاوت کے جرم میں سولی کی سزا کا حکم دلایا گیا۔ لیکن اس سے آگے یہ امر محقق و مسلم نہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے بھی گئے۔ بلکہ قوی شبہات سب اس خیال کے برعکس ہیں۔

دیکھئے ملک میں آبادی یہود کی تھی۔ پولیس۔ عدالت اور فوج رومیوں کی۔ رومی بت پرست اور مشرک تھے۔ یہود اور نبوت کے قائل رومیوں کی زبان لاطینی تھی۔ اور یہودیوں کی بول چال سریانی اور کتابی زبان عبرانی تھی۔ رومی یورپی نسل کے تھے اور یہود سیماطیقی یا سامی نسل کے۔ غرض یہ کہ مذہب زبان۔ لباس۔ وضع تمدن۔ معاشرت اور صورت ہر شے اور ہر لحاظ سے یہودی۔ رومیوں سے الگ اور ممتاز تھے۔

اس امتیاز و تخصیص کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ایک رومی کو پہچاننے میں یہودیوں کو ایسی ہی دشواری پیش آتی تھی۔ کہ جیسی ہندوستانیوں کو انگریزوں کو پہچاننے میں۔ اور انگریزوں کو ہندوستانیوں کی شناخت کرنے میں۔ سبب اس کا یہ کہ ہندوستانیوں کی نظر میں سب انگریز۔ فرنگی یکساں اور ان فرنگیوں کی نگاہ میں تمام ہندوستانی یعنی کالے لوگ ایک سے دکھائی دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ عدالت کے سپاہی۔ پولیس۔ گارڈ۔ اور جیل کے برقنداز سب رومی تھے۔ ان سے یہ توقع رکھنا بے جا نہ تھی کہ وہ کسی معمولی مجرم کی خاص طور پہچان رکھیں گے۔

جناب مسیح علیہ السلام کی اس وقت پیغمبر۔ خدا یا ابن اللہ وغیرہ کچھ بھی حیثیت ہو لیکن اس وقت ان کی رومی سپاہیوں کی نگاہ میں حیثیت سوائے بغاوت کے ایک عام اور معمولی مجرم کے اور کچھ نہیں۔ اس وقت جو کچھ مخالفانہ حیثیت سے کوئی اہم بات تھی۔ تو وہ صرف یہودیوں کی نظر میں تھی۔ ان عام حالات میں پھر اس بات کو بھی سامنے رکھئے کہ جناب مسیح علیہ السلام کو لوگوں کی نظر بچا کر صاف نکل جانے میں کمال حاصل تھا۔ عیسائی

Marfat.com

آپ کے اس کمال کو معجزہ شمار کرتے ہیں۔ اور یہودیوں کے نزدیک نعوذ باللہ آپ کا یہ کمال شعبدہ بازی تھی۔

بہر کیف نفس واقعہ تمام تسلیم کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے اس کا ایک سبب جناب عیسیٰ کا تنہائی پسند رہنا، اور لوگوں سے بہت کم ملنا جلنا ہو۔ خیر اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ جب گستمنے باغ میں آپ کی گرفتاری ہوئی تو۔ اگرچہ گرفتار کرنے والے ایک بڑی تعداد میں تھے۔ تاہم انہیں بھی یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ آپ کو پہچان سکیں گے۔

چنانچہ آپ کو پہچان کر گرفتار کرنے کے لئے رومی سپاہیوں نے آپ کے بارہ حواریوں میں سے ایک غدار حواری یہودا کو توڑ لیا۔ جس نے رومی سپاہیوں سے کہا کہ جس شخص کا میں بوسہ لوں سمجھنا وہی ''مسیح'' ہے۔ اسے پکڑ لینا۔

رومیوں کا سولی گھر عدالت سے ایک اچھے خاصے فاصلے پر تھا۔ غالباً شہر سے باہر تھا۔ جناب مسیح کو اس کا فاصلہ رومی سپاہیوں کی نگرانی میں طے کرنا تھا۔ اور یہی نہیں سولی کی ایک وزنی لکڑی بھی آپ کو خود اٹھا کر لے جانی تھی۔ جس کا ایک ستون تو زمین میں گڑا ہوتا تھا۔ باقی دوسری لکڑی جو اس پر آڑی جمائی جاتی تھی۔ اس پر مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر کس دیے جاتے تھے۔ اور ان میں کیلیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ وہ لکڑی وہاں گڑی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ عدالت میں رہتی تھی۔ جسے موت کی سزا کا حکم سن کر مجرم خود اپنی پیٹھ پر لاد کر سولی گھر تک لے جاتا تھا۔

اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیجئے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے رومی حکومت کو مطلقاً پرخاش نہیں تھی۔ بلکہ عدالت کا حاکم تو آپ کو بغاوت کے جرم میں بے قصور پا کر چھوڑ دینے پر تیار تھا۔ یہی سبب ہے کہ حکومت کی طرف سے آپ پر کوئی خاص نگرانی کا محل نہ تھا۔ اور نہ حکومت کو اس کی کوئی خاص فکر تھی۔ کہ آپ بچ کر نکلنے نہ پائیں۔ جناب عیسیٰ کو عدالت کی طرف سے جو سزا دی گئی وہ صرف یہودیوں کے بلوے کے خوف سے دی گئی۔

رومی عدالت سے جناب عیسیٰ کو جس روز سولی کا حکم سنایا گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔

Marfat.com

اور وقت سہ پہر کا وقت تھا۔ یہودیوں کے مقدس دن سنیچر کی شب عنقریب شروع ہونے والی تھی مزید برآں یہ کہ دوسرے دن کی صبح ان کی ''عید فتح'' تھی۔

اب ذرا اس تفصیل پر نظر ڈالئے۔ جناب عیسیٰ ایک پتلے دبلے لاغر و ناتواں انسان پشت مبارک پر نہایت بوجھل صلیب کو لادے سولی گھر کو روانہ ہوئے ہیں۔ وقت کم اور فاصلہ زیادہ ہے۔ گنتی کے چند سپاہی آپ کے ہمراہ ہیں البتہ جناب عیسیٰ کے ہم قوم ہم وضع ہم لباس انبوہ ساتھ ساتھ ہیں۔ جو آپ کو ستاتے چھیڑتے اور آپ کے اوپر آوازیں کستے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

رومی سپاہی اپنی قومی برتری کے نشے میں مست خود تو یہ کرنے سے رہے کہ اپنی رعایا اور پھر مجرم رعایا کا اٹھانے والا بوجھ خود اپنی پیٹھ پر لادیں۔ پھر ہجوم کی کثرت سے تنگ الگ ہو رہے ہیں۔ اور خواہ مخواہ دیر الگ ہو رہی ہے۔ قدرتی بات ہے کہ یہی کیا ہوگا کہ اسی ہجوم میں سے کسی شخص کو پکڑا۔ کچھ عجب نہیں کہ ڈانٹ ڈپٹ کر کے صلیب اس کی پشت پر لاد دی۔ انجیل متی میں ہے۔ ''انہیں شمعون نام کا ایک کرینی ملا۔ اسے بیگار میں پکڑا کہ اسی کی صلیب اٹھائے۔''

مجرم کا یہ ہم قوم اور ہم وضع صلیب پیٹھ پر لادے سولی گھر کے دروازہ پر پہنچا پہرہ بدلا گیا۔ اب ذمہ داری جیل کے رومی سنتریوں اور پہرے داروں کی شروع ہوئی۔ وہ یقیناً اسی کو مجرم سمجھے۔ کیونکہ صلیب اس کی پیٹھ پر لادی ہوئی تھی۔ اور جیل کے لوگ ہمیشہ اسی علامت کے عادی تھے۔ اب رومی سپاہی اپنی بیگار ان پر ٹال کے اور جیل والوں کا کام خود جیل والوں پر ڈال کر فوراً رخصت ہوئے۔ انہیں کیا پڑی تھی کہ شناخت و تحقیق کرتے۔

یہودی ہر چند چیخا چلایا اور کہا میں ''مسیح'' نہیں ہوں۔ جیل کے لوگ اس کی زبان سے واقف نہیں تھے۔ قدرتاً یہی سمجھے کہ یہ مجرم کے آخری وقت کا جزع فزع ہے اور پھر ہزاروں کے ہجوم و ہنگامے میں اس کی آواز خود یہودیوں میں سے کتنے ایک ہوں گے۔ جن کے کان میں پڑی ہوگی۔ اور کتنوں نے ادھر دھیان دیا ہوگا۔ غرض وہ پکڑا دھکڑا

Marfat.com

سولی پر چڑھادیا گیا۔اوراس طرح سے ''لکن شبہ لھم'' کی حقیقت حال ان پر طلسم بن کر رہ گئی۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔اور وہ قرب قیامت زمین پر اتریں گے اور دین محمدی کے مطابق تبلیغ کریں گے۔''واللہ اعلم باالصواب .''

رُوداد عیسایت: جناب عیسیٰ کی زندگی میں کل ایک سو بیس آدمی ایمان لائے۔وہ بھی اس عالم میں کہ منہ سے ایک حرف تک نہ نکال سکتے تھے۔حالت یہ تھی کہ جوشخص بھی آپ کی نبوت پر ایمان لاتا۔خواہ وہ آپ کی زندگی میں۔خواہ آپ کے بعد نہایت پوشیدہ اور خوف کی حالت میں رہتا تھا۔اس میں ہرگز اس بات کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ کھلے بندوں آپ کی نبوت کا اقرار کرے۔یہودی، عیسائیت قبول کرنے کے جرم میں جس کسی کو پکڑتے جاتے اسے بڑی بڑی دردناک اذیتیں پہنچا کر قتل کر دیتے۔پھانسی پر لٹکاتے۔سنگسار کرتے یا زہر دے کر مار ڈالتے تھے۔

اجمالاً یہ کہ جناب عیسیٰ کا واقعہ غیبت کے تین سو برس تک عیسائی سکتے ہی کے عالم میں رہے۔ان میں کوئی دم خم باقی نہیں تھا۔مارے مارے پھرتے تھے۔ان کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا نہ مسکن اور نہ کوئی جائے پناہ تھی۔جب تک بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول نہیں کی۔ان میں لوگوں کے سامنے کھلم کھلا آنے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی۔

علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ وہ مذہب جس کی یہ مذکورہ بالا حالت ہو تو دشوار و محال ہے کہ اس میں نقل متصل ثابت ہو۔کیونکہ جو شے پوشیدہ طور پر محض تلوار کے نیچے حاصل کی جاتی ہے۔اس میں اکثر باتیں غلط نکلتی ہیں۔جو ایسے حالات میں ان کی روایات میں داخل ہو جاتی ہیں۔اور اس کے ماننے والے اس کی حمایت پر قادر ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے بدلنے کو روک سکتے ہیں۔یہی سبب ہے کہ وہ تمام معجزات جنہیں عیسائی بیان کرتے ہیں سب کے سب جھوٹے ہیں۔اور من گھڑت افسانے ہیں۔

پیروان عیسیٰ علیہ السلام: انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

ایک مختصر سی کتاب تھی۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے غائب ہو جانے کے ساتھ ہی یہ بھی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناپید ہو گئی۔ لہٰذا پہلے پہل عیسائیوں کی کوئی مذہبی کتاب نہیں تھی ۔ یہ لوگ تورات ہی کو اپنی کتاب مقدس خیال کرتے تھے۔ چنانچہ مارٹن لوتھر نے لکھا ہے کہ متی کی نام نہاد انجیل میں تحریر ہے۔ ''کہیں یہ مت سمجھ لینا کہ میں (عیسیٰ) تورات کو منسوخ کرنے آیا ہوں بلکہ اسے نافذ کرنے آیا ہوں۔ لیکن جب عیسائیوں نے اپنے وجود کو یہودیوں سے علیحدہ کر کے اپنی انفرادیت قائم کی ہے تو انہیں انجیل کے مرتب کرنے کا خیال آیا۔

اناجیل اربعہ: چنانچہ کینسہ کی معرفت ادھر ادھر سے جو کچھ غلط سلط ملا۔ اور جو کینسہ کے مطلب کا پایا گیا۔ لکھ لیا گیا۔ نیز اس میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی اور تغیر و تبدل بھی ہوتا رہا غرض پانچویں صدی کے آخر میں کتاب مقدس کی یونانی زبان میں تدوین مکمل ہو گئی۔ ہر چند ان تمام تحریروں کو جو کتاب مقدس میں شامل ہیں۔ منزل من اللہ خیال کیا۔ لیکن نیقہ کی مشہور کونسل میں انہیں تاریخی تنقید کی کسوٹی پر دیکھا تو سب کو کھوٹا ہی پایا۔ آخر کار نام نہاد انجیل کے متعدد نسخوں میں سے صرف چار موجودہ اناجیل کا انتخاب کر لیا گیا۔ حالانکہ ان کے مضامین بھی ایک دوسرے سے کافی مختلف تھے۔

تضادِ مضامین کے پیش نظر اب اکثر عیسائی علماء بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مذکورہ کتب ہرگز کلام الٰہی نہیں اور نہ جناب عیسیٰ ہی کا کلام ہے۔ ان کتابوں میں مضامین حضرت عیسیٰؑ کے اشارے سے لکھے گئے ہیں۔ نہ ان کے زمانہ میں بلکہ ایک مدت کے بعد چند غیر معروف لوگوں نے اس زمانے کے متعلق اپنی ضروریات کے اعتبار سے کچھ لکھنا شروع کیا اور انجیل کے بہت سے نسخے وجود میں آ گئے۔ اور انہی میں سے چار نسخوں کا انتخاب کر لیا گیا۔ حالانکہ ان میں بھی واقعات تک میں بے حد اختلاف تھا۔

مضامین کی ایک جھلک: جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد خلافت الٰہیہ بیان کیا گیا ہے۔ مارقس کی نام و نہاد انجیل میں لکھا ہے کہ ''جب حضرت یحییٰ قید میں ڈال

Marfat.com

دیئے گئے تو آپ گیلیلی میں خلافت الٰہیہ کی خوشخبری دیتے پھرے لیکن اس میں جن لوگوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان پر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے سخت شرطیں لگا دیں مثلاً لوقا کی انجیل میں ہے۔ ''اگر کوئی شخص میرے پاس آئے اور وہ اپنے باپ اور اپنی ماں اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں سے نفرت نہ کرتا ہو تو وہ میرا مرید نہیں ہوسکتا۔ '' (۱۴۔۲۶۔لوقا)۔ ''میں اس دنیا جہان میں آگ لگانے آیا ہوں۔ اور میں کیا کرسکتا ہوں اگر یہ آگ لگنی شروع بھی ہوگئی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں دنیا جہان میں اتحاد قائم کرنے آیا ہوں تو میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ اس لئے ہرگز نہیں آیا۔ بلکہ جدائی اور اختلاف پیدا کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ آج سے اگر ایک گھر میں پانچ آدمی بھی ہوں گے تو ان میں اختلاف ہوگا۔ تین دو کے خلاف ہوں گے اور دو تین کے۔ باپ اپنے بیٹے کا مخالف ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کا۔ ماں اپنی بیٹی کے مخالف ہوگی اور بیٹی اپنی ماں کے۔ ساس اپنی بہو کے مخالف ہوگی اور بہو اپنی ساس کے۔'' (لوقا۔۱۲۔۴۹۔۵۴) متی کی انجیل میں ہے ''میں اس لئے ہرگز نہیں آیا کہ امن قائم کروں۔ بلکہ تلوار لایا ہوں۔ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو خود اس کے باپ ہی کے خلاف کردوں۔ اور بیٹی کو اس کی ماں کے خلاف کردوں۔ اور بہو کو اس کی ساس کے خلاف کردوں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے اہل و عیال ہی ہو جائیں۔ (متی۔۱۰۔۳۷۔۳۶)

مذکورہ بالا بیانات سے بظاہر تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنے متبعین کو تارک الدنیا ہونے کی تعلیم دینے آئے ہیں۔ لیکن بباطن جب حالات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کر کے پیش کیا گیا ہے۔ وہ ہرگز آپ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ یہ اہلِ یہود کی ایک گہری سازش تھی جس میں وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے میں سو فیصد کامیاب نکلے۔

<u>حقیقت مسیحائی</u>: انجیل متی کے پانچویں باب میں ہے کہ مسیح نے لوگوں سے کہا کہ تم دعا اس طرح مانگا کرو۔ ''اے ہمارے آسمانی باپ تیرا نام مقدس ہے۔'' پھر مسیح نے لوگوں

Marfat.com

سے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جو میرا اور تمہارا معبود ہے جانے والا ہوں۔

انجیل متی کے نویں باب میں ہے کہ جس وقت یسوع یہ بات کہہ رہے تھے۔ یکا یک ایک شخص ان کے سامنے آیا اور کہا کہ میری بیٹی مرگئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے پاس چلیں اور اسے اپنا ہاتھ لگائیں کہ وہ زندہ ہو جائے۔ چنانچہ جب مسیح ان کے پاس گئے اور انہوں نے رونے پیٹنے والوں کو وہاں دیکھا تو ان سے کہا۔ چپ رہو یہ لڑکی مری نہیں سو رہی ہے۔ تمام لوگوں نے مذاق اڑایا۔ جب تمام لوگ لڑکی کے پاس سے چلے گئے۔ تو مسیح وہاں گئے اور اسے ہاتھ پکڑ کر زندہ کر دیا۔

یہی واقعہ انجیل لوقا کے ساتویں باب میں لکھا ہے۔ لیکن اس میں قریب المرگ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس دوران میں لڑکی کا باپ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک شخص نے اسے اطلاع دی کہ تمہاری بیٹی مرگئی ہے۔ اب مسیح کے لانے کی ضرورت نہیں۔ مسیح نے لڑکی کے باپ سے کہا۔ تم فکر نہ کرو اور اطمینان رکھو تمہاری لڑکی زندہ ہو جائے گی۔ پھر جب یہ دونوں گھر پہنچے تو مسیح کے ساتھ اس کے کمرے میں صرف باطرہ۔ یوحنا و یعقوب اور لڑکی کے والد اندر گئے وہاں ایک جماعت رو رہی تھی۔ مسیح نے ان سے کہا تمہیں رونا نہیں چاہئے یہ لڑکی سو رہی ہے۔ مری نہیں۔ لوگوں نے یہ سن کر مسیح کا مذاق اڑایا۔ مسیح نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے پکار۔ اور کہا اے لڑکی اٹھ کھڑی ہو۔ چنانچہ اس کی روح اس میں واپس آگئی اور لڑکی اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسیح نے حکم دیا کہ اسے کھانا کھلایا جائے۔ اس کے والدین اس کے پاس آئے۔ اور مسیح نے حکم دیا جو کیا گیا ہے اسے ہرگز کسی سے نہ کہا جائے۔ اسی طرح کا ایک بیان انجیل مارقس میں بھی آتا ہے۔ لیکن معاملہ یہاں بھی وہی صادق آتا ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

متی کہتا ہے کہ لڑکی کا باپ اس وقت مسیح کے پاس آیا کہ جب وہ مر چکی تھی۔ لوقا کہتا ہے کہ وہ مسیح کے پاس اس وقت گیا جب وہ مرنے کے قریب تھی۔ اس پر طرفہ یہ کہ معجزہ

Marfat.com

لانے کے وقت اور لوگوں سے تنہا ہونا۔ پھر یہ بیان کہ تین اصحاب آپ کے ساتھ تھے۔ لیکن آپ نے اس سے بھی واقعہ پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کر دی۔ کیا خوب؟ عجیب بات ہے۔ کیا یہ بھی کوئی معجزہ ہوا؟

مائدہ: مائدہ کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی ذکر کیا ہے۔ درحقیقت آسمان سے کوئی خوان کی صورت میں چنا ہوا کھانا نہیں اترتا تھا۔ بلکہ یہ اہتمام اللہ تعالیٰ نے اسی طور پر کیا تھا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے من وسلویٰ کا کیا گیا تھا۔ یا جیسے جناب مریم کو ہیکل سلیمانی میں کھانا پہنچتا تھا۔

مائدہ کا انتظام جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ان مومنوں کے لئے ہوا تھا۔ جو اس کی خواہش رکھتے تھے کہ کوئی اچھی شے کھانے کو ملے۔ اور انہوں نے آپ سے خوان اترنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ اس کا آنا ہم پر اور ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں سب کے لئے عید قرار پائے۔ اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے لئے خوان بھیجوں گا۔ لیکن جو شخص اس کے بعد بھی ہدایت اور حق کی راہ سے منہ پھیرے گا۔ تو اسے نہایت سخت عذاب دیا جائے گا۔

ملخصات آیات قرآن حکیم: اور دیکھو جب عمران کی بیوی نے دعا مانگی تھی۔ اے خدا میرے پیٹ میں جو بچہ ہے۔ میں اسے آزاد کر کے تیرے لئے نذر کرتی ہوں۔ سو میری طرف سے یہ نیاز قبول کر لے۔ بلاشبہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر جب ایسا ہوا کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے کہا اے خدا میرے تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اب میں کیا کروں؟ حالانکہ جو بچہ پیدا ہوا تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ اس کی ماں نے لڑکے کے لئے منت مانی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے ہاں جو لڑکا بھی پیدا ہوتا وہ اس لڑکی کے مثل کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا خیر میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اور اس کی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ کہ شیطان

Marfat.com

الرجیم سے محفوظ رہے۔

پس مریم علیہا السلام کو اس کے رب نے بڑی ہی احسن قبولیت کے ساتھ قبول کر لیا اور ایسی نشوونما کی جو بہت ہی اچھی تھی۔ اور زکریا کو اس کا نگران حال بنا دیا۔ جب کبھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتا جہاں وہ ہر دم عبادت میں محو رہتی تھی۔ تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں موجود پاتا، جو موسم سے ہٹ کر ہوتیں۔ اس پر وہ پوچھتا۔ اے مریم یہ چیزیں تمہیں کہاں سے ہاتھ آگئیں۔ وہ کہتی۔ اللہ سے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اور پھر جب فرشتوں نے کہا اے مریم۔ اللہ تجھے اپنے کلام کے ذریعے ایک بیٹے کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اور مریم کا بیٹا کہلائے گا۔ وہ دنیا و آخرت دونوں میں ارجمند ہوگا۔ اور بچپن میں اور بڑی عمر میں کلام کرے گا۔ نیز اللہ کے حضور میں مقرب اور اس کے بندوں میں سے ایک صالح آدمی ہوگا۔

مریم نے کہا اے خداوند تعالیٰ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میرے بیٹا پیدا ہو۔ جب کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسی طرح اللہ اپنی مشیت کے مطابق پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو حکم کرتا ہے کہ ہو جا۔ اور پھر اس کی مشیت کے مطابق ہو جاتا ہے۔

اے پیغمبر محمد رسول اللہ۔ کتاب میں مریم کا معاملہ بیان کر۔ جب وہ ایک مکان میں کہ مشرق کی طرف تھا۔ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہوگئی۔ پھر اس نے پردہ کر لیا۔ پس ہم نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا۔ اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں ظاہر ہوگیا۔ مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور کہا کہ اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔

اس نے کہا۔ کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ اور وہ کہتا ہے کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کر دے۔ مریم نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹا ہو حالانکہ مجھے کسی

Marfat.com

مرد نے چھوا تک نہیں۔ اور نہ میں خدا سے باغی ہوں۔

فرشتہ نے کہا۔ ہوگا ایسا ہی۔ تیرے رب نے فرما دیا کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں ۔ وہ کہتا ہے یہ اس لئے ہوگا کہ اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادوں ۔ اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو۔ اور یہ ایسا امر ہے جس کا ہونا طے پا چکا۔

پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا۔ وہ اپنی اس حالت کو چھپانے کے لئے لوگوں سے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی۔ پھر اسے دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا۔ وہ اس کے تنے کے سہارے بیٹھ گئی۔ اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی۔ میری ہستی کو لوگ بالکل بھول چکے ہوتے۔

اس وقت اس نے نشیب کی طرف سے پکارا۔ مغموم نہ ہو تیرے ربّ نے تیرے نیچے ایک بڑی ہستی پیدا کر دی ہے۔ تو کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ کھا۔ پی۔ آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی آئے تو اشارہ سے اسے کہہ دے۔ میں نے خدائے رحمٰن کے حضور میں روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی سے بات چیت نہیں کر سکتی۔

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ اور مت کہو۔ مریم کا بیٹا عیسیٰ مسیح اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کے کلمۂ بشارت کا ظہور ہے۔ جو مریم پر القا کیا گیا تھا نیز ایک روح ہے جو اس کی طرف بھیجی گئی تھی۔

اور پھر جب ایسا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دے دوں گا۔ اور تجھے اپنی طرف بلند کروں گا۔ تیرے منکروں کی تہمتوں سے پاک کر دوں گا۔ اور جن لوگوں نے تیری اطاعت کی ہے انہیں تا قیامت تک تیرے منکروں پر برتری دوں گا۔ اور آخر کار تم سب کو میری ہی جانب لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا۔

اور یاد کرو جب ایسا ہوگا۔ اللہ کہے گا۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا کہ

Marfat.com

خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو اللہ بنالو۔عیسیٰ جواب میں کہے گا تیرے لئے تقدیس ہو۔ بھلا مجھ سے یہ بات کیونکر ہوسکتی ہے کہ وہ بات کہوں کہ جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔اگر میں نے کہا ہوگا تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن مجھے تیرے ضمیر کا علم نہیں۔فقط تو ہی وہ ذات ہے جو عالم الغیب ہے۔

میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔لیکن وہی صرف جس کے کہنے کا حق دیا تھا۔یعنی اللہ کی بندگی اختیار کرو۔جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔جب تک میں ان میں رہا ان کے حال کا نگراں تھا۔اور جب تو نے مجھے اوپر اٹھالیا تو پھر ان کا تو ہی نگہبان تھا۔

اور اے پیغمبر محمد رسول ﷺ ہم نے تجھ سے قبل کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔مگر اسی طرح کے آدمی تھے۔ان پر ہماری وحی آتی تھی۔پھر اے انکار کرنے والو اگر تمہیں معلوم نہیں تو یہ بات ان لوگوں سے معلوم کرلو جنہیں کتاب دی گئی اور ہم نے کسی رسول کو کبھی ایسے جسم کا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہی ہیں۔

تشریح کلمات قرآنی وفات: قرآن حکیم میں وفات کے معنی گزر جانے کے ہیں۔جناب عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں اللہ تعالیٰ نے انی متوفیک وَرَافِعُکَ. ارشاد فرمایا ہے۔وفات کے معنی۔پورا ہو جانا۔یا پورا کر دیا۔جانا بھی ہیں۔چنانچہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔وَفیت کل نفس ما کسبت .اور ہر نفس نے جیسا کچھ کمایا ہے اسی کے مطابق اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔وتوفی کل نفس مَا عملت .اور ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔وَتَوَفَّنا مَعَ الاَبْرَار .اور ہماری موت ابرار کے ساتھ ہو۔ربنا افرغ علینا صبر او تو فنا مسلمین . ہمارے رب ہمیں اس حال میں وفات دے کہ تیرے فرماں بردار ہوں۔

رفع: قرآن حکیم میں رفع کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔اللّٰہ الذی رفع السمٰوت بغیر عمد تر و نھا. اللہ ایسا ہے جس نے ایسے ستونوں کے بغیر جسے تم دیکھ سکو۔آسمانی کروں کو بلند کیا۔ورفعنا فوقکم الطور .ہم نے

Marfat.com

تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ورفع ابویہ علی العرش. اس نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا۔ وھو الذی جعلکم خلف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات . اللہ وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے سے درجات میں بلند کیا۔ ورفعہ مکانا علیا . اور ہم نے اسے ایک بلند مقام پر اٹھایا۔

(ادریس علیہ السلام)

Marfat.com

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ملک عرب: براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما واقع ہے جو وسعت اور کشادگی کے اعتبار سے تمام جزیرہ نماؤں میں سب سے بڑا ہے۔ یہی ملک عرب ہے۔ یہاں کے لوگ جس زمین پر بستے ہیں وہ بحر احمر۔ بحر ہند۔ خلیج عمان۔ اور دریائے فرات کے پانی سے محصور ہے۔ یعنی اس کے تین طرف پانی ہے اور ایک حصہ خشکی میں ہے۔

طبعی لحاظ سے ملک عرب پانچ حصوں میں منقسم ۔ اول تہامہ۔ دوم حجاز۔ سوم نجد۔ چہارم یمن۔ پنجم عروض۔ اہل عرب سام ابن نوح کی اولاد ہیں۔ کہتے ہیں نوح کے طوفان کے بعد سام نے مکہ میں سکونت اختیار کی جہاں سے اس کے بیٹے اور پوتے اطراف و اکناف عالم میں پھیلے اور انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک آباد کئے۔

قبائل عرب: اہل عرب تین طبقوں میں تقسیم ہیں۔ اول بائدہ۔ یہ وہ عرب ہیں جو دنیا کے پردہ پر کبھی تھے۔ پر اب نہیں رہے۔ یہاں تک کہ ان کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ یہ لوگ عاد۔ ثمود۔ عمالقہ طسم۔ جدیس۔ امیم اور جرہم قبیلوں کے لوگ تھے۔ دوم عاربہ۔ یہ لوگ وہ ہیں جو قحطان ابن سام کی اولاد سے تھے۔ یہ لوگ یمن میں پیدا ہوائے۔ سوم مستعربہ۔ یہ عرب وہ ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ ان کے قبیلے کا بانی عدنان تھا جو حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔

گویا اس شجرہ سے معلوم ہوا کہ تمام عرب ۔ جناب اسماعیل ابن ابراہیم اور قحطان ابن سام کی اولاد ہیں۔ ہمارے رسول جو دنیا کے ہر دور، ہر قوم اور ہر ماحول کی ہدایت کے لئے اللہ تعالٰی کے آخری رسول بن کر آئے ۔ جناب اسماعیل علیہ السلام کی

Marfat.com

اولاد سے ہیں۔ آپ کے قبیلہ کا نام ہاشمی ہے جو اپنے قبیلہ قریش اور دیگر تمام قبائل عرب سے ممتاز و افضل تھا۔

اولاد اسماعیل علیہ السلام: جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت عطا فرمائی۔ یہ لوگ مغرب میں ننھیال مصر تک۔ جنوب میں یمن تک اور شمال میں شام تک جا پہنچے۔ گویا اس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسل بابل، مصر، شام اور عرب پر قابض ہوگئی۔ نیز بحر ہند اور بحر احمر ایسے تمدنی و تجارتی سواحل ان کے قبضہ میں آگئے۔

جناب اسماعیل کے بارہ بیٹوں۔ نابت۔ قیدر۔ اذبل۔ منشا۔ مسمع۔ ماشی۔ دما۔ آذر۔ ظیما۔ لسطورا۔ نیش اور قیذ، میں سے نابت کے سوا باقیوں ست متعلق تاریخ کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈالتی۔ نابت ہی سے جناب اسماعیل علیہ السلام کی نسل چلتی رہی۔ علامہ اسحاق نے لکھا ہے کہ نابت کے ہاں نبرح اور نبرح کے ہاں نامور۔ اور نامور کے ہمراہ ناہوں، ناہوں کے ہاں اُوذا اور اُودا کے ہاں عدنان پیدا ہوئے۔

پھر عدنان کے ہاں معد اور عک دو بیٹے پیدا ہوئے۔ معد مکہ میں رہا اور عک استعریوں سے جا ملا۔ معد کے چار بیٹے ہوئے۔ نزار۔ قضاعہ۔ قنص اور ایاد۔ پھر نزار بن معد کے چار بیٹے۔ مضر۔ ایاد۔ ربیعہ اور انمار ہوئے۔ نضر سے قبیلہ قریش پیدا ہوا۔ جسے مکہ معظمہ کی سیادت ملی۔ ایاد۔ سے بنی ایاد ہوئے جو عراق میں جا کر آباد ہوگئے۔ ربیعہ سے بنی اسد۔ بنی تغلب۔ بنی ضبغیہ۔ بنی حدیلہ۔ بنی عنترہ۔ بنی بکر۔ بنی مرہ۔ بنی جدیلہ۔ بنی طرفہ۔ بنی القارضان۔ بنی النمر۔ بنی جشم۔ بنی العجل۔ بنی سدوس۔ بنی الہازم۔ اور بنی عبدالقیس وغیرہ ہم قبائل عرب منسوب ہیں۔ انمار کی اولاد بنی انمار کہلائی۔ جس نے یمن کو اپنا مسکن بنایا۔ مضر کے دو بیٹے تھے۔ الیاس اور قیس۔ پھر الیاس کے دو بیٹے تھے۔ مدرکہ۔ طانجہ۔ پھر مدرکہ کے بھی دو بیٹے تھے۔ خذیمہ۔ ہزیل۔ پھر خذیمہ کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ کنانہ۔ ہون۔ اسد۔ کنانہ کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے جن میں نضر بڑا تھا۔

نضر کے ہاں مالک اور مالک کے ہاں فہر پیدا ہوئے فہر کا لقب قریش تھا۔ یہ

Marfat.com

نہایت شجاع و بہادر اور زیرک ودانا تھے۔ قبیلہ قریش آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ پھر فہر سے غالب اور غالب سے لوئی اور لوئی سے کعب اور کعب سے مرہ اور مرہ سے کلاب پھر کلاب سے قصی پیدا ہوئے۔

قصی ابن کلاب: قصی ابن کلاب نے کعبۃ اللہ کے متولی اور حاجب حلیل بن حبیشہ کی بیٹی حبی سے نکاح کیا۔ جس سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے دو کے نام بتوں کے ناموں پر رکھے۔ عبد مناف کہ مناف ایک بت کا نام تھا۔ اور عبدالعزیٰ کہ یہ بھی بت عزیٰ کا نام تھا۔ اور دو کے نام عبد قصی اور عبدالدار تھے۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ قریش میں قصی ابن کلاب وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے عربوں کو چھ سو برس کی ذلت و خواری کے بعد مکہ میں باقاعدہ ایک ریاست کا مالک بنایا۔ جس کا انتظام اور انصرام جمہوری اصولوں پر ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قصی ابن کلاب قریش کے پہلے سردار ہیں۔ جن کی اطاعت وفرماں برداری اہل قریش نے اپنے اوپر لازم سمجھی۔ چنانچہ آپ متفقہ طور پر سردارِ قوم بنے اور اپنے سر حلیل بن حبیشہ کی وصیت کے مطابق اور قوم کے اتفاق کے بموجب کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے۔ آپ نے کعبۃ اللہ کی تولیت سنبھال کر نہایت عمدہ رفاہی امور سرانجام دیئے۔ قصی ابن کلاب نے لوگوں کے آپس میں جھگڑے نبٹائے۔ ان کے شادی بیاہ کرنے اور دیگر تقریبات کے منعقد کرنے کے لئے دارالندوہ کے نام سے ایک عمارت بنائی۔ نیز اس کے کہنے پر چونکہ تمام قبائلِ قریش مکہ شریف میں آ گئے تھے۔ لہٰذا جگہ کی قلت کو دور کرنے کے لئے ان درختوں کو کٹوا دیا جو حدودِ حرم میں اگے ہوئے تھے۔ یہاں اس نے ان کے خیمے لگوا دیئے اور یہ سب کام، درخت کٹوانے اور خیمے لگانے کا اس نے خود شریک ہو کر کیا۔ اس کے علاوہ حاجیوں کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے لئے ایک مستقل انتظام عمل میں لایا گیا۔ جو نہایت مفید اور فرحت بخش تھا۔

اولاد قصی: قصی ابن کلاب کے انتقال کے بعد اس کے تین بیٹے عبد مناف، عبد قصی اور عبدالعزیٰ نے جنہوں نے تجارت کے ذریعے خوب دولت کمائی۔ اپنے بھائی عبدالدار سے

Marfat.com

جو باپ کے عالم ضعیفی میں باپ کے امور سرانجام دیتا تھا۔ یہ کہا کہ اب اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ قوم کا سردار کون بنے اور کس کے ذمہ کیا کام ہے؟ چنانچہ معمولی سے نزاع کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ عبدامناف جو عبدالدار کی بہ نسبت زیادہ ذہین اور دانا تھے۔ رفاہ وسقایہ اور حجاج کی مہمان نوازی کا فریضہ سرانجام دیں۔ حجابت۔ لوا۔ دارالندوہ وغیرہ مناصب عبدالدار کے پاس رہیں۔

عبدمناف جب تک زندہ رہے قبیلہ قریش میں نہایت عزت و احترام سے رہے۔ ان کے دنیا سے رخصت ہونے پر اولاد میں اقتدار و منصب کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے۔ عبدالشمس۔ ہاشم۔ نوفل اور مطلب۔ تقسیم مناصب اس طرح عمل میں آئی۔ کہ سقایت و رفاہ جناب ہاشم کو ملی اور قیادت عبدُالشمس کے حصہ میں آئی۔

جناب ہاشم: جناب ہاشم جن کی اولاد ہاشمی کہلائی۔ وہ نہایت حسین و جمیل اور حسن تدبر اور بہت صالح کردار کے مالک تھے۔ اپنے ذاتی خصائص اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے تمام خاندان میں بڑے معزز و محترم اور دانا خیال کیے گئے۔

چاروں بھائی تو آپس میں بڑی محبت و یگانگت رکھتے تھے۔ مگر معلوم نہیں عبدالشمس کا نوجوان اور خودسر بیٹا اُمیہ کیوں اپنے چچا ہاشم سے حسد رکھنے لگا۔ ابتداء میں ہر چند اس نے ہاشم کی طرح فیاض دل بننے کی سعی کی لیکن فطرتاً چونکہ وہ ایسا نہیں تھا۔ لہٰذا چند ہی روز میں اس کی سخاوت و فیاضی رخصت ہوگئی۔ اور اس کی جگہ بغض و حسد اور شقاوت قلبی نے گھر کر لیا۔ اور یہ حسد و رقابت یہاں تک بڑھی کہ اسے ہاشم سے ایک مقابلہ کر کے ہار جانے میں دس برس کے لئے جلاوطن ہونا پڑا۔

وجہ تسمیہ: مختصراً یہ کہ قوم قریش میں جناب ہاشم کی وہی قدر و منزلت قائم تھی۔ جو قصی ابن کلاب کی تھی۔ آپ کا قافلہ تجارت سب قافلوں سے بڑا ہوتا تھا۔ سال میں دو مرتبہ کاروانِ تجارت باہر لے جانے کی آپ ہی نے رسم پیدا کی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ نام تو آپ کا

Marfat.com

اصل میں عمر تھا لیکن قبیلہ قریش کو ایک دعوت دے کر نہایت لذیذ اور مزیدار ہشم یا شوربے میں روٹی کا چورا ملا کر کھلایا تھا۔ تب سے قوم نے آپ کو ہاشم کے نام سے پکارا اور آپ عمر سے ہاشم ہو گئے۔

شام کے ایک سفر تجارت میں جو آپ نے مدینہ کے راستے کیا تھا۔ آپ نے سلمٰی نام کی ایک خوبصورت مدنی بی بی سے شادی کی۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کے بالوں میں ذرا سفیدی تھی۔ آپ نے اسی مناسبت سے اس کا نام شیبہ رکھا۔ شیبہ کے پیدا ہونے کے بعد جناب ہاشم کچھ دیر اور مدینہ میں رہے۔ اس کے بعد شام کے سفر پر چل پڑے۔ مگر ابھی غزوہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ بیمار پڑ گئے اور بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ شام کا یہ سفر آخرت کا سفر ثابت ہوا۔ مرتے وقت جناب ہاشم نے اپنا تمام مال و متاع ابواہم بن عبدالعزیٰ کے ہاتھ اپنے بھائی المطلب کو پہنچوا دیا۔ نیز تاکید کی کہ وہ میرے اکلوتے لخت جگر شیبہ کی پرورش و تربیت بڑی توجہ کے ساتھ کرے۔ مگر افسوس المطلب نے اپنے بھائی کی وصیت کو برسوں بھلائے رکھا۔ اور جناب شیبہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں پلتے رہے۔

عبدالمطلب: ایک طویل مدت کے بعد جب المطلب کو اپنے مرحوم بھائی ہاشم کے اکلوتے فرزند ارجمند شیبہ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو مدینہ گئے اور یتیم کو گلے سے لگایا۔ اور پیار کیا۔

ہر چند شیبہ کی والدہ اور اس کے رشتہ داروں نے شیبہ کو ساتھ لے جانے کی مخالفت کی لیکن المطلب نے منت سماجت کر کے انہیں رضا مند کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنے چچا کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئے۔ آپ جب مکہ کے دروازے میں داخل ہو رہے تھے تو لوگ سمجھے کہ آپ المطلب کے غلام ہوں گے۔ ہر چند المطلب نے لوگوں سے کہا۔ نہیں یہ غلام نہیں میرا بھتیجا شیبہ ہے۔ تاہم آپ سے متعلق بات لوگوں کے منہ سے نکل چکی تھی۔ لہٰذا آپ شیبہ سے عبدالمطلب ہو گئے۔ جس کے معنی المطلب کے غلام کے ہیں۔ یہی وہ عبدالمطلب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وہ پوتا عطا کیا جو خاتم الانبیاء ہے۔ المطلب نے مرتے وقت جناب

Marfat.com

عبدالمطلب کو جانشین کیا۔ چنانچہ اپنے چچا کے انتقال کے بعد آپ شریفِ مکہ ہوئے۔ آپ نہایت خلیق اور مہربان سردار تھے۔ تمام قریش کی گردنیں آپ کے حضور میں شجاعت، و سخاوت اور شرافت، غرض ہر اعتبار سے جھک گئیں۔ اور مسندِ ریاست بغیر کسی لڑائی بھڑائی کے آپ کے قدموں میں آگئی۔ علامہ اسحاق نے لکھا ہے کہ جو شرف و قوت اور بزرگی آپ نے پائی۔ آپ سے پہلے کسی رئیسِ مکہ کو نصیب نہ ہوئی۔

اولادِ عبدالمطلب: جنابِ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ کہتے ہیں آپ نے یہ نظر مانی تھی کہ اگر اللہ انہیں دس فرزند عطا کر دے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو اس کے نام پر کعبۃ اللہ میں ذبح کریں گے۔ چنانچہ جب آپ کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے۔ تو آپ نذر پوری کرنے کے لئے کعبۃ اللہ میں ھبل بت کے قریب آئے اور اپنے دسوں بیٹوں کے نام پر قرعہ اندازی کی۔ قرعہ میں آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے جناب عبداللہ کا نام نکل آیا جو آپ کو سب بیٹوں میں سے پیارے تھے۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر عرب میں فرزند قربان کئے جانے کی رسم چل پڑی تو سخت آفت میں جان آجائے گی۔ آپ اس ارادہ کو ملتوی کر دیں اور عبداللہ کی جگہ اونٹ قربان کر دیئے جائیں۔ چنانچہ آپ نے قریش کی تجویز پسند کر کے سو اونٹ قربان کر دیئے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے بارے میں ابن سعد نے ہشام بن محمد سے روایت کی ہے کہ آپ تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ اور آپ کا قد سب سے لمبا تھا اور سب سے زیادہ حلیم اور سخی تھے۔ جب کوئی بادشاہ آپ کو دیکھتا تو آپ سے بڑے احترام و عزت سے پیش آتا۔

جناب عبداللہ: اس واقعہ کے بعد مورخین لکھتے ہیں کہ آپ وہب عبد مناف کے پاس گئے۔ اور ان کی بیٹی آمنہ بی بی سے اپنے لختِ جگر جناب عبداللہ کا نکاح کر دیا۔ جو قریش کی عورتوں میں ہر لحاظ سے سب سے ممتاز و افضل تھیں۔ اگر چہ آپ کا نکاح ابرہہ

Marfat.com

کی فوج کشی کے سال میں ہوا۔ تاہم حملہ ابرہہ کے وقت جناب عبداللہ مکہ سے شام کے سفر پر جا چکے تھے۔ جناب عبداللہ شام تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑ گئے۔ چنانچہ آپ مدینہ میں اپنے ننہال کے ہاں رک گئے۔ اور یہاں ایک ماہ بستر علالت پر رہ کر ملک بقا کو روانہ ہو گئے۔

واقعہ فیل: ابرہہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ایک عیسائی سردار تھا۔ اور کعبۃ اللہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اس کے دل میں کانٹا بن کر چبھنے لگی۔ چنانچہ وہ کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے حبشہ سے ایک لاؤ لشکر لے کر مکہ پہنچ گیا۔ اور اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنے ارادے سے باخبر کرنے کے لئے ان کے جانور پکڑ لیے۔ انہی میں جناب عبدالمطلب کے اونٹ بھی تھے۔ جب جناب عبدالمطلب کو اس کی آمد اور اس کے ارادے کا علم ہوا تو آپ اس کے پاس گئے۔ اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے بڑی حسرت سے پوچھا۔ ''تمہیں اپنے جانوروں کی تو فکر پڑ گئی۔ لیکن اس کی فکر نہیں جس کی بدولت تم یہاں مکرم و معظم ہو۔'' آپ نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا کہ اونٹ میرے ہیں میں ان کا مالک ہوں۔ اس لئے ان کی واپسی کے لئے چلا آیا۔ رہی بات کعبہ کی۔ سو اس کا مالک کوئی اور ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔

ابن ہشام و ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش نے بیت اللہ کی کوئی مدافعت نہیں کی۔ بلکہ جناب عبدالمطلب کے ساتھ مکہ کے پہاڑوں میں چھپ گئے۔ جب دوسری صبح ہوئی اور ابرہہ کی فوج نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے حرکت کی اور وہ ہاتھی بھی آگے بڑھے جو اسی غرض سے حبشہ سے لائے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کا انتظام کر لیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابابیل پرندوں کی فوج اس کی فوج کی طرف بڑھی۔ اور ہر پرندے کی چونچ اور پنجے میں کنکر تھے۔ لکھا ہے کہ وہ کنکر جس پر پڑتے وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ چنانچہ عذاب الٰہی نے پل کے پل میں ابرہہ کی تمام فوج صاف کر دی۔ ادھر ابراہہ گرتا پڑتا صفا پہنچا۔ اور وہاں پہنچ کر نہایت دردناک تکلیف میں واصل جہنم ہو گیا۔

Marfat.com

ابرہہ کی ہلاکت اور کعبۃ اللہ کی حفاظت کے اس واقعہ سے اہل مکہ بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ جناب عبدالمطلب کی شان میں بڑے پُر زور قصیدے لکھے گئے۔ ادھر جناب عبدالمطلب کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے اور ادھر آپ کا گھر آپ کے پوتے کی ولادت کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ بی بی آمنہ نے کعبۃ اللہ میں آپ کو اطلاع پہنچوائی۔ آپ خبر پا کر دوڑے دوڑے گھر آئے۔ بصد مسرت و اشتیاق پوتے کو گود میں لیا۔ پیشانی چومی۔ اور پھر لے کر کعبۃ اللہ میں چلے گئے۔ جہاں آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پوتے کا نام "محمد" رکھا اور کہا تمام دنیا میرے پوتے کی تعظیم و تکریم کرے۔ اور ہر جگہ اس کی تعریف ہو۔ میں نے اسی خوشی کی مناسبت سے اپنے پوتے کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔

ولادت رسول ہاشمی: مورخین نے جب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول ۴۰ سنہ یا ۴۸ نوشیروانی بہ مطابق ۱۸۸۲ اسکندری واقعہ عام الفیل تحریر کی ہے لکھا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ نوشیرواں عادل کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ ولادت محمدی کے وقت دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں تھا۔ جہاں حق کا بول بالا ہو۔ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول کر دنیا کی وہ چیزیں پوجتے تھے جنہیں قدرت الٰہی نے ان ہی کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا۔ یہودی اور عیسائی جو اہل کتاب ہونے کے دعوے دار تھے۔ اپنی مطلب براری کے لئے آسمانی کتابوں کو یکسر بدل چکے تھے۔ اور اس حال کو پہنچے ہوئے تھے کہ ان کے نزدیک انسان ہی ان کا خدا تھا اور خدا ہے۔

لیکن اہل عرب تمام دنیا میں برائیوں اور غلاظتوں میں سب سے آگے تھے۔ جوا کھیلتے۔ شراب پیتے اور جیتے جی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ آتے تھے۔ ان میں بات بات پر تلوار چل جاتی اور یہاں تک طول پکڑتی کہ مدتوں جاری رہتی۔ جس سے قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے۔ اپنے آرام و آسائش کے لئے ایرانی بادشاہوں کے حاشیہ نشینوں کے آگے سر جھکاتے۔ اور بھوک مٹانے کے لئے سانپ بچھو اور چوہے تک کھا جاتے تھے۔ بت پرستی ان کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ غرض یہی وہ سبب تھا کہ جس سے قدرت الٰہی نے تمام

Marfat.com

دنیا کے آخری رسول ﷺ کو عرب میں پیدا کر کے عربوں کو آپ کا مخاطب اول بنایا۔

مکہ بعثت نبوی سے پہلے: یمن کے خطرۂ سیلاب سے ڈر کر آنے والوں میں سے ایک شخص عمرو بن یحیٰ یمنی بھی تھا۔ جو عام المزیقا کی اولاد سے تھا۔ جب یہ شخص اپنے باپ کے مرنے کے بعد حجاز کا بادشاہ بنا تو اس نے ایک مرتبہ کسی ضرورت سے شام کا سفر اختیار کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بت بناتے ہیں اور پھر انہیں پوجتے ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھا یا خود اپنے دل میں خیال کیا۔ بہرکیف اسے معلوم ہوا کہ یہ بت مصیبت کے وقت کام آتے ہیں۔ یہی بارش برساتے ہیں اور دل کی مرادیں بر لاتے ہیں۔ چنانچہ عمرو بن یحیٰ نے ان لوگوں سے ایک بت لے لیا۔ جس کا نام ھبل تھا۔ اور اسے لا کر بیت اللہ شریف میں نصب کر دیا۔ اس نے خود بھی پوجا کی اور مکہ کے لوگوں کو بھی اسے پوجنے کی ترغیب دی۔

مکہ معظمہ میں جناب اسمٰعیل علیہ السلام کے دور نبوت سے لے کر عمرو لحی کے باپ کے دورِ حکومت تک بت پرستی نہیں آئی تھی۔ لوگ موحد و خدا پرست تھے۔ اور دین ابراہیم و اسماعیل کو مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ گھر جسے ابراہیم و اسمٰعیل باپ بیٹا دونوں نے مل کر تعمیر کیا تھا۔ ان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز تھا۔ خاص کر قبائل عرب میں سے بنی جرہم عمالقہ و خزاعہ اور بنی بکر کے لوگ کعبۃ اللہ کو نہایت احترام و تقدس کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور بیت اللہ کا طواف کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنا سر جھکاتے اور عبادتِ الٰہی کرتے تھے۔ توحید پرستی کی یہ صورت حال مکہ میں کئی سو برس تک قائم رہی۔

اب بمصداق النّاسُ علیٰ دِیْنِ ملوکھم۔ مکہ کے لوگ سخت گمراہی میں پڑ گئے۔ عمرو لحی نے مکہ کے دین کو بالکل بدل ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ کعبہ جو توحید پرستی کا مرکز تھا۔ بت پرستی کا گڑھ بن گیا۔ تمام عرب کے لوگوں نے جو یہاں حج کے لیے آتے تھے۔ اپنے اپنے لئے بت بنا لئے۔ جو علیحدہ علیحدہ قبائل سے منسوب تھے۔ مثلاً کسی قبیلے کے بت کا نام سواع و برہاط تھا۔ کسی کا نام ود، بعوث تھا۔ کسی کا نام بعوق اور یربس اور غم دالس اور نسر

Marfat.com

تھا۔ غرض بے شمار بت تھے جو اللہ تعالیٰ کے اس گھر میں پوجے جاتے تھے۔ جسے ایک اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔

ایام طفولیت محمدیہ: محمد رسول اللہ ﷺ کو بچپن میں نہ ماں کی تربیت ملی، نہ باپ کی۔ آپ کے والد محترم جناب عبداللہ تو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بی بی اس عالم سے اس وقت رحلت فرما گئیں جب آپ صرف چھ سال کے تھے۔ اور یہ مختصری مدت بھی آپ کی ماں کے ساتھ نہ گزری۔ کیونکہ عرب کے دستور کے مطابق آپ کو مکہ سے باہر اپنی دایہ بی بی حلیمہ کے ساتھ رہنا پڑا۔ جو آپ کو دودھ پلانے کے لئے ساتھ لے آئیں تھیں۔

الفت ابوطالبی: جب آپ آٹھ سال کے ہوئے اور آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں۔ جناب عباس۔ ابوطالب۔ امیر حمزہ۔ ابولہب۔ زبیر۔ حارث۔ مجل۔ مقدم۔ ضرار سے پوچھا کہ تم میں کون یہ ذمہ داری قبول کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ کا میرے بعد ماں اور باپ کی طرح خیال رکھے۔ اس پر جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے خود کو پیش کیا لیکن آپ نے یہ سوچ کر کہ یہ خود کثیر العیال ہیں۔ ان سے انکار کر دیا۔ اب جناب امیر حمزہ آگے بڑھے۔ آپ نے ان سے بھی انکار کیا اور کہا کہ تم خود ابھی کم سن ہو۔ پھر ابولہب آگے بڑھا۔ محمد ﷺ کو مجھے سونپ دیجئے۔ میں انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔ آپ نے کہا ابولہب تم سخت دل انسان ہو۔ میرے یتیم سے شفقت کا سلوک نہ کر سکو گے۔ اب ڈرتے ڈرتے جناب ابو طالب پدرِ امیر المومنین حضرت علیؓ آگے بڑھے۔ بوڑھے باپ سے کہا کہ ہر چند میں کچھ اثاثہ پاس نہیں رکھتا۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں بہت غریب ہوں۔ تاہم محمد ﷺ کی دلداری اور ناز برداری کرنے کی ہمت ضرور رکھتا ہوں۔ جناب عبدالمطلب نے اپنے کم سن پوتے محمد ﷺ کی طرف دیکھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ دادا کے اس استفسار پر اپنے چچا جناب ابی طالب کے زانو جا بیٹھے۔ بوڑھے دادے نے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس

Marfat.com

لیا یا سی برس کی عمر میں بعض کے نزدیک ایک سو بیس برس کے سن میں اپنی جان شریں جاں آفریں کے سپرد کردی۔ جناب ابو طالب نے اپنے باپ کی وصیت کو جس دردوسوز اور کمال جاں سپاری سے پورا کیا۔ اسے علامہ ابن خلدون نے فقط ایک ہی جملہ میں بیان کر کے تمام حقیقت واضح کردی۔ فَاَحْسَنَ وَلَدْ یتَہٗ وَ کَفَا لَتَہٗ.

جناب ابو طالب نے ولدیت و کفالت کا حق ادا کر دیا۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ جناب ابو طالب آپ کو اپنے پہلو میں سلاتے۔ آپ اگر کہیں باہر جاتے تو مہربان چچا ساتھ ہوتے۔ گھر میں کھانا پکتا اور بچے کھانا نکالنے پر اصرار کرتے۔ تو آپ ان سے کہتے بچو! ابھی ٹھہر جاؤ ہمارے بیٹے محمد ﷺ کو آ لینے دو۔ چنانچہ جب آپ کے پیارے بھتیجے گھر میں آتے تو آپ اپنے بچوں سمیت آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔

علامت نبوت: مورخین اسلام کہتے ہیں کہ باوجود اس دنیاوی محرومی کے جناب محمد رسول اللہ ﷺ چھوٹی سی عمر میں بھی اخلاق و عادات کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ نہ کسی کو گالی گلوچ دیتے اور نہ آپ نے کبھی کسی بیہودہ کھیل میں حصہ لیا۔ اور نہ مشرکین و کفار کے میلے ٹھیلے ہی میں قدم رکھا۔ اور نہ کبھی کسی بت کو پوجا اور نہ بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت چکھا۔ غرض آپ اپنے پاکیزہ طور و اطوار کے اعتبار سے سب سے افضل و ممتاز تھے۔ تمام لوگ آپ کی عزت کرتے تھے اور بڑی قدر کی نگاہوں سے آپ کو دیکھا جاتا تھا۔ آپ اصلاحی کاموں میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے۔ اور اکثر سوچ بچار میں پڑے سوچتے رہتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ تیرہ سال کے ہوئے تو آپ اپنے چچا جناب ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ جب آپ کا قافلہ بصری پہنچا تو ایک عیسائی راہب بحیرہ نے آپ کی ذات میں نبوت کی نشانیاں پا کر ابو طالب کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ کو لے کر واپس چلے جائیں۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ یہودی انہیں قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ جناب ابو طالب آپ کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔

Marfat.com

حلف الفضول: جب آپ کا سن مبارک پندرہ برس کا ہوا تو آپ نے اپنے چچا زبیر کی تحریک پر اس معاہدہ قریش میں شرکت کی جس کا مقصد مظلوموں کی حمایت کرنا تھا۔ آپ نے اس تحریک میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا۔ اس تحریک کا نام حلف الفضول تھا۔ کہتے ہیں کہ اس تحریک کے تین اراکین فضل نام کے تھے۔ اس لئے یہ نام تجویز ہوا۔

جناب خدیجہ: پھر جب آپ پچیس برس کے ہوئے تو عرب کی متموّل اور پاک باطن بیوہ خاتون جناب خدیجہ کی طرف سے تجارت کے سلسلے میں دوسری بار شام کے سفر پر گئے۔ آپ کے ساتھ جناب خدیجہ کا غلام میسرہ تھا۔ آپ کو اس سفر میں بہت نفع حاصل ہوا۔ تجارت میں شاندار کامیابی اور اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ کی صفات حمیدہ معلوم کر کے خدیجہ بہت خوش ہوئیں۔ اور ان کی آپ ﷺ سے گرویدگی اس حد تک بڑھی کہ آپ کو نکاح کا پیغام دے دیا۔ جسے آپ نے فوراً قبول کر لیا۔ حالانکہ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ اور جناب خدیجہ چالیس برس کی تھیں۔ مقام غور ہے کہ عرب جیسے گرم ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ پچیس برس کی عمر تک محمد رسول اللہ ایک متین و سنجیدہ انسان کی طرح کنوارے رہے۔ مگر دامن میں کہیں دھبہ نہ آنے پایا۔ اور جب تک بی بی خدیجہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹے تو جلد انتقال کر گئے۔ البتہ بیٹیاں جناب فاطمہ۔ جناب زینب۔ جناب رقیہ اور جناب کلثوم یکے بعد دیگرے بعد انتقال کے جناب عثمان غنی سے بیاہی گئیں۔ بی بی زینب کا نکاح ابوالعاص سے ہوا۔ مگر یہ دختر رسول باپ کے ایک دشمن کے ہاتھوں نیزہ لگنے سے بحالت حمل شہید ہو گئیں۔

جناب خدیجہؓ کے انتقال کا آپ کے دل پر ہمیشہ صدمہ رہا۔ آپ اکثر انہیں یاد کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدیجہ نے اس وقت میری مدد کی جب میں نادار اور مفلس تھا۔ پھر جب لوگ مجھے مفتری و کاذب کہتے تھے تو خدیجہ نے میری نبوت کی تصدیق کی۔ اور جب تمام قوم اور ملک میرے خلاف تھا تو خدیجہ کی رفاقت اور ہمدردی میرے ساتھ تھی۔

Marfat.com

مسئلہ تعدد ازدواج: مخالفین اسلام کے خیالات کے باعث بعض نادان مسلمان اعتراض کر بیٹھے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تو گیارہ بیویاں کیں۔ لیکن مسلمانوں کو بہ یک وقت چار بیویوں کی غیر مشروط اجازت نہیں دی۔

پہلی بات یہ ہے کہ اصل میں یہ مشروط حکم رسول اللہ ﷺ کے گیارہ نکاح کر لینے کے بعد آیا ہے۔ دوسرے اس بات پر توجہ دینا چاہیے کہ مسلمانوں کو تو اس بات کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ کہ جس بیوی کو طلاق دینا ضروری خیال کریں اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لیں۔ اور اس طرح وہ اپنی عمر میں بیسوں شادیاں کر سکتے ہیں۔ جس میں انصاف شرط ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لا یحل لک انساء من بعد ولآ ن ان تبدل بھن من ازواج ولوا عجبک حنھن الاملکت یمینک وکان اللہ علی کلی شیً رقیبا۔

" یعنی اے رسول اس (گیارہ بیویوں) کے بعد آپ کو اور بیویاں کرنا حلال نہیں۔ اور نہ یہ کہ آپ انہیں بدل کر اور بیویاں کر لیں۔ اگر چہ آپ کو ان کا حسن اچھا لگے لیکن وہ جو تیری ہیں اور اللہ ہر چیز کا محافظ ہے۔"

اجمال ازواج مطہرات یہ ہے کہ آپ کی جوانی جناب خدیجہؓ کے ساتھ گزر گئی جو آپ سے عمر میں دگنی تھیں۔ اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ان کے بعد بجز حضرت عائشہ صدیقہ کے جو کم عمر اور کنواری تھیں۔ باقی سب ادھیڑ عمر، معمر اور بیوائیں تھیں۔ نیز بجز عائشہ صدیقہ کے کہ ان کا رشتہ جناب ابو بکر صدیق بی بی خدیجہ کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ کو مغموم پا کر خود لائے تھے۔ اور اصرار کیا تھا۔ باقی تمام ازواجِ مطہرات نے آپ سے خود نکاح کی درخواست کی تھی۔ جسے درحقیقت قبول کر کے آپ نے مسلمانوں کے لئے بھلائیاں اور قربانیاں کیں۔ بیوگان سے شادی نہ کرنے کا عرب میں بڑی سختی سے رواج قائم تھا۔ لہٰذا جن عورتوں کے شوہر مر جاتے ان پر سخت مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا تھا۔ آپ نے بیوگان پریشان حال سے نکاح کر کے جہاں ان کے دکھ درد کا مداوا کر دیا۔ وہاں اس بُری

Marfat.com

رسم کے بندھن بھی توڑ دیئے۔ مخالفین اسلام کی طرف سے ایک اعتراض اور وارد ہوتا ہے۔
''وہ کہتے ہیں اسلام نے بہ یک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت دے کر عورت کے وقار کو گرایا ہے۔'' (اول) تو یہ کہ اسلام نے انصاف کی شرط رکھی ہے۔ (دوم) **هن لباس لكم وانتم لباس لهن** . مرد کا لباس عورت اور عورت کا لباس مرد کہہ کر عصمت نسائیت کو بحال رکھا ہے۔ درحقیقت عورت کو مرتبہ انسانیت سے گرانے اور ذلیل ترین مخلوق ثابت کرنے میں خود عیسائیوں اور یہودیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی عیسوی میں جب عیسائیت کا بہت زور ہوا۔ نیز شریعت عیسوی تمام یورپ کے قانون کا ماخذ بن گئی۔ تو اس کے مطابق عورتوں کے وہ تمام حقوق جو فلاسفہ یونان و روما کی صدیوں تک کوشش کئے جانے کے سبب مسلّم ہوتے جا رہے تھے۔ قطعاً سلب ہو گئے اور اس کمزور مخلوق کو طرح طرح کے ناموں سے نوازا گیا۔ مثلاً عیسائی بزرگوں میں ٹرٹلین نے کہا۔ عورت شیطان کا دروازہ۔ خوبصورت دلکش مصیبت ہے۔ (۲)۔ سینٹ گریگوری نے کہا۔ اژدھے سے زیادہ خطرناک اور افعی سے بڑھ کر چالاک ہے۔ (۳)۔ سینٹ جیروم نے کہا۔ عورت تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ (۴)۔ سینٹ اگسٹائن نے کہا۔ عورت، آدم سے اللہ کے حکم کی نافرمانی کروانے میں شیطان کی معاون و مددگار ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کی تحریروں پر عیسائیوں کے مذہب کا انحصار ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس تک کلیسا نے انہی باتوں کی تعلیم دی ہے۔ اور اسی بات کی تاکید کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے تجرد اختیار کیا جائے۔ کیونکہ ازدواجی رشتہ خواہ کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو پھر بھی ایک گناہ اور جہنم کی آگ کی ایک لپیٹ ہے۔

ہمیں اتنا تعجب مذکورہ اقوال پر نہیں کہ جتنا قول مسیح سے ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ سے نہایت کرختگی میں کہا۔ ''اے بڑھیا تو کیوں آتی ہے تیرا مجھ سے کیا کام ہے۔'' ظاہر ہے کہ یہ نبی کی زبان ترجمان ہدایات الٰہی نہیں ہو سکتی۔ یہ انہی دعویداران انجیل کا جھوٹ ہے کہ جو اسے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

Marfat.com

منسوب کرتے ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں انگریزی قانون کے مطابق مہذب ممالک۔ مغرب نے عورت کے حال پر جو نوازشات کی ہیں ان کے پیش نظر ہمیں کچھ تعجب نہیں رہتا۔ ہسٹری آف ویمینز سفریج جلد سوم صفحہ ۲۹۰ پر لکھا ہے کہ مغربی قانون میں عورت کسی شے پر قابض نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ خود اس کی پیدا کی ہوئی یا اسے ورثہ میں ہاتھ آئی ہو۔ بحالت ناکتخدائی وہ مجبور ہے کہ اسے کسی کے پاس امانت رکھ دے اور اس کی مرضی پر کاربند ہو۔ اگر وہ شادی کرنا چاہے اور اپنے مال پر قبضہ پانے کی خواہش رکھتی ہو تو وہ قانوناً مجبور ہے کہ اپنے آئندہ شوہر سے ایک معاہدہ کرے جس کی رو سے اپنی تمام املاک اس کے حوالے کر دے۔

بیوی کا درجہ ایک ماما جیسا ہے زیادہ نہیں۔ انگریزی قانون کی رو سے اس کا شوہر اس کا مالک اور آقا ہے۔ اسے بیوی کی ذات اور اس کے نابالغ بچوں پر پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ اسے ایسی لکڑی سے مار سکتا ہے کہ جو اس کے انگوٹھے سے موٹی نہ ہو۔

دی امپین آف وومن میں جوزف میک کب نے لکھا ہے کہ متحدہ امریکہ کے قانون میں بھی عورت کو اور مرد کو شخص واحد قرار دیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو وصیت سے تمام جائداد ہی سے نہیں بلکہ خود اس کی املاک سے بھی محروم کر سکتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کے منشاء کے خلاف نہ کوئی وصیت کر سکتی ہے اور نہ کسی قسم کا معاہدہ۔ اور نہ اسے اپنی جائداد کے منتقل کرنے کا ہی کوئی حق حاصل ہے۔ اس کا لباس اس کی مِلک نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اپنی جان کو اپنا نہیں کہہ سکتی۔ اس کا شوہر اس کے بچوں کو چھین سکتا ہے۔ اس کے کپڑے اتروا سکتا ہے اور اس کے بچوں کو بھوکا مروا سکتا ہے۔ لیکن عورت کے لئے کسی قانونی چارہ جوئی کا دروازہ کشادہ نہیں۔ عورت اگر کچھ کمائے تو مرد شوہر کی حیثیت سے اس کی کمائی پر قبضہ پانے کا مستحق ہے۔

یورپ میں اس وقت عورت کا جو عالم ہے یہ صرف آج سے ایک سو برس پہلے کی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اور اس میں اسلام ہی کے اثرات کا دخل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یورپ تسلیم نہ کرے۔ لیکن یورپ میں یہ ہرگز دم خم نہیں کہ وہ اپنے ان گناہوں کی تردید کر

Marfat.com

سکے۔ جو اس نے عورت کے مظلوم طبقہ پر مذہب کی آڑ لے کر دن رات کئے ہیں۔

محرکات رسم دختر کشی: عرب میں جو دختر کشی کا رواج تھا۔ وہ عیسائیوں ہی کی تبلیغ کا نتیجہ تھا۔ اکثر ان کے قبیلے یہاں آباد تھے۔ اور عیسائیت کو پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل واذا بشر احدھم بالانثیٰ اظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتوری من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب۔

"اور جب ان میں سے کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو اس کا چہرہ فق ہو جاتا اور وہ رنجیدہ ہو جاتا تھا۔ اور اس بری بات کی وجہ سے اپنی قوم سے چھپا چھپا پھرتا۔ اور دل میں سوچتا تھا کہ اسے باوجود ذلت کے اپنے ہاں رہنے دے یا مٹی میں دفن کر دے۔

اگر کوئی لڑکی کسی طرح سے بچ جاتی تو اس کو ترکہ پدری سے کچھ نہیں دیا جاتا تھا۔ یوں سمجھئے کہ صرف جان بخشی ہی اس کا باپ کے ترکہ میں ایک حصہ تھا۔ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کے قبضہ و اختیار میں ہو جاتی تھی۔ اور شوہر کے مرنے کے بعد اسے مال متروکہ کی طرح وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر عربوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ بیوہ ہونے کے بعد سوتیلی مائیں اپنے سوتیلے بیٹوں کی بیویاں ہو جاتی تھیں۔ اور اس کے لئے رضا مندی شرط نہیں تھی۔ ان کو اپنے سوتیلے بیٹوں کی زوجیت میں جانا ہی پڑتا تھا۔ نیز اس میں سب سے مقدم حق بڑے بیٹے کا ہوتا تھا۔ اگر وہ قبول نہ کرتا تو انہیں اس کے چھوٹے بھائیوں کو پیش کیا جاتا۔ اگر وہ بھی انکار کر دیتے تو پھر کوئی اور قریبی رشتہ دار ان کا مالک و مختار ہو جاتا تھا۔

تعمیر کعبہ: محمد رسول اللہ ﷺ جب پینتیس برس کے ہوئے۔ تو کعبۃ اللہ کی دوبارہ تعمیر کے وقت قریش میں حجر اسود کے نصب کرنے سے متعلق جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر فریق و گروہ کی یہ خواہش تھی کہ حجر اسود کے نصب کرنے کا فقط اسے ہی موقع ملے۔ قریب تھا کہ اس جھگڑے

Marfat.com

میں خون خرابہ ہو جاتا۔ رسول اللہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ لوگوں نے جو آپ کو دیکھا تو ایک زبان ہو کر پکار اٹھے۔ ھٰذا الامین رضینا ھٰذا محمد . یعنی یہ لیجئے محمد ﷺ آ گئے ہیں۔ ہم سب راضی ہیں کہ اپنا فیصلہ ان سے کروالیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے آپ کو حاکم بنا لیا اور آپ نے جو فیصلہ کیا اس پر سب راضی ہو گئے۔ آپ نے یہ کیا کہ حجر اسود کو اپنی چادر میں ڈال دیا۔ جسے اتحاد و اتفاق کے ساتھ سب نے چاروں طرف سے مل کر اٹھایا۔ جب وہ اپنی جگہ پہنچ گیا تو آپ نے چادر میں سے اٹھا کر اپنے دست مبارک سے نصب کر دیا۔

منصب نبوت: اب آپ کا زمانہ نبوت قریب آتا جا رہا تھا جس سے آپ کے غور و فکر اور سوچ بچار کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ ترقی کرتی جا رہی تھی۔ آپ مکہ سے تین میل دور اکثر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مستغرق رہتے۔ ایک روز آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تمام قوموں کے لئے اپنا آخری رسول منتخب کر لیا۔ اور آپ کو یہ پیغام بھیجا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ .

''اپنے اس رب کا نام لے کر پڑھ، جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ جس نے گوشت کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھو کہ تمہارا رب بزرگ ہے وہ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جنہیں وہ جانتا نہ تھا۔

فریضہ نبوت: سرفراز نبوت ہو کر اول آپ نے فرداً فرداً لوگوں کو توحید کی طرف بلایا اور انہیں بتایا کہ ہبل۔ عزیٰ ولادت و منات وغیرہ جن بتوں کی بندگی میں تم پڑے ہو وہ جھوٹے ہیں۔ ان کا ہرگز اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی عمل دخل نہیں اور نہ ان کی کوئی سفارش چل سکتی ہے۔ یہ بت یہ مٹی کے بے حس و حرکت گھروندے پتھروں کے بے جان مجسمے جن شخصیتوں کے نام کے تم نے گھڑ رکھے ہیں باطل ہیں۔ آؤ اس خدا کی بارگاہ میں جھک جاؤ۔ جس کا کوئی شریک نہیں وہ ایک اکیلا ہے۔ اور اس تمام کائناتِ زمین و آسمان کا واحد خالق

Marfat.com

ہے۔ وہ خود بخود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تاریخ اسلام میں آپ کی ہدایت کا یہ دور خفیہ تبلیغ کہلاتا ہے جو تین سال تک برابر جاری رہا۔ اس زمانے میں بچوں میں سے سب سے اول ایمان لانے والے جناب علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔ اور عورتوں میں جناب خدیجہ خاتون کا نام سرِ فہرست ہے۔ اس کے بعد جناب ابو بکر صدیق ایمان لائے۔ مورخین نے کچھ اسماء اور بھی لکھے ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

حضرات ! عثمان غنی ۔ ابو ذر غفاری ۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ ۔ عبدالرحمن بن عوف ۔ ابو عبیدہ۔ ابو سلمہ۔ الارقم بن ابی الارقم ۔ عثمان بن تضون ۔ عبیدہ بن الحارث ۔ سعید بن زید۔ فاطمہ بنت خطاب ۔ اسما بنت ابی بکر۔ قدامہ بن مضوٗف ۔ عبداللہ بن مضوٗن۔ ابن لارث عمیر بن ابی وقاص ۔ عبداللہ بن مسعود۔ مسعود بن قاری ۔ سلیط بن عمرو۔ عیاش ابن ابی ربیعہ۔ اسماء بنت سلمہ۔ خنیس بن خدافہ۔ عامر بن ربیعہ۔ عبداللہ بن جحش۔ ابو احمد جحش۔ جعفر ابن ابی طالب ۔ اسما بنت عمیس ۔ خالد بن البکر ۔ عامر ابن البکر ۔ عمار بن یاسر۔ جہیت ابن سنان ۔ حاطب ابن الحارث۔ ازہر بن عبد مناف۔ ابو حذیفہ۔ واقد بن عبداللہ۔ نعیم بن عبداللہ۔ المطلب ابن ازہر بن عبد مناف ۔ نکیہ بنت یسار۔ رملقہ بنت ابی عوف السائب ابن مضوٗن ۔ عامر بن فہیرہ۔ خالد بن سعید۔

اعلان رسالت: آغاز نبوت کے چوتھے برس جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے دعوت حق کو عام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے۔

یا ایها الناس انّی رسول اللّٰه الیکم جمعیان الذی له ملک السمٰوت والارض لا اِلٰهَ اِلّا هُوَ یُحْیِیْ وَ یُمِیْت فَاٰ مَنُوْ بااللّٰه وَرَسُوْلِهِ النبی الامیّ الذی یو من بااللّٰه وَ کَلَمَا تِهٖ واتّبعوهُ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْن .

اے میرے پیارے محبوب محمد کہہ دیجئے کہ بے شک میں تم سب کے واسطے اللہ کا رسول ہوں۔ جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ نہیں ہے کوئی خدا مگر اللہ تعالیٰ، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول امی پر جو ایمان

Marfat.com

لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اعلان حق: توحید پرستی کی یہ کھلے بندوں دعوت، انسان کو انسانی غلامی سے نجات دینے کا وہ پہلا پیغام تھا۔ جسے جناب عیسیٰ کی غیابت سے آپ کے زمانہ رسالت تک اہل دنیا نے پہلی مرتبہ سنا۔ یہ وہ صورت ہادی تھی کہ معبودانِ باطل تھرانے لگے۔ دنیائے جہالت کی ہر درودیوار کانپ اٹھی۔ باپ دادا کی ریت ورسم کا جنون، شخصیت پرستی کی اندھی تقلید اپنی تمام ہولنا کیوں اور تباہیوں کے ساتھ ابوسفیان ابن حرب، امیہ ابن عبدالشمس کی قیادت میں توحید پرستی کی مخالفت بن کر سامنے آئی۔ لیکن باوجود ان تمام مخالفتوں کے پائے نبوت میں سرمو بھی لغزش نہیں آنے پائی۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ تبلیغ و ہدایت کے میدان میں برابر قدم بڑھاتے چلے گئے۔

ایک روز آپ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قبیلے قبیلے کو نام بہ نام پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو فرمایا اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کی ایک فوج کھڑی ہے جو چاہتی ہے کہ موقع پا کر تم پر حملہ کرے تو کیا میرا یقین کرو گے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ یقناً کیونکہ ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ بجز سچائی کے اور تم میں کچھ نہیں دیکھتے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ تو سنو! یہ مٹی کے بے حس و بے حرکت مجسمے جنہیں تم خدا سمجھتے ہو۔ یا خدا کی طاقتوں کا مظہر خیال کرتے ہو۔ بالکل باطل ہیں یہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ اے لوگوں ایسی شے جو کچھ اپنا بنا سکے اور نہ تمہارا۔ تم نے اس کے سامنے سر جھکانا کیونکر گوارہ کر لیا۔ اور اسے کیسے خدا مان لیا۔ اے لوگو! یہ لات وعزیٰ اور نائلہ ھبل ہرگز پوجنے کے لائق نہیں۔ تمہیں عبادت صرف اسی ایک ذات کی کرنی چاہیے جس نے ہمیں تمہیں اور اس تمام کائنات کو پیدا کیا۔ اے لوگو! میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرانا چاہتا ہوں۔ جو تمہاری خدا سے غفلت اور گمراہی کے سبب تمہیں سخت گرفت میں لے لے گا۔ اس پر ابولہب نے کہا محمدؐ خدا تجھے برباد کرے، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس بات کے سبب یہ آیت نازل ہوئی۔ تبت یدا ابی لھب و

Marfat.com

تب وما اغنیٰ عنه مالو ماکسب .

"ابولہب ہی برباد ہوگا اور اس کو اس کا مال کام آئے گا نہ اس کی کمائی۔"

مصائب: جناب رسالت مآب کی مکی زندگی کے تیرہ سال سخت دشواریوں اور مصیبتوں میں گزرے۔ قوم نے آپ کو ایک خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کا سبق دینے اور اس کی بندگی کی طرف بلانے کی پاداش میں طرح طرح کی تکلیفیں اور دردناک اذیتیں پہنچائی ہیں۔ آپ کی توہین وتحقیر جو کچھ بن پڑا کر گزرے آپ کو ادائے نماز سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ تھوکا۔ کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالی۔ آپ کی گردن میں آپ ہی کے عمامہ کا پھندا ڈال کر کعبہ سے باہر نکال دیا۔

مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے ان کی زندگی تلخ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن بے شمار تکالیف ومصائب کے باوجود آنحضرت فریضہ تبلیغ رسالت میں برابر منہمک رہے۔ ایک روز کفار مکہ نے قریش کر بڑے بڑے سرداروں کا ایک وفد آپ کے چچا حضرت ابی طالب پدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ وہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ ہمارے خداؤں کی تذلیل کرنے سے منع کریں۔ لیکن آنحضرت نے چچا سے بالکل صاف صاف کہہ دیا۔ عم واللّٰہ لو وَضَعوُ الشمس فی یمینی والقمرُ فی یساری علی ترک ھٰذا الا مْرحَتّٰی یظھرہ اللّٰہ واھلک فِیْہِ مَا تر کْتہُ . اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو جب تک یہ کام غالب نہ ہو جائے یا میں خود ہی ہلاک نہ ہو جاؤں میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

آزمائش: اس کے بعد سردارانِ قریش نے آپس میں طے کیا کہ ایک وفد خود محمد ﷺ ہی کے پاس جائے اور پوچھے کہ اے محمد ﷺ تو نے جو ہمارے خداؤں کے ساتھ کیا ہے۔ کسی نے نہیں کیا۔ آخر تو انہیں کیوں برا کہتا ہے۔ اس سے تیرا مطلب کیا ہے؟ اگر تو دولت چاہتا ہے تو ہم دولت دے ڈالتے ہیں۔ اگر تجھے ہمارے سردار بننے کی تمنا ہے تو

Marfat.com

ہم تمہیں اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تو بادشاہ ہو جائے تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ باتیں کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے صرف تمہیں بندوں کی غلامی سے نکال کر صرف ایک اللہ کا بندہ بنانے کے سوا اور کوئی غرض نہیں۔

ایک موقع پر مشرکین و کفار مکہ نے خیال کیا کہ حج کا موسم آنے والا ہے۔ لوگ دور دراز کی جگہوں سے یہاں آئیں گے۔ اور محمد ﷺ کی کوشش ہو گی کہ انہیں مسلمان کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ موسم کے آنے سے پہلے پہلے اس کے خلاف کوئی منصوبہ طے کر لیں۔ چنانچہ لوگ اکٹھے ہوئے تجویز پیش کی کہ جب لوگ یہاں آنے لگیں تو محمد ﷺ کے کاہن ہونے کی پروپگینڈہ کیا جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا۔ ہم کاہنوں کو خوب جانتے ہیں۔ محمد ﷺ ہرگز کاہن نہیں ہو سکتا۔ پھر لوگوں نے کہا مجنوں ثابت کر دیا جائے۔ ولید نے کہا یہ بھی نہیں محمد ﷺ ہرگز مجنوں نہیں۔ پھر بولے ہم شاعر کہنا شروع کر دیں۔ ولید نے کہا شاعر بھی نہیں۔ پھر جب لوگ تجاویز پیش کرتے کرتے عاجز آ گئے تو کہنے لگے اچھا تم ہی بتاؤ۔ محمد ﷺ کیا ہے؟ ہم اسے کیا کہیں؟ ولید نے کہا اگر تمہیں کچھ کہنا ہی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ تم اسے ساحر کہو۔ واقعی محمد ﷺ کے کلام میں بڑا جادو ہے۔ وہ دلوں پر خوب اثر کرتا ہے۔

نضر ابن الحرث نے کہا اے سردارانِ قریش محمد ﷺ پر تمہاری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ تم اسے بچپن سے جانتے ہو وہ تم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے۔ اسے تم پسند کرتے تھے اور امین کہتے تھے۔ اب وہ تمہارے پاس وہ کلام لے کر آتا ہے جو اس پر نازل ہوا۔ تو تم اسے کاہن کہتے ہو۔ حالانکہ وہ کاہن نہیں۔ تم اسے شاعر کہتے ہو، حالانکہ وہ شاعر نہیں۔ پھر تم اسے جادوگر خیال کرتے ہو حالانکہ وہ جادوگر نہیں۔ اے سردارنِ قریش تم اپنے حال پر غور کرو۔ بخدا تمہارے لئے یہ بہت بڑی شے نازل ہوئی ہے۔

ایک روز ابوجہل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہوا

Marfat.com

اور اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے ایک پتھر اٹھایا اور چاہا کہ سر کچل دے تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ گھبرا کر فوراً بھاگ نکلا۔

ہجرت اولیٰ: ادھر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ ریگستان عرب کی گرم گرم سلاخوں سے ان کی آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں۔ انہیں بھوکا رکھا جاتا تھا۔ ان پر پانی بند کر دیا جاتا۔ بہت سوں کو پھانسی دی گئی۔ اور بہت سے ایماندار جلا دیئے گئے۔ مکہ میں رہ کر رسول اللہ ﷺ خود بھی مصائب پر مصائب اٹھاتے جا رہے تھے۔ لیکن آپ سے مسلمانوں کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ آپ نے مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا کہا۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق مسلمان مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے۔ ان مہاجروں میں تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ (۱۸) عورتیں تھیں۔ لیکن کفار کے دل اس پر بھی ٹھنڈے نہ ہوئے۔ انہوں نے ان مسلمانوں کو حبشہ میں بھی دم نہ لینے دیا۔ پہلے تو انہوں نے حبشہ کے پادریوں سے مل کر کوشش کی کہ مسلمانوں کو ان سے پوچھ گچھ کئے بغیر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر جس ء اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی نے بغیر تحقیقات کئے مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پادریوں کو سختی سے ڈانٹ دیا گیا۔

نجاشی نے مہاجرین اسلام کو طلب کیا۔ جناب جعفر ابن ابی طالب مہاجروں کے نمائندہ کی حیثیت سے دربار میں پہنچے۔ اور کہا اے بادشاہ ہماری قوم سخت جاہل تھی۔ ہم بتوں کو پوجتے تھے۔ اور مردار جانور کھا لیتے تھے۔ آپس میں قطعاً شرم و لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ خوب لڑتے یہاں تک کہ لڑائیاں پھیل پھیل کر کئی قبیلوں تک جا پہنچتی تھیں۔ جس سے ہزاروں خون کی ندیاں بہہ نکلتیں۔

ہم اپنے قریبی رشتہ داروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ برائیاں کرتے تھے۔ اور ہم میں جو طاقتور ہوتا کمزوروں کو دبا لیتا۔ اور انہیں نیست و نابود

Marfat.com

کر دیتا تھا۔ ہم سب کا یہی حال تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہمارے لئے ایک رسول مبعوث کیا۔

ہم اس کے حسب ونسب سے خوب واقف ہیں اور اس کی سچائی اور پاک دامنی کو بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ پس اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اسے واحد لاشریک تسلیم کریں۔ اور اس کی عبادت کریں اور اس کے علاوہ پتھروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئیں ہیں۔ چھوڑ دیں۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولا کریں۔ اور جس کسی کی امانت ہمارے پاس ہو اسے لوٹا دیا کریں۔ قریبی رشتہ داروں سے مل جل کر رہیں۔ اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں۔ اور جن چیزوں سے ہمیں روکا گیا ہے۔ انہیں ہرگز نہ لیں۔ اور جن باتوں کی ممانعت آئی ہے انہیں قبول نہ کریں۔ اور نہ کسی کا خون کریں۔ ہمیں ہر قسم کی برائی سے منع کر دیا گیا ہے۔ نیز کسی پر تہمت لگانے یا یتیم کا مال کھانے اور نیک بیبیوں پر الزام لگانے سے ہمیں روک دیا گیا ہے۔

اور ہمیں زکوٰۃ اور نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر آپ نے دیگر اسلامی امور گنا دیے۔ آپ نے کہا یہ ہیں وہ حقائق جس سے ہم نے محمد ﷺ کو سچا مان لیا۔ اور ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اور ہر اس چیز کہ جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتے ہیں۔ پیروی کی ہے ہم صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ جو شے ہم پر حلال کر دی گئی ہے اسے حلال سمجھتے ہیں۔ اور جس کو حرام کر دیا گیا ہے اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اسے حرام ہی جانتے ہیں۔

یہ ہیں وہ حقائق جن پر ہماری قوم ہمارے خون کی پیاسی ہو گئی۔ اور ہم پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے۔ اور ہمیں سخت مصائب میں مبتلا کیا۔ اے بادشاہ جب یہ لوگ ہم میں اور ہمارے دین میں حائل ہونے لگے تو ہم مجبوراً اپنے ملک سے نکل کر تیرے ملک میں آ گئے۔

<u>دربار نجاشی:</u> نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھا۔ کیا تمہارے پاس اس

Marfat.com

میں سے کچھ ہے جو محمد ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ چنانچہ آپ نے یہ آیہ قرآنی تلاوت کی۔ کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا۔ اذ نادیٰ ربہ نداء خفیا. قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعاءک رب شقیا.

"اپنے بندے زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے اس نے کہا اے میرے رب میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئی۔ اور میرا سر بڑھاپے سے چمک اٹھا۔ یعنی سفید ہو گیا۔ اور اے میرے رب میں تجھ سے مانگنے میں کبھی محروم نہیں ہوا۔" قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت اپنا کام کر گئی۔ اس آیات کو سن کر نجاشی اور اس کا تمام دربار زاروقطار رونے لگا۔ اور اس نے مکہ کے وفد سے واضح طور پر کہہ دیا کہ جاؤ اپنے گھر کی راہ لو۔ میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔

دوسرے روز کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف ایک آخری چال اور چلی۔ عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ مسلمان جو تیری پناہ میں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا مہاجرین اسلام نے صاف اقرار کیا۔ کہ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس کا رسول اور اس کا بندہ مانتے ہیں۔ نجاشی نے کہا بے شک جو تم نے کہا ہے صحیح کہا۔ تم سب میری امان میں ہو پھر اس نے کفار مکہ کے تحفے تحائف واپس کر دیئے۔ اور انہیں ذلیل و خوار ہو کر نکلنا پڑا۔

نجاشی: ہر چند اس واقعہ سے بلوہ ہوا پادری سخت برہم ہوئے۔ تاہم اس اللہ کے بندے نے عیسائیت کے تمام طلسمات کو توڑ کر اعلان کر دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور عیسیٰ ابن مریم بھی اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حمایت ابو طالب: ادھر مکہ میں اسلام کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ جوں جوں کفار اسے دبانے کی کوشش کرتے رہتے اسلام توں توں ابھرتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ قریش کے تمام بڑے بڑے بہادر آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ ان میں جناب امیر حمزہؓ اور

Marfat.com

جناب عمر فاروقؓ سرِ فہرست ہیں۔ جناب فاروقؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے تک مسلمان اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔آپ کے مسلمان ہو جانے پر کعبہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے لگے۔اور یہ پہلی مرتبہ ادائے نماز ہے۔جو مسلمانوں نے جناب فاروق کی دلیری وشجاعت پر اعلانیہ کعبہ میں ادا کی۔

مقاطع:اب کفار کے دل پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر خوف کھانے لگے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اور ستانا شروع کر دیا۔انہوں نے آپس میں طے کیا کہ یوں تو لوگ اسلام لانے سے باز نہیں آئیں گے۔ بہتر ہے کہ مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔لہٰذا انہوں نے اعلان کر دیا کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے تعلقات نہ رکھے۔اور نہ ان سے کوئی چیز لے اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچے۔ ہاں اگر بنی ہاشم محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دیں تو پھر ہمارا بنی ہاشم سے کوئی جھگڑا نہیں۔لیکن وہ مہربان چچا جس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے کہا جاؤ بیٹے جو کچھ تمہیں کہنا ہے کہے چلے جاؤ۔ابو طالب تمہیں کسی حالت میں بھی دشمن کے حوالے نہیں کرے گا۔اور پھر وہ ابو طالب جو مسلح ہاشمی نوجوانوں کو ساتھ لے کر قریش کے پاس گیا۔اور کہا اے قریش ذرا ہاشمیوں کے ہتھیاروں کی چمک تو دیکھو۔بخدا اگر تم نے میرے بھتیجے محمد رسول اللہ ﷺ کو مار ڈالا تو میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پھر ہماری اور تمہاری لڑائی چاہے کسی نتیجے پر بھی پہنچ جائے۔وہ مرد مجاہد نبوت کے ساتویں سال ابولہب کے سوا اپنے پیارے محمد رسول اللہ ﷺ اور تمام بنی ہاشم کو لے کر شہر سے باہر ایک پہاڑ کے درہ میں آ گیا۔ جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں۔تین برس سخت مصائب میں یہاں رہنا پڑا۔اس مدت میں جب قریش کے چند لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا احساس ہوا تو انہوں نے باوجود اپنے دوسرے بھائی بندوں کی مخالفت کے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔اور ادھر قدرت خدا دیکھئے کہ وہ معاہدہ جو درِ کعبہ پر آویزاں تھا۔اسے دیمک چاٹ گئی۔گویا اس طرح بنی ہاشم کو مصائب سے نجات مل گئی۔اور وہ پھر مکہ میں آ گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مکہ میں فی الحال انہیں کامیابی کی امید نہیں تو

Marfat.com

آپ نے طائف کا سفر کیا۔ یہ واقعہ جناب ابی طالب کے بعد کا ہے۔ جن کی رحلت نے نبوت کے دسویں برس آپ کو داغ مفارقت دیا۔ کفار نے جناب ابو طالب کی وفات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اب وہ آپ کو بے حد پریشان کرنے لگے۔ راستہ چلتے آپ کے سر پر مٹی ڈال دیتے۔

سجدہ میں جاتے تو آپ کی کمر پر اونٹ یا بکری کی اوجھڑی رکھ دیتے۔ اور بعض اوقات آپ کا دامن پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے۔ اس دوران میں جناب صدیق اکبرؓ آتے اور کفار کو دھمکاتے۔ اور کہتے کہ تم اللہ کے ایک بندے کو صرف اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ تمہیں ہزاروں بندگیوں سے نکال کر صرف ایک اللہ کا بندہ بنانا چاہتا ہے۔

سفر طائف: طائف کے سفر میں کفار نے غنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپ کے اوپر کنکر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے آپ کے پیر لہولہان ہو گئے۔ آپ تھک کر بیٹھ جاتے تو دعا مانگتے۔ کہ اے اللہ میں تجھ سے ہی اپنی کمزوری اور ذلت کی شکایت کرتا ہوں۔ قوم سے شکوہ نہیں کرتا۔ اے اللہ تو ان کے حال پر رحم فرما۔ اے اللہ تو کمزوروں کا ناصر اور مددگار ہے۔ تو مجھ کو کس کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے۔ اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں۔

ایک مرتبہ جب مدینہ سے قبیلہ اوس و خزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی جس کا حال تورات میں لکھا ہے۔ اب آنے والا ہے اور اس کی آمد سے مدینہ میں ہمارا وقار پھر بحال ہو جائے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اپنے معمول کے مطابق ان کے پاس بھی پیغام ہدایت لے گئے۔ ان لوگوں نے دل سے آپ کے موجودہ نبی ہونے کی گواہی دی۔ چنانچہ ان میں چھ آدمی مسلمان ہو گئے اور پھر انہوں نے مدینہ میں آ کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے برس اوس و خزرج کے کچھ لوگ اور آئے جن میں سے بارہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ نیز اپنے ساتھ ایک مبلغ اسلام جناب عمیر کے بیٹے مصعبؓ کو بھی مدینہ لیتے گئے۔ مصعب ابن عمیر نے اہل مدینہ کو اسلام کی تعلیم دینا

Marfat.com

شروع کی۔ جس کے اثر سے مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچہ ہونے لگا۔ یہاں تک نبوت کے تیرہویں برس ۷۳ مردوں نے اسلام قبول کیا۔ اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے مدینہ چلنے کی درخواست کی اور یک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ جو عہد لینا چاہتے ہو شوق سے لیجئے۔ ہم کامل وفاداری و جانثاری اور سچائی کے ساتھ آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے فقط یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرو گے جو تمہارا ہمارا اور اس تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ان لوگوں کی طرف سے براؔ بن مغرور سردار خزرج نے آپ سے وعدہ کیا۔ اور بیعت کی جسے تاریخ اسلام میں بیعت عقبیٰ ثانیہ کہتے ہیں۔ عقبہ مدینہ سے کچھ دور ایک مقام کا نام ہے۔

<u>مدینہ بعثت سے پہلے</u>: بنی اسرائیل کے اس گروہ نے جو تجارت کی غرض سے مکہ اور مدینہ آتا جاتا تھا۔ جب موسیٰ سے شکایت کی کہ عمالقہ ہمارے خیموں میں گھس کر ہمیں لوٹ لے جاتے ہیں۔ اور ہم سے شدید مزاحمت کرتے ہیں۔ تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ کی سرکوبی کے لئے مدینہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ نیز سپہ سالار کو ہدایت کی کہ عمالقہ کا ایک بھی فرد زندہ نہ رہنے پائے۔ چنانچہ فوج نے عمالقہ سے جنگ کی۔ اور اس کی تمام قوم کا صفایا کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر ایک علیقی شہزادے کو چھوڑ دیا۔ جناب موسیٰ اس اثناء میں انتقال کر چکے تھے۔ موسیٰ کے تابعین نے اس جرم میں ان لوگوں کو جنہوں نے شہزادہ کی جان بخشی تھی۔ الاودن میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ تمہاری سزا فقط یہ ہے کہ تم واپس مدینہ جاؤ اور وہیں جا کر سکونت اختیار کرو۔

چنانچہ یہ لوگ الٹے پاؤں مدینہ آئے تو اس وقت مدینہ کی آبادی نہایت گنجان تھی۔ یہ تین قبیلے تھے جن کا تعلق جناب ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ بہرکیف بنی اسرائیل کا مدینہ پر قبضہ ہو جانے سے مدینہ یہودیت کا مرکز بن گیا۔ جوارض، بیت المقدس اور اردن کے بعد یہودیت کا تیسرا مقام کہلایا۔ ہر چند مدینہ کا سرکاری مذہب یہودیت

Marfat.com

ہونے کے باوجود یہاں کے لوگ موحد وخدا پرست رہے۔

جس زمانے میں سیلاب یمن کے حادثہ کے پیش نظر اولاد قحطان کا شیرازہ منتشر ہوا تو عمرو و مزتقصیا کے پوتے اوس وخزرج مدینہ چلے آئے۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ اور مدینہ کے نواحی علاقوں میں رہتے تھے۔ اگرچہ ان لوگوں نے بنی اسرائیل کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے اپنی معاشی حالت بہت اچھی بنالی تھی۔ تاہم یہودیت کو ان سے کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ جس سے مدینہ بدستور یہودیت کا مرکز رہا۔

ہجرت نبوی: اب مدینہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ کفار مکہ نے اسلام کی ترقی کا یہ رنگ دیکھ کر ابوجہل کے مشورہ سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور طے کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ جب آپ کو کافروں کے ارادے کا علم ہوا تو آپ اپنے بستر پر جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو لٹا کر چپکے سے جناب ابوبکر صدیق کے ہمراہ مدینہ پہنچ گئے۔

کفار مکہ نے تمام رات ننگی تلواریں لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کئے رکھا۔ جب صبح ہوئی اور بھید کھلا تو جھنجھلائے اور ادھر ادھر آپ کو پکڑنے کے لئے آدمی دوڑائے۔ مگر آپ اس مدت میں ان کی گرفت سے نکل چکے تھے۔ بالآخر کفار نے تھک ہار کر آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا۔

مدینہ والوں کو جب آپ کے آنے کا علم ہوا تو اپنی مشتاق نگاہیں آپ کے قدموں میں بچھا دیں۔ گویا ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ مطابق ۲۴ ستمبر سن ۶۲۲ء کا دن اہل مدینہ کے لئے عید کا دن تھا۔ آپ کے مشتاقانِ دید کا گلی کوچوں اور سڑکوں اور بازاروں میں کھوے سے کھوا چلتا تھا۔ کوٹھے اور چھتیں عورتوں سے پٹی پڑی تھیں۔ کہ اتنے میں جانثارانِ اسلام کے آخری رسول کی سواری نمودار ہوئی۔ اشتیاقِ دید کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کی جسے مسجد نبوی

Marfat.com

کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک دفاعی تنظیم قائم کی جس میں ان یہودیوں نے بھی حصہ لیا۔ جو خود اپنی مرضی سے آپ کی ماتحتی میں آ گئے تھے۔ انہی لوگوں میں سے ایک شخص عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ جو آپ کی آمد سے قبل مدینہ کی سرداری کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس شخص نے ظاہری طور پر تو اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن بباطن اپنے بھائی یہودیوں سے مل کر اسلام کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ گویا مسلمانوں کا مکہ سے نکل کر اگر کفار سے پیچھا چھٹ گیا تو مدینہ میں آ کر یہودیوں اور منافقوں کی ایک نئی جماعت مسلمانوں کی حریف بن گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر اپنے اہل بیت اور مسلمانوں کو مکہ سے بلوا لیا۔ یہ ایک ایک کر کے اپنے گھر بار اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑ کر بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے ان کا بکمال خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک مدنی مسلمان (انصاری) نے ایک ایک مکہ کے مسلمان (مہاجر) کو اپنا بھائی بنا کر اپنے مال کے دو حصے کر کے نہ صرف مال ہی سپرد کیا بلکہ اگر کسی انصاری بھائی کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر سے نکاح بھی کر دیا۔

رسول اللہ نے دفاعی تنظیم کے ماتحت جو ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس کے متن کا خلاصہ یہ ہے۔ "کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کے دین و مذہب اور جان و مال کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ دشمن کے حملہ کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرے گا۔ اگر فریقین میں کوئی جھگڑا پیدا ہو گا تو اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔" یہ معاہدہ ایک دوستانہ حیثیت سے کیا گیا تھا۔ مگر افسوس یہودیوں نے اپنی روایتی بدعہدی کے مطابق اسے جلد ہی توڑ دیا۔ جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ کے یہودیوں نے کفار مکہ سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازباز کرنی شروع کر دی۔ اور مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لئے پے در پے کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

جنگ بدر: کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بدر کے مقام پر سن ۲ ہجری میں سب سے

Marfat.com

پہلے جنگ بدر ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ جانثاران اسلام کو لے کر مقابلہ پر آئے۔ کفار مکہ کا سپہ سالار ابو سفیان حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس تھا۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار مسلح سپاہی تھے۔ ۱۷ رمضان کو مقابلہ ہوا۔ کفار نے منہ کی کھائی اور بھاگ نکلے۔

جنگ اُحد: دوسرے برس کفار نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کو پھر میدان کارزار گرم کیا۔ یہ غزوہ جنگ احد کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں عبداللہ بن ابی کی منافقت کھل کر سامنے آئی۔ وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر راستے ہی سے پلٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ صرف سات سو فدایان اسلام کو لے کر تین ہزار کفار مکہ کے مقابلہ کو پہنچ گئے۔ میدان کارزار میں گھمسان کارن پڑا یہاں تک کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن مال غنیمت لوٹنے والے نادان مسلمانوں کی غلطی سے جیتی ہوئی جنگ ہار میں بدل گئی۔ بڑے بڑے صحابیؓ شہید ہو گئے۔ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ علیہ السلام اسی جنگ میں ایک وحشی نام کے چھپ کر وار کرنے سے شہید ہو گئے۔ اور تو اور خود جناب رسالت مآبؐ نے چہرہ پر ایک تیر کھایا اور کھلبلی یہاں تک مچی کہ کفار نے آپ کی شہادت کا اعلان کر دیا۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے لاشوں کا مثلہ کیا۔ یعنی ان کے ناک کان کاٹ لئے۔ جناب امیر حمزہ کا تو بہت ہی بری طرح حلیہ بگاڑ دیا۔ اور بڑی بے دردی سے آپ کو چیر کر کلیجہ نکالا۔ اور پھر اسے چبا چبا کر پھینک دیا۔

فتح مکہ: بالآخر ایک وقت ایسا بھی آ گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے کئے گئے وعدہ کو پورا ہونے کا دن تھا۔ نہایت استقلال اور صلح و آشتی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ و ہدایت کئے جانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی طاقت بہت مضبوط ہو گئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ دس ہزار پاک نفوس کو لے کر مکہ کی طرف بڑھے۔ اور آپ کی مکہ میں داخل ہونے کی شان یہ تھی کہ تمام قبائل اپنے سرداروں کے پیچھے اپنا اپنا جھنڈا لئے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان سب سے پیچھے جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے بغیر کسی لڑائی جھگڑا کئے نہایت پر امن طریقے سے مکہ فتح کر لیا۔

اللہ اللہ شان کریمی دیکھئے! آپ جب ایک لشکر جرار کے ساتھ مکہ میں داخل

Marfat.com

ہوتے تو اہل مکہ کے دل کانپ اٹھے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ مسلمانوں پر ڈھائے ہوئے ظلم و ستم موت بن بن کر سامنے آنے لگے۔ لشکر اسلام کو دیکھ کر ابوسفیان کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہ تھا۔ بدن میں ہوش اڑ گئے۔ سمجھتا تھا کہ میری ہر حرکت اور اس کا ہر جذبہ میرے قتل کے لئے کافی ثبوت ہے۔

جناب عباس عمِ رسول مکہ سے ہجرت کئے چلے آرہے تھے کہ راستے میں محمد رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ آپ انہیں واپس مکہ کی طرف لے آئے اور مکہ سے باہر قیام کیا۔ رات کے وقت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ جناب عباس اپنے خیمہ سے نکل کر شہر کی طرف چلے کہ راستے میں انہیں ابوسفیان ملا۔ ابوسفیان کو عباس نے سمجھایا۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نہایت رحیم و کریم ہیں۔ تم اگر ان کے پاس جاؤ گے اور صلح چاہو گے تو وہ پسند کریں گے۔ چنانچہ وہ جنابِ عباسؓ کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں جناب عمر فاروق ملے۔ آپ نے ابوسفیان کو پہچان کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ کہ جناب عباس نے یہ کہہ کر باز رکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ لینے دو۔ جنابِ عمر جھپٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور آپ سے قتلِ ابوسفیان کی اجازت چاہی۔ جناب عباس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ ابوسفیان میری پناہ میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے رات بھر کے لئے انہیں عباس کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اس کا فیصلہ کل ہو جائے گا۔

دوسرے روز ابوسفیان۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کرلیا۔ جناب عباسؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ابوسفیان فخر کا بہت خواہش مند ہے۔ اس پر آپ نے ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ جو کافر ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے امان ہے۔

مکہ میں داخلہ کے وقت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا جناب عباسؓ سے فرمایا۔ ابوسفیان کو لشکر اسلام دکھایا جائے۔ چنانچہ عباس نے لشکر دکھایا۔ اس پر ابوسفیان بولا۔ اے عباسؓ تمہارے بھتیجے تو اب ایک بہت بڑے بادشاہ بن گئے۔ جناب عباس نے

Marfat.com

جواب دیا۔ ابوسفیان تم ابھی تک رسول اللہ ﷺ کو بادشاہ ہی سمجھ رہے ہو۔ یہ بادشاہت نہیں نبوت ورسالت کا زور ہے۔

اخلاق رحمت عالم: آج رحمت عالم کے دربار نبوت میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے خارزار حیات بنا کے رکھ دی تھی۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جنہوں نے آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے۔ آپ کا گلا گھونٹا۔ کنکر پھینکے اور پتھر برسائے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے شعب ابی طالب میں آپ کو خاندان سمیت قید کر کے آب ودانہ تک بند کر دیا تھا۔ وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ ؓ کو خاندانی قبرستان میں دفن ہونے نہ دیا۔ وہ بھی تھے جن کے تیر وسنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ لٹے پٹے مہاجروں کا حبشہ تک پیچھا کیا۔ مدینہ میں بھی سکھ کی نیند حرام کر دی تھی۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون رسالت مآب کے سوا کسی اور شے سے تسکین یاب ہی نہ ہو سکتی تھی۔ آج ان میں وہ بھی تھے جن کی مخالفتوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہلکے سے تبسم سے فرمایا۔ اے لوگو تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ یہ لوگ ظالم تھے شقی القلب تھے۔ مگر ادا شناس مزاج نبوت ضرور تھے کہنے لگے۔ آپ ایک شریف بھائی ہیں۔ ہمیں آپ سے اچھے سلوک ہی کی توقع ہے۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ہندہ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جس نے آپ کے محبوب چچا کا کلیجہ چبایا۔ اور کسے توقع تھی کہ آپ کے چچا کا گلا کاٹنے والے وحشی کی جاں بخشی کر دی جائے گی۔ اور یہ کون خیال کر سکتا تھا کہ آپ اس ھبار کو معاف کر دیں گے۔ جس کے نیزے کی ضربات سے دختر رسول بحالت حمل انتقال فرما گئیں۔ اللہ اللہ قابو پا کر چھوڑنا۔ اقتدار پا کر دشمنوں کو نوازنا، ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ وہ کام ہے جو موسیٰ نے کیا اور نہ سکندر ونوشیرواں ہی سے ہو سکا۔ آپ نے اپنے دشمنوں سے وہی سلوک کیا۔ جو مصر میں جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اے لوگو! تم پر کوئی الزام نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ پھر آپ نے کعبہ کے بتوں کو دیکھ کر یہ آیت پڑھی۔

Marfat.com

جاء الحق وزحق الباطل ان الباطل کان زھو قا۔

"یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل زائل ہی ہوا کرتا ہے۔"

خطبہ: محمد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ ایک ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم سب ایک ہی باپ آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اور ایک اللہ کے بندے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ کان کھول کر یہ بات سن لو کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فخر و امتیاز حاصل نہیں۔ تمام نسلی امتیازات اور قومی اونچ نیچ کو اللہ تعالیٰ نے آج کے دن ملیا میٹ کر دیا۔ اس کی بارگاہ میں کوئی آقا ہے نہ غلام۔ ہم سب ایک ہی منزل پر کھڑے ہونے کے حق دار ہیں۔ ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور زندگی کے سانس لینے کا اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں ایک سا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کے بندوں پر حکم چلائے۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے۔ اور اس کے نزدیک وہی لوگ معزز و مکرم ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

غرض و غائت جنگ: یورپین مؤرخین کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قریش اور دیگر قبائل عرب اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ جو لڑائیاں کی ہیں وہ حصول فتح، استیصال مخالفت اور وبردستی مسلمان بنانے کی غرض سے کی گئیں۔ آپ نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر لوگوں سے اپنی رسالت جبراً منوائی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک حملہ آور کی حیثیت سے کبھی جنگ وجدل کیا اور نہ اسلام کے مقابلہ میں کسی طرح جبر و اکراہ سے کام لیا۔ آپ نے جتنی لڑائیاں لڑیں ان کی حیثیت صرف دفاعی تھی۔ انتقامی ہرگز نہیں۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف مدینہ میں تین جنگیں کی ہیں۔ اول جنگ بدر۔ دوم جنگ اُحد۔ سوم جنگ احزاب۔ آپ کے اور کفار مکہ درمیان صرف یہی لڑائیاں ہیں جن میں آپ بہ نفس نفیس شامل ہوئے۔ یہ تینوں جنگیں نہ تو اس غرض سے تھیں کہ مسلمانوں کے وہ حقوق جو خطرے میں پڑے ہوئے تھے انہیں قائم کیا جائے اور نہ یہ مقصد تھا کہ ان نقصانات کی تلافی

Marfat.com

ہو جائے جو کفار مکہ کے ہاتھوں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پہنچے تھے۔اس کا مقصد فقط وہی ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔یعنی دفاع۔جیسا کہ ہم کفار مکہ کے مظالم کا ایک اجمال پیش کر چکے ہیں۔اس کو سامنے رکھتے ہوئے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔کہ اندریں حالات اگر آپ صبر و تحمل کئے چپ چاپ بیٹھے رہتے اور اپنے اور مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے کچھ ہاتھ پیر نہ ہلاتے تو آپ اپنے فرض کے ادا کرنے میں یقیناً کوتاہی کرتے۔اس وقت آپ کا یہی فرض منصبی تھا کہ اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو ہلاک ہونے سے بچاتے۔چنانچہ آپ نے یہی کیا اور آپ کو یہی کرنا چاہئے تھا۔ہمیں اسلام کے معترضین بتلائیں کہ اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پیر ہلانا اور جب اپنی جاں پر آ بنے۔حتی المقدور کوشش کرنا دنیا کا وہ کون سا قانون ہے۔جو اس کی اجازت نہیں دیتا۔اور وہ کون سا شخص ہے جو ایسے حالات میں اپنی جان بچانے کی فکر نہیں کرتا۔حفاظت اور مدافعت ایک قدرتی امر ہے۔بڑے سے بڑے انسان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کیڑے مکوڑے تک وقت آپڑنے پر اپنی حفاظت اور مدافت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے بعض سیرت نگاروں نے بھی آپ کی مہمات شمار کرنے میں سخت مساحت کی ہے۔چنانچہ ابن سعد کاتب الواقدی نے آپ کی مہمات کی تعداد جن میں آپ خود بھی شامل ہوئے۔ستائیس (۲۷) لکھی ہے۔(قسطلانی جلد ششم صفحہ ۳۸۶)

ابن اسحاق نے بھی یہی تعداد لکھی ہے۔لیکن وہ مہمات جن میں آپ خود شریک نہیں ہوئے بلکہ ایسے اشخاص کی ماتحتی میں پیش آئیں۔ان کی تعداد اڑتیس (۳۸) لکھی ہے اور ابن سعد نے چوہتر (۷۴) بیان کی ہے۔(ابن ہشام صفحہ ۹۷۲)

ابو یعلٰے نے حضرت جابر سے جو روایت کی ہے اس میں اکیس مہمیں شمار کی گئی ہیں۔لیکن زید بن ارقم نے جو کہ سب سے زیادہ معتبر راوی ہیں۔غزوات مذکورہ کی تعداد انیس (۱۹) کہی ہے۔اور یہ آپ کے ہمراہ تھے۔مختصراً یہ کہ ہمارے محدثین اور مورخین نے جو مختلف مہمات کے نام اور احوال درج کئے ہیں۔ان میں نہ تو عقلی تنقید کا باقاعدہ

Marfat.com

لحاظ رکھا ہے۔ اور نہ ان اصول درایت کی پابندی کی ہے۔ جن پر کسی روایت کی شہادت کو پرکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے وہ تمام مہمات بھی جوں کی توں درج کر لیں جن سے متعلق کوئی معتبر شہادت نہیں ملتی۔ ان میں بعض تو بالکل بے بنیاد ہیں۔ اور بعض کو جنگی مہمات لکھ دیا گیا ہے۔

یہی وہ غلطی ہے جسے متعصب یورپین مورخین لے اڑے اور انہوں نے وہ تمام امور جنہیں جنگ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ غزوات و سرایا اور بعوث قرار دے دیا، چنانچہ ان لوگوں نے۔

(۱) آپ کا دوستانہ عہد نامہ ترتیب دینے کے لئے وکلاء کو بھیجنا۔

(۲) تبلیغ اسلام کے دعاۃ کا روانہ کرنا۔

(۳) سرداران ممالک غیر، کے پاس اسلامی سفیروں کا بھیجنا۔

(۴) تجارتی مہمات۔

(۵) حجاج کے قافلے۔

(۶) قزاقوں کی جمعیت کو منتشر کرنے یا متنبہ کرنے۔

(۷) دشمن کی حرکات کی نگہداشت کے لئے مجاہدان اسلام کا بھیجنا۔

(۸) مُخبرین کو خبریں لانے کو بھیجنا۔

(۹) دشمن سے لڑنے یا اسے روکنے کے لئے فوج کا روانہ کرنا یا لے جانا غرض ان تمام باتوں کو یورپ کے بد بخت مورخوں نے غزوات وغیرہ کے طور پر لیا ہے جس کے معنی ان کے نزدیک لوٹ مار کی مہمات کے ہیں۔ یورپ اور عرب کے مورخین دونوں نے آپ کی کل مہمات ایک سو ستائیس شمار کی ہیں جو ہرگز درست نہیں۔

درحقیقت مہمات کی یہ تعداد جو بیان کی گئی ہے یعنی ستائیس۔ انیس۔ اکیس اور سترہ۔ ان میں اٹھ اور نو تو واقعی ایسی ہیں جن میں جنگ ہوئی۔ باقیوں کی کوئی سند نہیں اصل مہمات یہ ہیں۔ (۱) جنگ بدر۔ (۲) جنگ اُحد۔ (۳) مریسیع۔ (۴) قریظہ۔ (۵)

Marfat.com

حنین۔(۶) طائف۔(۷) احزاب۔(۸) خیبر۔(۹) مکہ۔ان میں سے بنی مصطلق کے ساتھ مریسیع مقام پر جنگ ہونے کی کوئی معتبر شہادت نہیں ملتی۔ بنی قریظہ کے ساتھ بھی لڑائی لڑنے کی کوئی سند نہیں۔ان کا سلسلہ صرف جنگ حزاب سے تھا۔اس لئے اسے جدا گانہ طور پر شمار نہیں کیا جاسکتا مکہ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔رہی بات جنگ طائف کی وہ مثل اوطاس کے جنگ حنین کا ایک جزو تھا۔ جولوگ لڑائی سے فرار کردیئے گئے تھے۔انہیں پکڑنے کے لئے طائف کا محاصر کیا گیا تھا۔جو بعدازاں اٹھالیا گیا۔اس طرح منجملہ پانچ مہمیں باقی رہ جاتی ہیں۔جن پر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔مگر یہ مہمات بھی فی الواقع جنگ کے نام سے یاد کئے جانے کی مستحق نہیں۔درحقیقت یہ بھی محض دفاعی اقدام تھا۔ہاں انہیں خفیف سی جنگ یا معمولی سا مناقشہ کہا جاسکتا ہے۔ جنگ بدر میں کفار مکہ کی جانی نقصان انچاس (۴۹) اُحد میں بیس (۲۰) اور احزاب میں تین (۳) خیبر میں تیرانوے (۹۳) اور حنین میں بھی تیرانوے (۹۳) تھا۔لیکن ان پچھلے دونوں اعداد میں شبہ اور مبالغہ پایا جاتا ہے۔مسلمانوں کا نقصان علی الترتیبؒ چودہ، چوہتر، پانچ۔انیس اور سترہ تھا۔ان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کی طرف سے کل اموات ایک سوانتیس اور دشمنوں کی طرف سے دوسواٹھاون ہوئیں۔ہمارے نزدیک یہ تعداد مسلمانوں کے نقصان سے دوچند ہے اور مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔لہٰذا اسے تسلیم کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

اب ایک سوال اور باقی رہ جاتا ہے کیا جنگ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی خاطر کی جاتی تھی؟ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ مشرکین وکفار سے جزیہ حاصل کرنے کے لئے بھی جنگ نہیں لڑتے تھے۔اگر جنگ کا واقعی یہ مقصد ہوتا تو جنگ کی حالت میں انہیں کبھی اجازت نہ ہوتی کہ وہ آکر وعظ سنیں۔اور پھر اپنے امن کی جگہ واپس چلے جائیں۔جزیہ صرف انہی غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا جو آپ کی پناہ میں آجاتے تھے۔لیکن پھر بھی وہ باقاعدہ محاصل صدقات وزکوٰۃ جو مسلمانوں کو اسلامی جمہوریت کے مصارف کے لئے ادا کرنے پڑتے تھے ان سے نہیں لئے جاتے تھے۔قرآن حکیم سے مذکورہ جنگوں کی غرض و

Marfat.com

غایت صرف یہ ثابت ہوتی ہے کہ جنگ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر صلح و امن اور مذہب کی آزادی کو قائم رکھنے اور فتنہ وفساد اور ایذا رسانی کے دور کرنے کے لئے مجبوراً تجویز کی گئی۔ یعنی مسلمان کافروں کے ظلم و ستم سے رہائی پائیں اور دین اسلام اس مذہبی مذاحمت اور زبردستی سے آزاد ہو جائے۔ جو مسلمانوں کو دوبارہ بت پرستی کی طرف لوٹ آنے کے لئے مشرکین و کفار کی طرف سے عمل میں لائی جا رہی ہے۔

اجمال طریق دعوت حق: قرآن حکیم نے آپ کے دعوت حق کے طریقہ پر یوں روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا: ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم باالتی هي احسن . (سورہ نحل ع ۱۶ ۱۴پ قرآن حکیم) آپ انہیں اللہ کے راستے کی طرف حکمت کی باتوں اور عمدہ نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے اور ان سے اس طرح بحث کیجئے۔ جو بہت ہی پسندیدہ ہو۔

لَا اِکْراہ فِی الدِّین .

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے۔

وان احد من المشركين استجارک فاجره حتى يسع كلام الله ثم ابلغه مامنه ذلک بَانَّهُمْ قوم لايعلمون .

''اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو پناہ دیجئے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے اور پھر اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ رعایت اس لئے ہے کہ لوگ سچائی کو جانتے نہیں۔

مسلمانوں سے ارشاد فرمایا: ولا تفسدوفِی الْاَرْضِ بعد اصلا حها ذٰلِكُمْ خير لكم ان كنتم مومنين .

''تم دنیا میں انتظام کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔''

الفتنة اشد من القتل فتنہ وفساد کشت وخون سے زیادہ سخت ہے۔

Marfat.com

ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين .

''اور تم زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

جزا سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله انه لا یحب الظالمین .

''برائی کا بدلہ ٹھیک ویسی ہی برائی ہے۔ لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا صلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ بلاشبہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

تبلیغ اسلام: اب فتح مکہ کے بعد عرب کے دوسرے قبائل نے اسلام کی طرف توجہ دی چنانچہ بہت سے وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تبادلہ خیال کی غرض سے آئے اور دل مطمئن کر لینے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کو مسلمانوں پر واجب کر دیا۔ چنانچہ وہ لوگ اصحاب کہلاتے ہیں جو مختلف قوموں اور قبیلوں کے ہاں تبلیغ اسلام پر بھیجے گئے۔ نیز رسول اللہ ﷺ دنیا کے تمام بادشاہوں کے نام دعوت اسلام ارسال کیا۔ مثلاً شہنشاہ روم۔ شہنشاہ ایران ۔شاہ حبش۔ شاہ مصر۔ حاکم دمشق۔ امیر الہوز۔ شہزادگان عمان۔ حاکم بحرین۔ روسائے یمن۔ اُمرائے حضرت موت۔ بادشاہان غسان شام۔ شاہ یمامہ۔ امیر بصری۔ ان میں سے بہت سے بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر جن بادشاہوں نے انکار کیا وہاں اتنا ضرور ہوا کہ اسلام کا گھر گھر میں چرچہ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ بعد کو وہاں بھی اسلام پھیل گیا۔

مختصراً یہ کہ اسلام اپنی خوبیوں اور اپنی رعنائیوں کی بدولت بہت جلد ترقی پا گیا۔ اسلام کی روشنی سے بادشاہوں کے محل اور غریبوں کی جھونپڑیاں دونوں یکساں جگمگا اٹھے۔

حجۃ الوداع: ذی قعدہ ۱۰ ہجری میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ مدینے سے حج کو چلے اور اس شان سے مکہ کی طرف بڑھے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار مردان باصفا آپ کے جلوس میں تھے۔ یہ حج آپ کا آخری حج تھا۔ آپ نے اس موقع پر جو خطبہ ارشاد کیا اس کا ماحصل یہ ہے۔

Marfat.com

اے لوگو! مجھے تم سے جو کچھ کہنا ہے اسے بگوشِ ہوش سن لو۔ شاید اگلے برس یہ موقع نہ مل سکے۔ دیکھو جیسے تم آج کے دن۔ مہینہ اور اس شہر کی عزت کرتے ہو اسی طرح تمہاری جان تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔ جاہلیت کے تمام دستور آج ملیا میٹ کر دیئے گئے۔ جاہلیت کے زمانہ کی رسم سود بھی آج سے بند کر دی گئی۔ پرانے خون کے بدلے بھی ختم ہو گئے۔

اے لوگو! عورتیں تمہارے ہاتھوں میں بے بس ہیں۔ تم نے ان کو اللہ کی ضمانت پر حاصل کیا ہے۔ لہٰذا ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کے ساتھ پیش آنا۔ اور دیکھو غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا، جو خود کھانا وہی انہیں کھلانا۔ جو خود پہننا وہی انہیں پہنانا۔ اور اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو معاف کر دینا۔ اے لوگو! تم سب کا خالق و مالک ایک ہی ہے تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ تم میں سے سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اور نہ یوں عربی کو عجمی پر فخر ہے۔ نہ کوئی عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔ فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اَتممتُ علیکم نِعمَتِی وَرَدِیتُ لکم الاسلام دینا.

"آج ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر عہد رسالت محمد یہ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ایک ہی تعلیم دی ہے وہ تعلیم جسے توحید پرستی کی بنیاد کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ کے عہد رسالت میں پورے طور پر بار آور ہوئی۔ اسلام اسی تعلیم کا نام ہے۔ گوٹفرید سمیون ایک یورپین مستشرق نے لکھا ہے کہ اسلام میں اگرچہ معجزات نہیں۔ تاہم ایک تھوڑی سی مدت میں اسلام کا پھیل جانا یقیناً ایک معجزہ ہے۔ اور

Marfat.com

اسلام کی یہ معجزے نما اور عجیب وغریب ایک حیرت انگیز ترقی ہے اس کی صداقت اور منزِل من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

وفات نبوی: قرآن حکیم جناب موسیٰ کی طرح پتھر کی تختیوں پر کھدا ہوا نازل نہیں ہوا۔ اور نہ اس بات کی ضرورت پڑی کہ اس کے نوٹ نہ کیا جانے کے سبب اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہوا ہو۔ اور نہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے لئے اس کی دوبارہ نقل پتھر کی تختیوں پر کھودنے کی ضرورت پیش آئی۔ قرآن حکیم کے نزول کی نسبت کوئی امر عجائبات سے علونہ تھا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دل سینا کا پہاڑ تھا۔ اور مسلمانوں کے لئے دل پتھر کی لوحیں تھیں۔

ہمارے نزدیک یہی وہ سبب ہے کہ جس سے خدا کا کلام اور خدا کے رسول کی سیرت دونوں چیزیں جوں کی توں قائم ہیں۔ ان میں سرمو بھی کوئی تفاوت نہیں۔ رہی بات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جسم خاکی کے باب میں سو جب تک فریضہ نبوت بہ تمام وکمال پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ آپ اس دنیا میں ایک آخری رسول کی حیثیت سے حیات رہے اور جب وہ فریضہ الٰہی ادا ہوا آپ تریسٹھ برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا لئے گئے۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے تین روز بعد لحد میں اتارے گئے اور آپ کو وہیں انہی کے اس حجرہ میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ نے اپنی جان یعنی اللہ کی امانت کو اللہ کے سپرد کیا تھا۔ صحابہ نے آپ کو کسی اور مقام پر لے جانا چاہا لیکن جناب ابوبکر صدیق کے قولِ رسول دُہرانے پر کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے۔ جہاں وہ موت کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ چنانچہ حجرے ہی کو آپ کا مقامِ آرام بنا دیا گیا۔

وفاتِ رسول کا صدمہ یوں تو ہر مسلمان کے دل پر تھا۔ لیکن جناب عمر فاروق تو تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے جو شخص کہے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ جناب صدیق نے جنہیں صبر واستقامت کی قوت اللہ تعالیٰ نے بہت عطا فرمائی تھی۔ جب یہ حالت دیکھی تو لوگوں سے کہا اے لوگو! جو شخص محمد

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ اسے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ محمد ﷺ آج اس دنیا سے اٹھ گئے۔ اور جو شخص ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ جس کی عبادت کا پیغام محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے وہ اللہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اور پھر اس کے بعد جناب صدیق اکبرؓ نے یہ آیت پڑھی۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبل الرسل فان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیه فلن یضر الله شیٔا وسیجزی الله الشاکرین.

"محمد ﷺ خدا کے ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بھی اور بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں اسلام ہی سے پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے گا۔ وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اللہ جلد ہی شکر کرنے والوں کو جزا دیگا"۔

سرکار ﷺ کی نمازِ جنازہ کے بارے میں دو حدیثیں ہیں۔

(۱)۔ کسی نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی نہ کسی نے پڑھائی صرف درود و سلام پڑھا گیا۔

(۲)۔ نمازِ جنازہ ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

اس امت میں جو اپنے ماں باپ تک آپ کی ذات پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی تھی۔ وہ امت اپنی جان دے کر بھی آپ کے اوپر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی تھی۔ بھلا اس میں یہ کیونکر جرأت ہوتی اور کس میں حوصلہ تھا کہ یوں اس امام کے ہوتے ہوئے امامت کرتا۔ شاید انہیں اس نازک لمحے میں ہوش بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امام بناتے۔

آپ کی نماز جنازہ پہلے مردوں نے مگر ایک ساتھ نہیں جماعتوں کی صورت میں ادا کی۔ کیونکہ آپ کے حجرہ میں پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی۔ اور مردوں میں بھی سب سے پہلے اہل بیت نے اس کے بعد مہاجرین و انصار نے پھر عام مسلمانوں نے پڑھی۔ اس کے بعد عورتوں نے اور سب سے بعد بچوں نے اپنے پیارے رسول کی خدمت میں آخری صلاۃ و سلام پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس طرح سے نماز جنازہ پڑھنے کا یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا.

Marfat.com

زاویہ پبلشرز

۶ مرکز الاویس (دستا ہوٹل) دربار مارکیٹ
لاہور۔ فون ۷۲۴۸۶۵۷ — ۰۴۲
موبائل ۹۴۶۷۰۴۷ — ۰۳۰۰

نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
کشف العرفان	ڈاکٹر نور محمد ربانی	۱۴۰ روپے
اللہ والے	ظہور الحسن شارب	۱۱۰ روپے
اللہ والیاں	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	۱۱۰ روپے
تاریخ مشائخ نقشبند	محمد صادق قصوری	۲۰۰ روپے
افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم	محمد صادق قصوری	۹۰ روپے
مکاشفات و روحانیات	پروفیسر عبد الصمد الصارم الازہری	۱۲۰ روپے
کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہ	عبد المصطفیٰ اعظمی	۷۵ روپے
جنتی زیور	عبد المصطفیٰ اعظمی	۱۲۰ روپے
تاریخ ساز اقوال	رائے محمد کمال	۱۲۵ روپے
اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۹۰ روپے
اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ	ثریا بتول علوی	۱۰۰ روپے
فیضانِ اویس	حضرت خواجہ نور الحسن تارک اویسی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰ روپے
تحفہ جرانی	ابن کرم	۶۰ روپے
حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	بشیر حسین چشتی نظامی	۷۰ روپے
کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری	۱۹۰ روپے
اسلام میں شادی کا تصور	از پروفیسر سعید احمد چشتی	۷۰ روپے
ملفوظات و فوائد حضرت بندہ نواز گیسو دراز	خواجہ بشیر حسن چشتی نظامی	۰۰ روپے
شیریں حکایات	محمد احسن شرقپوری	۱۰۰ روپے
گلدستہ احادیث	حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیربلوی	۹۰ روپے
بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۹۰ روپے
محفل اولیاء	حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی	۱۵۰ روپے
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰ روپے
تاریخ اولیاء	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی	۱۷۰ روپے
زلف و زنجیر سے لالہ زار	علامہ ارشد القادری	۹۰ روپے
القاعدہ	مقبول ارشد	۱۵۰ روپے
تاریخ کے گمشدہ اوراق	علامہ نیاز فتح پوری	۱۴۰ روپے
جنت کا میوہ	قاری محمد رمضان	۹۰ روپے
حضرت عثمانؓ کا عہد تاریخ	ڈاکٹر نور احمد	۸۰ روپے
پیارے رسول کی پیاری باتیں	فیاض سعید	۸۰ روپے
حضرت علیؓ کا دور خلافت	قاری محمد علی نقشبندی	۸۰ روپے
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور خلافت	علامہ خالد محمود	۸۰ روپے
حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت	علامہ خالد محمود	۸۰ روپے
اولاد کو سکھاؤ محبت اہل بیت کی		۱۰۰ روپے
منتخب حدیث		۶۰ ″
شرح قصیدہ بردہ شریف		۸۰ ″

Marfat.com

Marfat.com

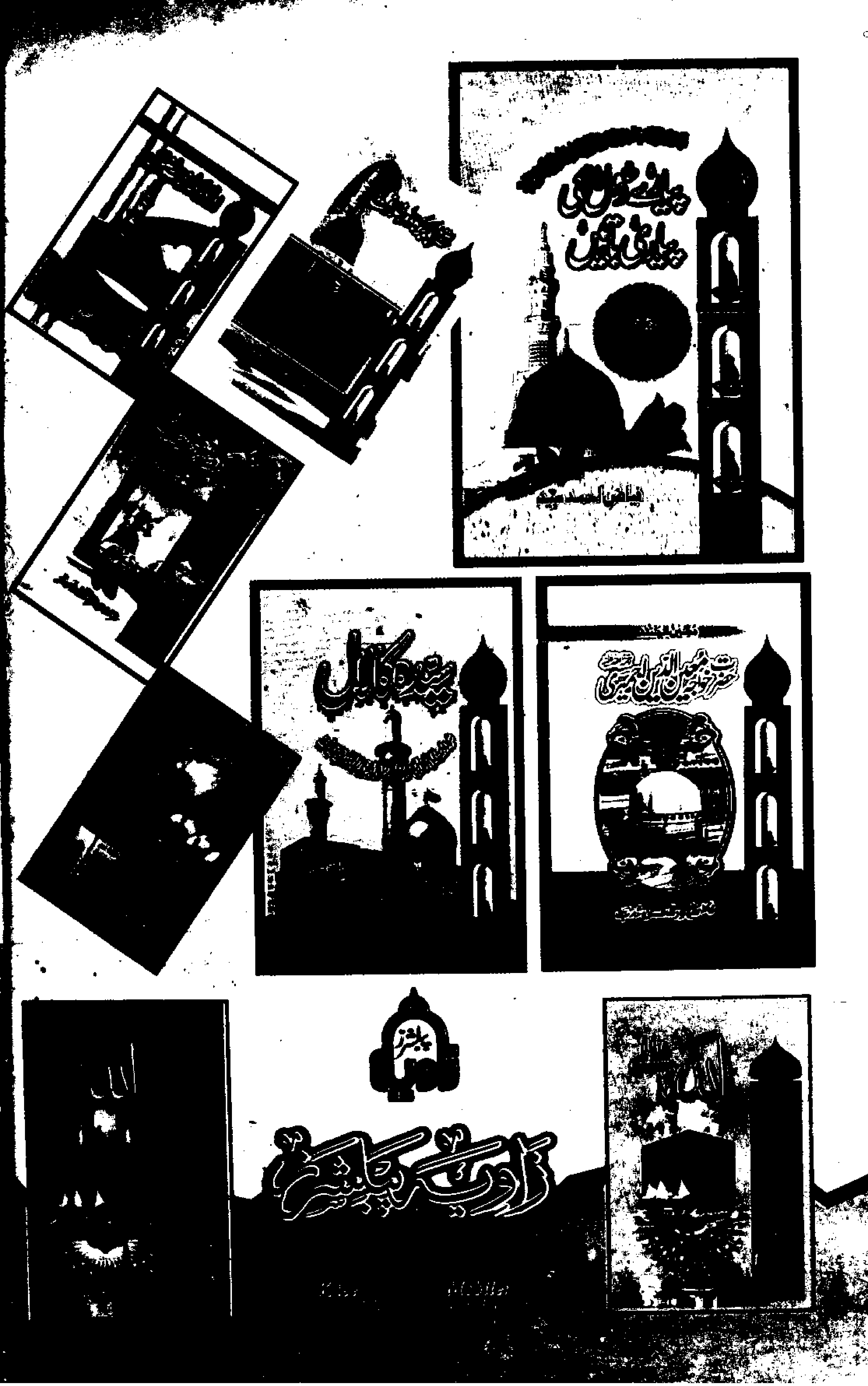

Marfat.com